الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

مارچ اپریل
2023

روزہ کا مقصد

قرآن مجید میں روزہ کا مقصد تقویٰ بیان فرمایا ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ، آیت:183) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: التقوی ھھنا، تقویٰ یہاں ہے۔ تقوی دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے۔ انسان کے دل میں اکثر خواہشات حیوانی کی زیادتی ہوتی ہے۔ روزہ رکھنے سے یہ حیوانی قوت کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو نوجوان مالی کمزوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کرسکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشات پر قابو ہی نہیں رکھتے۔ ان کا علاج رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ بتایا ہے کہ شہوت توڑنے کے لیے یہ بہترین علاج ہے۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبد الحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 47 شمارہ 4-3

مارچ، اپریل 2023ء

شعبان المعظم رمضان المبارک 1444ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت موجودہ شمارہ 60 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

زمرہ	عنوان	مصنف	صفحہ
اداریہ	رمضان المبارک- چند مفید باتیں	مبارک حسین مصباحی	5
	مطالعۂ قرآن		
تفہیم قرآن	حروفِ مقطعات	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	9
	مطالعۂ حدیث		
تفہیم حدیث	امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل	مبارک حسین مصباحی	11
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	16
	نظریات		
فکر امروز	الحاد کی بڑھتی ہوئی رفتار ایک واہمہ	پٹیل عبد الرحمٰن مصباحی	20
	اسلامیات		
شعاعیں	توحید فی المحبۃ	مبارک حسین مصباحی	26
بزم تصوف	عصر حاضر میں تصوف کا فقدان	مفتی کمال الدین مصباحی	33
	عبادات		
مالی عبادت	زکوٰۃ، اسلام کا ایک اہم ترین مالی فریضہ	حافظ افتخار احمد قادری	44
حکم شرع	فرائض ذمہ باقی رہتے ہوئے نوافل کی ادائی کا حکم	خلیل احمد فیضانی	47
	شخصیات		
مناقب	سید احمد کبیر رفاعی اہلِ علم کی نظر میں	سراج احمد قادری مصباحی	52
انوار حیات	مبلغ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی	سید منور علی شاہ بخاری	55
ذکر خیر	مولانا خطاب علی صدیقی قادری	محمد ولی اللہ قادری	61
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	66
	تفکرات		
نقطۂ نظر	منفی سوچ کے برے اثرات	مفتی محمد ساجد رضا مصباحی	70
جہد مسلسل	تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا	محمد علم اللہ	73
پیش رفت	اسلام کی طرف دنیا کے بڑھتے قدم	محمد زاہد رضا	76
	بزم دانش		
فکر و نظر	جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کی ذمہ داریاں	مولانا ناظم علی مصباحی/مولانا محمد ہارون مصباحی	78
	ادبیات		
گوشۂ ادب	سید حسنین رضا قادری علیہ الرحمہ کا اسلوبِ نگارش	وزیر احمد مصباحی	81
	فضائل ذکر- اپنے موضوع پر ایک منفرد علمی کاوش	محمد طفیل احمد مصباحی	86
نقد و نظر	سہ ماہی مجلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے احساسات و تاثرات	مبارک حسین مصباحی	90
خیابان حرم	نعتیں	خواجہ ذاکر گودڑ شاہی/خواجہ شوق/مولوی علاء الدین جلالی	94
	مکتوبات		
صداے باز گشت	روزنامہ انقلاب/سید صابر حسین شاہ بخاری/مبارک حسین مصباحی		95
	سرگرمیاں		
خیر و خبر	برائیوں کی روک تھام کے لیے مشترکہ کوشش کی ضرورت/ملیشیا 20 لاکھ قرآنی نسخے دنیا میں تقسیم کرے گا/اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں صوفیہ کا کلیدی کردار، مبارک پور میں مشاعرۂ منقبت و نعت/دار العلوم اہلِ سنت خیریہ فیض عام گھوسی کا سالانہ جشن دستار فضیلت اور ختم بخاری شریف/گل صاحب پالیہ میں جشن معراج النبی ﷺ/شب براءت میں بلوریا جامع مسجد میں پروگرام/مدنی میاں عربک کالج ہبلی میں جلسۂ دستار بندی/دار العلوم محمدیہ کا 46 واں جلسۂ دستار فضیلت/بزم فروغ نعت مبارک پور کی ماہانہ شعری نشست		97

رمضان المبارک - چند مفید باتیں

مبارک حسین مصباحی

رمضان المبارک کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے۔ اگر بستی میں ایک دو لوگوں نے دیکھ لیا تو سب بری الذمہ ہو گئے اور کسی نے نہ دیکھا تو سب گنہگار ہوئے۔ رمضان کے روزے رکھنا ہر مسلمان بالغ عاقل پر فرض ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ (البقرة:183)

اے مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلوں پر فرض کیے تا کہ تم تقویٰ شعار ہو جاؤ۔

اس آیت کریمہ سے تین باتیں معلوم ہوئیں: (1) روزہ رکھنے کی فرضیت، (2) روزے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے (3) روزہ رکھنے کا مقصد تقویٰ شعار ہو جانا۔

قرآن عظیم کی دیگر آیات اور احادیث نبویہ میں اس کی تفصیلات ہیں۔ فقہی کتابوں میں اس کے مسائل پر واضح ارشادات موجود ہیں جو جس مسلک کا مقلد ہے اسے اپنے مسلک کے مسائل پر عمل کرنا چاہیے، حنفی، شافعی، حنبلی، یا مالکی، سب مسالک اپنے اپنے طور پر حق اور سچ ہیں۔ ہم حنفی ہیں اس لیے فقہ حنفی کی روشنی میں گفتگو کریں گے۔ احادیث میں فضائل و مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ ہم چند حدیثیں نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ." (اخرجه البخاري في الصحيح كتاب الصوم باب صوم رمضان احتساباً من الإيمان، 1/ 22، الرقم: 38)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی الہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور ان کی حدود کو پہچانا اور جن کاموں کی حفاظت کرنا چاہیے تھی ان کی حفاظت کی تو یہ روزے اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے؟

(مسند احمد، ج3، ص:55 سنن بیہقی، ج:2، ص:304)

بعض شارحین نے اگرچہ اختلاف کیا ہے مگر کثیر احادیث اور شارحین نے دلائل و شواہد سے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اس کے فضل و کرم سے ناامید نہیں بلکہ ہر لمحہ اسی کی عنایت اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت پر یقین کامل رکھنا چاہیے، بروز حشر مومن اپنے عمل سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پائیں گے۔

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً".

(جامع صحيح مسلم، باب فضل السحور و استحبابه و استحباب تاخيره وتعجيل الفطر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ". (جامع صحيح مسلم، ايضًا ما سبق)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے

روزے میں صرف سحری کھانے کا فرق ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ "لاَ يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ".

(جامع صحیح مسلم، ایضًا ما سبق)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے خیر پر رہیں گے۔

ان احادیث کی روشنی میں سحری اور افطار کی فضیلت واضح ہوگئی، تمام ائمۂ مذاہب اور فقہا کا اتفاق ہے کہ سحری کرنا مستحب اور بابرکت ہے۔ سحری کھانے سے روزہ رکھنے کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔ سحری سے پہلے ایک مسلمان بسم اللہ پڑھے گا اور فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہوئے استغفار کرے گا سحری کرنا مسلمانوں کی خصوصیت ہے۔

ماقبل کی امتوں میں سحری کرنے کی اجازت نہیں تھی، سحری کرنا بھی عبادت ہے۔ سحری کرنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے، اس سے روزہ کرنے کی نیت تازہ ہوجاتی ہے۔ ہم یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں روزہ داروں کے افطار کرانے میں بڑا دینی شوق بیدار رہتا ہے، یہ بلاشبہ حق ہے، لوگوں کو افطار کرانا چاہیے، مگر ہمارے بزرگ اپنے ساتھ سحری کرنے والوں کے بھی متلاشی رہتے تھے۔ ہم سب کو بھی چاہیے کہ ضرورت مندوں کو سحری کرانے کے لیے بھی بے چین رہیں، یہ بھی بڑی عبادت اور خیر و برکت کا باعث ہے۔

روزہ انتہائی اہم عبادت ہے۔ بحیثیت طب بھی اس کی بڑی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس کی جزا میں خود دوں گا، یہ بارگاہ الٰہی میں اس کی اہمیت ظاہر کرتی ہے۔ روزہ رکھنے کا بہ ظاہر ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک دولت مند انسان اور پر تعیش زندگی گزارنے والا نہیں سمجھ پاتا کہ ایک غریب اور لاچار کی زندگی کیسی گزرتی ہے۔ روزہ رکھنے کے بعد ایک دولت مند انسان کو بھی لاچار اور بے سہارا انسان کے زندگی گزارنے کا احساس پیدا ہوجاتا ہے اور وہ بھی بہ خوبی سمجھ لیتا ہے کہ ایک بھوکے اور نادار انسان کی زندگی کس طرح گزرتی ہے۔ ایک دولت مند انسان کو یہ یقین ہوتا ہے کہ افطار کے وقت حسب منشا کھاپی کر افطار کرے گا۔ اس سلسلے میں ہم سب کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ بڑے شہروں اور دولت مندوں میں حیرت انگیز افطار کی فراوانی رہتی ہے مگر مسنون طریقہ یہ ہے کہ پانی یا کھجور وغیرہ سے افطار کیا جائے اور اپنے ساتھ دیگر حضرات کو بھی شریک کرلے اور جو بچ جائے اسے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرادے، شریعت میں اس کی بڑی فضیلت ہے۔

روزہ دار کے لیے جنت کا دروازہ ریان ہوگا، قرآن مجید میں روزہ کا مقصد تقویٰ بیان فرمایا ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ، آیت: 183) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: التقوی ھھنا، تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے۔ انسان کے دل میں اکثر خواہشات حیوانی کی زیادتی ہوتی ہے۔ روزہ رکھنے سے یہ حیوانی قوت کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو نوجوان مالی کمزوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کرسکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشات پر قابو بھی نہیں رکھتے۔ ان کا علاج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ بتایا ہے کہ شہوت توڑنے کے لیے یہ بہترین علاج ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا اس میں فرمایا: اے لوگو! تم پر عظیم مبارک مہینہ سایہ فگن ہوا ہے اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے اس کے روزوں کو فرض قرار دیا ہے اور اس کی رات میں قیام کو نفل قرار دیا ہے، جس نے اس مہینہ میں کوئی نفلی نیکی کی وہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے کی مثل ہے اور جس نے اس مہینہ میں کوئی فرض ادا کیا وہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کرنے کی مثل ہے، یہ صبر کرنے کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ غم خواری کرنے کا مہینہ ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق زیادہ کردیا جاتا ہے، جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو یہ اس کے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن کی دوزخ سے آزادی ہے اور اس کو بھی روزہ دار

کے اجر کی مثل اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی وسعت نہیں رکھتا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہ اجر اس کو بھی عطا فرمائے گا جو روزہ دار کو ایک کھجور سے روزہ افطار کرا دے یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کرادے یا تھوڑے سے پانی ملے دودھ سے روزہ افطار کرادے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کے اول میں رحمت ہے اور جس کے اوسط میں مغفرت ہے اور جس کے آخر میں دوزخ سے آزادی ہے، جس نے اس مہینہ میں اپنے غلام (یا نوکر) کے کام میں تخفیف کی اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کردے گا۔ اس مہینہ میں چار کام بہ کثرت کرو: دو کام تو ایسے ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو کام ایسے ہیں جن کے بغیر تمھارے لیے کوئی چارہ کار نہیں وہ کام جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ یہ ہیں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور تم اللہ سے مغفرت طلب کرو اور رہے وہ دو کام جن کے بغیر تمھارے لیے کوئی چارہ کار نہیں وہ یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور اللہ سے دوزخ سے پناہ طلب کرو۔ اور جس نے کسی روزہ دار کو پانی پلایا اللہ اس کو میرے حوض سے ایسا پانی پلائے گا جس سے وہ (کبھی) پیاسا نہیں ہوگا حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔(صحیح ابن خزیمہ: 1887 شعب الایمان: 13608 الترغیب والترهیب للاصبهائی: 1726 الترغیب والترهیب للمنذری: 1362 دار ابن کثیر بیروت 5313)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا مسترد نہیں ہوتی:

(1) جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے (2) امام عادل (3) مظلوم کی دعا۔ اللہ اس کے اوپر سے بادل بنا دیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے) کھول دیے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے: میری عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا خواہ کچھ وقت کے بعد۔(سنن ترندی: 3598 اس کی سند حسن ہے، سنن ابن ماجہ: 1752 صحیح ابن خزیمہ: 1901 صحیح ابن حبان: 2219، مسند احمد ج 2 ص 1345)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا اللہ اس کے چہرہ کو ستر سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کردیتا ہے۔

(سنن ترندی: 1662 سنن نسائی: 2243 سنن ابن ماجہ: 1718 اس کی سند حسن ہے)

ہم بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا، جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَىَّ مِنَ الصَّلاَةِ فَقَالَ " الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، إِلاَّ أَنْ تَطَّوَّعَ شَيْئًا ". فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَىَّ مِنَ الصِّيَامِ فَقَالَ " شَهْرَ رَمَضَانَ، إِلاَّ أَنْ تَطَّوَّعَ شَيْئًا ". فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَىَّ مِنَ الزَّكَاةِ فَقَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم شَرَائِعَ الإِسْلاَمِ. قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ لاَ أَتَطَوَّعُ شَيْئًا، وَلاَ أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللَّهُ عَلَىَّ شَيْئًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ ".

قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابوسہیل نے، ان سے ان کے والد مالک نے اور ان سے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بتائیے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں، یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو، پھر اس نے کہا بتائیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روزے کتنے فرض کئے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینے کے، یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفلی روزے اور بھی رکھ لو، پھر اس نے پوچھا اور بتائیے زکوٰۃ کس طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ بھی بتا دیا۔ جب اس اعرابی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

عزت دی نہ میں اس میں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے کچھ بڑھاؤں گا اور نہ گھٹاؤں گا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ مراد کو پہنچایا۔ (یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) اگر سچ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔

حدیث نبوی میں صومِ دہر یعنی ہر دن روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ مہینے میں تین روزے رکھے جائیں، کیوں نکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے، اور اگر اس سے زیادہ طاقت تو صومِ داؤدی رکھنا چاہیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا عمل اسی پر تھا۔

شب قدر کی بھی بڑی فضیلت ہے، ایک رات کی عبادت ایک ہزار ماہ سے زیادہ کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ یہ کون سی رات ہے اس میں اختلاف ہے مگر جمہور کا مسلک یہ ہے کہ یہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کسی رات ہوتی ہے۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

” مَنْ قَامَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.“(اخرجه البخاري في الصحيح ج:1، ص:270، اصح المطابع کراچی)

”جس شخص نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔“

شب قدر در اصل اس امت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و انعام ہے۔ ایک ہی شب ایک ہزار ماہ سے زیادہ کی فضیلت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب اس انعام کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مستطیع یعنی جس کے پاس ایک برس تک ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ان کی مقدار اس کے پاس مال نامی ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بالغ اور نابالغ کی جانب سے سالانہ فطرہ ادا کیا جاتا ہے۔ ان کی ادائیگی کے لیے غیر مستطیع افراد کو تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مدارس اہل سنت بھی حیلۂ شرعی کے بعد اس کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ مسائل تو قدیم ہیں مگر عام طور پر ان کا نفاذ نہیں تھا، مبارک باد کے مستحق ہیں حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ کہ آپ نے اس کو رواج دیا۔ ابتدا میں مشکلات پیش آئیں مگر بعد میں کامیابی مل گئی۔ رضان المبارک میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کثیر اجر عطا فرماتا ہے، اس لیے عام طور پر زکاۃ اس ماہ میں نکالتے ہیں۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:

”دین و علم کی بقا تعلیم دین سے وابستہ ہے اور اسی سے مسلمانوں کا دینی و ملی تشخص بھی متعلق ہے۔ اس لیے مدارس کے لیے حافظ ملت نے حیلہ شرعی کو رواج دیا کہ زکوٰۃ اور فطرے کی رقوم حیلۂ شرعی کر کے مدارس پر صرف کی جائیں۔ ابتدا میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ لیکن حافظِ ملت کی فہم و تفہیم اور ترغیب کی بدولت آج ہر صاحب نصاب اپنی زکات اور فطرہ کا بہترین مصرف مدارس اسلامیہ کو سمجھ رہا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دینی مدارس کے لیے سرمایہ کی فراہمی میں بہت آسانی ہوگئی تھی حتی کہ آج یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ آج سب سے آسان کام مدرسہ قائم کرنا اور چلانا ہے۔“ (حافظ ملت افکار اور کارنامے)

اس پس منظر میں ہم عرض کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر جو رمضان المبارک کے روزے فرض کیے گئے ہیں انھیں پابندی سے رکھیں۔ عاشورۂ محرم کا اور اور دیگر نوافل روزوں کا اہتمام بھی ہونا چاہیے، اور صومِ وصال رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، امت کو اس کے رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم جیسے بشر نہیں۔ جن لوگوں نے اپنا یہ عقیدہ بنا رکھا ہے انھیں توبہ واستغفار کر کے پھر سے باضابطہ مسلمان ہونا چاہیے۔ زکات اور فطرہ مستطیع حضرات پر فرض و واجب ہیں، مستحقین اگر نہ مل سکیں تو انھیں مدارس میں دینا چاہیے تا کہ حیلۂ شرعی کے بعد مدارس میں خرچ ہو سکیں، تمام مدارس جو شرعی طور پر چل رہے ہیں انھیں دینا چاہیے، مگر جامعہ اشرفیہ مبارک پور دیگر مدارس کے مقابل بڑا ہے اور اس کی ضرورتیں بھی زیادہ ہیں اگر آپ کے یہاں محصلین پہنچتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ رسالے کی پشت پر الیکٹرانک ذرائع نوٹ ہیں ان کے ذریعے بھی آپ تعاون کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین

حروفِ مقطعات

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

حروف مقطعات کے معانی ہیں: علاحدہ حروف، اور اس سے مراد وہ حروف ہیں جو مختلف سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں اور علاحدہ علاحدہ پڑھے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی کل انتیس سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات ہیں، اور ان سورتوں کے نام یہ ہیں:

1-البقرۃ	2-آل عمران	3-الأعراف	4-یونس
5-ہود	6-یوسف	7-الرعد	8-ابراہیم
9-الحجر	10-مریم	11-طٰہٰ	12-الشعراء
13-النمل	14-القصص	15-العنکبوت	16-الروم
17-لقمان	18-الٓمٓ السجدۃ	19-یٰسٓ	20-صٓ
21-غافر	22-حم السجدۃ	23-الشوریٰ	24-الزخرف
25-الدخان	26-الجاثیۃ	27-الأحقاف	28-قٓ
29-القلم			

ان سورتوں میں مجموعی طور پر چودہ حروف مقطعات ہیں، جنھیں ہم ذیل میں تعداد حروف کے اعتبار سے پیش کرتے ہیں۔

یک حرفی آیات مقطعات تین ہیں: صٓ۔ قٓ۔ نٓ۔

دو حرفی آیات مقطعات چار ہیں۔ طٰہٰ. طٰسٓ. یٰسٓ. حٰمٓ.

سہ حرفی آیات مقطعات تین ہیں. الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ طٰسٓمٓ.

چار حرفی آیات مقطعات دو ہیں۔ الٓمٓصٓ. الٓمٓرٰ

پانچ حرفی آیات مقطعات دو ہیں، جن میں ایک آیت، ایک ہی آیت پر مشتمل ہے، اور وہ ہے: کٓھٰیٰعٓصٓ، جب کہ دوسری آیت دو آیات پر مشتمل ہے، اور وہ ہے: حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ۔

کسی بھی کلام کا حسن افتتاح یعنی بہترین آغاز قاری کے دل ودماغ پر اچھے اثرات مرتب کرتا ہے، اسی لیے اہل زبان ہمیشہ آغاز کلام کے لیے خوب صورت تعبیرات کا انتخاب کرتے ہیں، اور اسی حسن انتخاب کے باعث آنے والا کلام سننے کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، قرآن کریم میں بھی ہر سورت کا آغاز بڑے حسین پیرائے میں کیا گیا ہے، جس کی تفصیل علوم قرآن اور کتب تفاسیر میں ملتی ہے، قرآنی سورتوں میں حسن افتتاح کا سب سے منفرد طریقہ حروف مقطعات کا ہے، اور یہ وہ طریقہ ہے جس کی نظیر کلام عرب میں بھی نہیں ملتی، اسی لیے مفسرین کرام نے اس پہلو پر خصوصی گفتگو کی ہے، ہم یہاں حروف مقطعات کے حوالے سے کتب تفاسیر میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

حروف مقطعات کی توضیح کے سلسلے میں بنیادی طور پر اہل علم کے دو موقف ہیں۔

1- پہلا موقف تفویض کا ہے، تفویض کا معنی ہے: سپرد کرنا، یعنی جو حضرات تفویض کے قائل ہیں وہ ان حروف کو منزل من السماء اور قرآن کا جز مانتے ہیں، اور ان کی حقیقت و مراد کو اللہ کے سپرد کردیتے ہیں، اور کہتے ہیں: اللہ أعلم بمراده، یعنی ان حروفِ مقطعات کی مراد اللہ بہتر جانتا ہے۔

2- دوسرا موقف تاویل کا ہے، تاویل کا معنی ہے: توضیح وتشریح، کچھ اہل علم حضرات اخبار وآثار، عربی زبان کے اصول اور اس کے طریقہ استعمال کی روشنی میں ان حروف مقطعات کی توضیح کرتے ہیں، لیکن حروف مقطعات، آیات متشابہات کی قبیل سے ہیں، لہذا ان کی کوئی ایک متعیّن اور واضح توضیح نہیں کی جاسکتی، اسی لیے ان آیات کی تاویل کے طور پر متعدّد اقوال ملتے ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں۔

1- یہ حروف اسمائے الٰہیہ، اور عظیم معانی کے رموز ہوسکتے ہیں، اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعدّد روایتیں ملتی ہیں، آپ سے منقول ایک روایت میں ہے کہ الم کا معنی ہے: أنا الله أعلم، یعنی میں اللہ ہوں، خوب جانتا ہوں، گویا الف سے أنا کی طرف، لام سے لفظ اللہ کی طرف اور میم سے أعلم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح آپ سے منقول ہے کہ الٓمٓ میں الف سے آلاء اللہ، یعنی اللہ کی نعمتیں، لام سے لطف اللہ، یعنی اللہ کی مہربانی، اور میم سے مجد اللہ یعنی اللہ کی بزرگی مراد ہے۔

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

اسی طرح آپ سے منقول ایک روایت یہ بھی ہے کہ الر، حم، ن، ان تمام حروف مقطعات سے اللہ کے سب عظیم صفاتی نام الرحمٰن کی طرف اشارہ مقصود ہے، کیوں کہ ان کا مجموعہ الرحمٰن بنتا ہے۔

اس طرح کی تاویل کی تائید میں ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

فقلت لها قفي، فقالت: ق.

یعنی میں نے اس سے کہا: رک جاؤ تو اس نے جواب میں کہا: ق۔ یعنی وقفت، بمعنی رک گئی۔

اس شعر میں شاعر نے قؔ کہہ کر وقفت مراد لیا ہے، اسی طرح قرآن کریم کے حروف مقطعات سے اسمائے الٰہیہ اور عظیم معانی کے رموز اور اشارے مراد لیے جاسکتے ہیں۔

2- سورتوں کے شروع میں آنے والے حروف مقطعات در اصل تنبیہ کے لیے ہیں، اور تنبیہ کے لیے آغاز کلام میں مخصوص کلمات کا لانا شائع وذائع ہے، قرآن کریم نے تنبیہ کے لیے ان کلمات کو اس ذکر کیا کہ کفار قرآن نہیں سنتے تھے، قرآن کریم کے مطابق ان کا حال یہ تھا:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔[فصلت 26]

اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو، اور تلاوت کے وقت لغو باتیں کرو، تاکہ تم غالب آجاؤ۔

ایسے کافروں کے لیے اگر عام کلمات تنبیہ ذکر کیے جاتے وہ توجہ نہیں دیتے، اسی لیے قرآن کریم نے سب سے جداگانہ کلمات تنبیہ ذکر کیے، تاکہ ان کی توجہ حاصل کی جاسکے۔

3- یہ حروف سورتوں کے نام ہوسکتے ہیں، اور اس نظریے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی متعدّد سورتوں کے نام حروف مقطعات پر رکھے گئے ہیں، مثلاً، سورہ طہ، سورہ یس، سورہ ص، سورہ ق اور سورہ الم السجدہ وغیرہ۔

4- سورتوں کے شروع میں آنے والے حروف مقطعات قرآن کریم کے اعجاز کو بتانے کے لیے ہیں، اور اس بات کے چیلنج کے لیے ہے کہ انھی حروف کے مجموعے سے کلام بنتا ہے، اور تمھیں پڑھ سنایا جانے والا کلام بھی انھی حروف کا مجموعہ ہے، اس کے باوجود کوئی اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتا، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اور اگر تم اسے کلام الٰہی نہیں مانتے تو انھی حروف کی مدد سے قرآن جیسا کوئی کلام بنالاؤ، لیکن تم نہیں لاسکتے، لہٰذا اس کلام کو کلام الٰہی مان لو۔

یہاں پر ایک دوسری جہت سے بھی قرآن کریم کا اعجاز بیان کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ حروف مقطعات میں جو محاسن وکمالات جمع ہیں وہ کسی امی کے بس کی بات ہی نہیں، اس کے باوجود یہ حروف مقطعات ایک نبی امی کی زبان سے ادا ہورہے ہیں تو اس واضح مطلب ہے یہ کلام امی لقب پیغمبر کا نہیں، بلکہ ان کے رب کا ہے۔

حروف مقطعات کے محاسن وکلمات کو علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے سورہ بقرہ کے شروع میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، قاضی بیضاوی صاحب کے بیان کے مطابق قرآن کریم کی سورتوں کے شروع میں انتیس حروف تہجی میں سے چودہ حروف کو بطور حروف مقطعات کے بیان کیا گیا ہے، اور حروف کا انتخاب اتنا زبردست ہے کہ علم تجوید اور علم نحو کی روشنی میں حروف کی جتنی قسمیں بنتی ہیں ہر قسم سے تقریبًا نصف مقدار حروف مقطعات میں شامل ہے، اور یہ ایسا حیرت انگیز انتخاب ہے کہ یہاں تک کسی قادر الکلام ادیب کی رسائی نہیں ہوسکتی، چہ جائیکہ کسی امی کی رسائی ہو، اس کے باوجود امی لقب پیغمبر نے ان حروف مقطعات کو (جن کی تعداد نصف حروف تہجی کو پہنچتی ہے، اور ہر قسم کے حروف کے نصف مقدار کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے) پڑھ کر سنایا تو معمولی عقل رکھنے والا انصاف پسند انسان یہی کہے گا کہ یہ کلام کسی بندے کا نہیں ہوسکتا، بلکہ رب العالمین ہی کا ہوگا، اس طرح یہ حروف مقطعات قرآن مجید کا اعجاز بتانے کے لیے لائے گئے ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر مقامات پر حروف مقطعات کے معا بعد قرآن اور آیات قرآن کا ذکر ہوتا ہے، مثلاً سورہ بقرہ میں ہے:

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ۝ [البقرة 1-2]

سورہ رعد میں ہے:

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔[الرعد 1]

اسی طرح دیگر سورتوں میں بھی ہے، حروف مقطعات کے ساتھ قرآن کی عظمتوں کا ذکر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ یہ حروف در اصل اعجاز قرآن کو بتانے ہی کے لیے لائے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ حروف مقطعات کے تحت کتب تفاسیر میں ذکر کیے گئے اقوال میں سب سے صحیح قول پہلا اور آخری معلوم ہوتا ہے، واللہ تعالی أعلم۔ ❊❊❊

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

از: مبارک حسین مصباحی

(١٤)- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ يَزِيدَ، - وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ - عَنْ أَبِي حَازِمٍ الأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا " . قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا . قَالَ " فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً " . قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا . قَالَ " فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِينًا " . قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا . قَالَ " فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا " . قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ إِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ " .

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے آج کسی شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے آج کسی شخص نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص میں یہ اوصاف جمع نہیں ہوں گے مگر وہ شخص جنتی ہوگا۔

(١٥)- حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالاَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً لَهُ قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ الْبَقَرَةُ فَقَالَتْ إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا وَلَكِنِّي إِنَّمَا خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ " . فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ . تَعَجُّبًا وَفَزَعًا . أَبَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " فَإِنِّي أُومِنُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ " . قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " بَيْنَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي حَتَّى اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَهُ مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي" فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " فَإِنِّي أُومِنُ بِذَلِكَ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ " .

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص گائے پر بوجھ لاد کر ہانک رہا تھا، گائے نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا میں اس لیے پیدا نہیں کی گئی، البتہ مجھے کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لوگوں نے تعجب سے کہا سبحان اللہ اور خوف زدہ ہو کر کہا کیا گائے نے کلام کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لاتے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا اس پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ایک بکری اٹھا کر لے گیا، چرواہے نے اس کو ڈھونڈا اور اس سے بکری کو چھڑا لیا، بھیڑیے نے مڑ کر کہا درندوں کے دن جب میرے سوا اور کوئی چرواہا نہیں ہوگا اس دن اس کو کون چھڑائے گا؟ لوگوں نے کہا سبحان اللہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں، ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لاتے ہیں۔

(١٦)- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ، خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِهَذَا الإِسْنَادِ . قِصَّةَ الشَّاةِ وَالذِّئْبِ وَلَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْبَقَرَةِ .

ترجمہ: امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں بکری اور بھیڑیے کا ذکر ہے اور گائے کا ذکر نہیں ہے۔

(١٧)- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، كِلاَهُمَا عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي، هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . بِمَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَفِي حَدِيثِهِمَا ذِكْرُ الْبَقَرَةِ وَالشَّاةِ مَعًا وَقَالاَ فِي حَدِيثِهِمَا " فَإِنِّي أُومِنُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ " وَمَا هُمَا ثَمَّ .

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی، یہ روایت بھی حسب سابق ہے، اور اس میں ہے آپ نے فرمایا کہ میں اور

ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ وہ دونوں اس جگہ موجود نہیں تھے۔

(۱۸)- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ، بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ، كِلاَهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

ترجمہ: امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ذکر کی۔

اب ہم ذیل میں چند احادیث جامع صحیح بخاری کتاب الاذان سے نقل کرتے ہیں۔

(۱۹)- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ الأَسْوَدُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ - رضى الله عنها - فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلاَةِ وَالتَّعْظِيمَ لَهَا، قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَأُذِّنَ، فَقَالَ " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ". فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ، فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ " إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ". فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى، فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ، فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ. قِيلَ لِلأَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلاَتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهِ نَعَمْ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الأَعْمَشِ بَعْضَهُ. وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا.

ترجمہ: حضرت اسود بن یزید نخعی نے کہا کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم نے نماز میں ہیشگی اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الموت میں جب نماز کا وقت آیا اور اذان دی گئی تو فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس وقت آپ ﷺ سے کہا گیا کہ ابوبکر بڑے نرم دل ہیں۔ اگر وہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز پڑھانا ان کے لیے مشکل ہو جائے گی۔ آپ ﷺ نے پھر وہی حکم فرمایا، اور آپ ﷺ کے سامنے پھر وہی بات دہرا دی گئی۔ تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو بالکل یوسف کی ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو۔ (کہ دل میں کچھ ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہو) ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آخر ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر باہر تشریف لے گئے۔ گویا میں اس وقت آپ ﷺ کے قدموں کو دیکھ رہی ہوں کہ تکلیف کی وجہ سے زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن حضور ﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔ پھر ان کے قریب آئے اور بازو میں بیٹھ گئے۔ جب اعمش نے یہ حدیث بیان کی، ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتدا کی اور لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کی؟ حضرت اعمش نے سر کے اشارہ سے بتلایا کہ ہاں۔ ابوداؤد طیالسی نے اس حدیث کا ایک ٹکڑا شعبہ سے روایت کیا ہے اور شعبہ نے اعمش سے اور ابومعاویہ نے اس روایت میں یہ زیادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بیٹھے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲۰)-عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ وسلم فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ". قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. قَالَ " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ " فَعَادَتْ فَقَالَ " مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ ". فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ وہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے لئے نماز پڑھانا مشکل ہو گا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کہی۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں، تم لوگ صواحب یوسف (زلیخا) کی طرح (باتیں بناتی) ہو۔ آخر

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بلانے آیا اور آپ نے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی نماز پڑھائی۔

(۲۱)- عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ - رضی الله عنها - أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ ". قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَهْ، إِنَّكُنَّ لأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ ". فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا.

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے روتے وہ (قرآن مجید) سنا نہ سکیں گے، اس لیے آپ عمر رضی اللہ عنہ سے کہئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ بھی کہیں کہ اگر ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو روتے روتے لوگوں کو (قرآن) نہ سنا سکیں گے۔ اس لیے عمر رضی اللہ عنہ سے کہئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی طرح کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ تم صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بھلا مجھ کو کہیں تم سے بھلائی پہنچ سکتی ہے؟

(۲۲)- أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الأَنْصَارِيُّ - وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلاَةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا، وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ إِلَى الصَّلاَةِ، فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَتِمُّوا صَلاَتَكُمْ، وَأَرْخَى السِّتْرَ، فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ.

ترجمہ: انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ کی پیروی کرنے والے، آپ کے خادم اور صحابی تھے، حضور ﷺ کے مرض وصال نماز پڑھاتے تھے۔ پیر کے دن جب لوگ نماز میں صف باندھے کھڑے ہوئے تھے تو حضور ﷺ حجرہ کا پردہ ہٹائے کھڑے ہوئے، ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک (حسن و جمال اور صفائی میں) گویا مصحف کا ورق تھا۔ آپ ﷺ مسکرا کر ہنسنے لگے۔ ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہم سب آپ ﷺ کو دیکھنے ہی میں نہ مشغول ہو جائیں اور نماز توڑ دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر صف کے ساتھ آملنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے ہمیں اشارہ کیا کہ نماز پوری کرلو۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات اسی دن ہوگئی۔

(۲۳)- عَنْ أَنَسٍ، قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ ثَلاَثًا، فَأُقِيمَتِ الصَّلاَةُ، فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ، فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وَضَحَ لَنَا، فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ، وَأَرْخَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ، فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ.

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ (ایام بیماری میں) تین دن تک باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ہی دنوں میں ایک دن نماز قائم کی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے کو تھے کہ نبی کریم ﷺ نے (حجرہ مبارک کا) پردہ اٹھایا۔ جب حضور ﷺ کا چہرہ مبارک دکھائی دیا۔ تو آپ ﷺ کے روئے پاک و مبارک سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ (قربان اس حسن و جمال کے) پھر آپ ﷺ نے ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کے لیے اشارہ کیا اور آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا اور اس کے بعد وفات تک کوئی آپ ﷺ کو دیکھنے پر قادر نہ ہو سکا۔

(۲٤)- عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلاَةِ فَقَالَ " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ". قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ. قَالَ " مُرُوهُ فَيُصَلِّي " فَعَاوَدَتْهُ.

قَالَ " مُرُوهُ فَيُصَلِّي، إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ ". تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ عُقَيْلٌ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

ترجمہ: حمزہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب رسول کریم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آپ ﷺ سے نماز کے لیے کہا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر رقیق دل کے آدمی ہیں۔ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو بہت رونے لگتے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان ہی سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ دوبارہ انہوں نے پھر وہی عذر دہرایا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ان سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ تم تو بالکل صواحب یوسف کی طرح ہو۔ اس حدیث کی متابعت محمد بن ولید زبیدی اور زہری کے بھتیجے اور اسحاق بن یحییٰ کلبی نے زہری سے کی ہے اور عقیل اور معمر نے زہری سے ، انہوں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے ، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ سے ۔

(۲۵)- عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ، فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ. قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ أَبِي بَكْرٍ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں حکم دیا کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ اس لیے آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے ۔ عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے آپ کو کچھ ہلکا پایا اور باہر تشریف لائے ۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے ۔ انھوں نے جب حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا، لیکن حضور ﷺ نے اشارے سے انہیں اپنی جگہ قائم رہنے کا حکم فرمایا۔ پس رسول کریم ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھ گئے ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے ۔

(۲۶)- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلاَةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ فَأُقِيمَ قَالَ نَعَمْ. فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلاَةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ ـ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لاَ يَلْتَفِتُ فِي صَلاَتِهِ ـ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ ـ رضى الله عنه ـ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ " يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ ". فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لاِبْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ مَنْ رَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلاَتِهِ فَلْيُسَبِّحْ، فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ".

ترجمہ: سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف میں (قبا میں) صلح کرانے کے لیے گئے، پس نماز کا وقت آ گیا۔ مؤذن نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے ۔ میں تکبیر کہوں ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے ۔ آپ ﷺ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں پہنچے۔ لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا (تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی آمد پر آگاہ ہو جائیں) لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے ۔ جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔ (کہ نماز پڑھائے جاؤ) لیکن انھوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو امامت کا اعزاز بخشا، پھر بھی وہ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں شامل ہو گئے ۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر جب میں نے آپ کو حکم دے دیا تھا پھر آپ ثابت قدم کیوں نہ رہے ۔ حضرت ابوبکر رضی

اللہ عنہ بولے کہ ابوقحافہ کے بیٹے (یعنی ابوبکر) کی یہ حیثیت نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھا سکیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عجیب بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ تم لوگ بکثرت تالیاں بجا رہے تھے۔ (یاد رکھو) اگر نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے جب وہ یہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔

(٢٧)- عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا لَهُ وَزِيْرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَ وَزِيْرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَأَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيْلُ وَمِيكَائِيْلُ، وَأَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.وَقَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ.

(أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب عن رسول الله ﷺ، باب: في مناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما كليهما، 5 / 616)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ سو آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر، جبرئیل و میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(٢٨)- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَآي أَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ فَقَالَ: هَذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. (الترمذي في السنن، كتاب: المناقب عن رسول الله ﷺ، باب: في مناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما كليهما، 5 / 613)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا: یہ دونوں (میرے لئے) کان اور آنکھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(٢٩)- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ أُحُدًا، وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ، وَشَهِيْدَانِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ. (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: فضائل الصحابة، باب: قول النبي ﷺ: لو كنت متخذا خليلا، 3 / 1344)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، اچانک پہاڑ اُن کے (آنے کی خوشی کے) باعث (جوشِ مسرت سے) جھومنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے احد! ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(٣٠)- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي الله عنهما: هَذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ إِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ. (أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب عن رسول الله ﷺ، باب: في مناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما كليهما، 5 / 610)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے علاوہ اوّلین و آخرین میں سے تمام عمر رسیدہ جنتیوں کے سردار ہیں۔

(٣١)- عَنْ نُسَيْرِ بْنِ ذُعْلُوْقٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما يَقُوْلُ: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَهُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

(أخرجه ابن ماجه في السنن، المقدمة، باب: فضل أهل بدر، 1 / 57، الرقم: 162)

ترجمہ: حضرت نسیر بن ذعلوق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کو برا مت کہو، کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں گزرا ہوا ان کا ایک ایک لمحہ تمہاری زندگی بھر کے (اعمال) سے بہتر ہے۔

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب احادیث نبویہ میں کثیر ہیں، ان سب کو ایک مضمون میں جمع کرنا مشکل ہے۔ سرِ دست ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☼☼☼

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

کیا شیئر مارکیٹ کے جواز کا کوئی حکم ہے؟

السلام علیکم، حضور !اس طرح کے چند ویڈیوز ہمارے سنی مفتیان کرام اور علمائے کرام کے یوٹیوب پر موجود ہیں جن سے عوام کنفیوژن کا شکار ہیں۔ ایسے تو شیئر مارکیٹ ناجائز ہے مگر کیا اس میں کوئی جواز کا پہلو نکل سکتا ہے؟

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداو مصلیا و مسلما

عدم جواز کی وجہ سود ہے اور شیئر بازار میں کاروبار سے ممانعت کی اصل بنیاد بھی یہی ہے۔ ورنہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ مال، حرام ہو مثلاً خنزیر یا خمر یا مردار ہو تو اس کا کاروبار مسلمان کے لیے حرام ہے اور مال حلال ہو مثلاً بکری، شربت یا مذبوح مرغ وغیرہ ہو تو اس کا کاروبار حلال ہے، ساری دنیا میں مسلمانوں کا عمل اس پر ہے اور یہ سب کو معلوم بھی ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔

شیئر کمپنی تین طرح کے معاملات کے پہیے پر گردش کرتی ہے:

•ایکوٹی شیئر •پریفرینس شیئر •قرض تمسکات

ان میں پریفرینس شیئر اور قرض تمسکات تو سودی ہی ہوتے ہیں کہ ان معاملات کی بنیاد میں سود داخل ہے، اور ایکوٹی شیئر میں سود تو نہیں ہوتا، لیکن اس کے شیئر ہولڈرس جو کمپنی کے مالکان ہوتے ہیں وہ قرض تمسکات والوں اور پریفرینس شیئر داروں کے سود اپنے ملازمین کے ذریعہ ادا کرتے ہیں اور یہ بلاشبہ حرام ہے، اس لیے ہم اس سے بچنے کا حکم دیتے ہیں، اور جب تک سود سے یہ آلودگی پائی جائے گی حرمت کا حکم برقرار رہے گا جیسا کہ کتاب وسنت کے نصوص میں اس کا ذکر واضح الفاظ میں ہے۔

ایسا نہیں کہ متاع خرید وفروخت کی وجہ سے اس سے بچنے کا حکم ہو، وہ تو سب جانتے ہیں کہ متاع حرام ہے تو معاملہ حرام ہے اور متاع حلال ہے تو معاملہ حلال ہے، مثلاً چاول، آٹا، دال، سبزی وغیرہ حلال اشیا کا کاروبار اصالۃً جائز ہے تو وہ جائز ہی ہے، وہ کیوں حرام ہوگا اور کوئی بھی صاحب علم اسے کیوں حرام کہے گا، کیا جب کوئی محقق وقت بتائے گا تب دنیا اسے حلال سمجھے گی، مطلقاً ممنوع ہونے کی اصل وجہ وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ اس میں میری نگاہ میں جواز کا کوئی گوشہ نہیں۔

اگر کوئی صاحب علم اس میں جواز کا کوئی گوشہ بتائیں، یا یہ واضح فرمائیں کہ کمپنی کا طریق کار بدل کر اسے سود کی آلودگی سے پاک کر دیا گیا ہے تو ضرور ایکوٹی شیئر کے جواز کا حکم ہوگا جب کہ متاع حلال ہو مگر ہمیں اب تک ان دونوں باتوں سے آگاہی نہیں ہوسکی، ممکن ہے کسی صاحب اطلاع کو معلوم ہو۔ واللہ تعالی اعلم۔

شیئر مارکیٹ میں انویسٹ کرنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ: شیئر مارکیٹ میں انویسٹ کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب رقم فرمائیں، اور عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب الملفوظ:بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیئر مارکیٹ میں روپئے انویسٹ کرنا ناجائز ہے اور حکم شرعی یہی ہے کہ اس میں تجارت سے، شرکت سے، پارٹنرشپ سے بچا جائے؟ کیوں کہ اس میں سود سے آلودہ ہونا پڑتا ہے اور سود سے آلودہ ہونا، سود دینا، لینا یہ ناجائز ہے۔ تحقیق و تفصیل میری کتاب "شیئر بازار کے مسائل" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شیئر مارکیٹ سے متعلق ایک شبہ اور اس کا ازالہ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے ذہن میں شیئر مارکیٹ کے تعلق سے ایک شبہ ہے کہ جو کمپنی کے مالکان ہیں جیسے بینکوں سے سودی معاملات جائز ہیں جن کمپنی کے مالکان غیر مسلم ہیں تو ان بینکوں سے سود جائز ہے۔ اسی طرح جو کمپنی ہے ٹاٹا وغیرہ ان کمپنیوں کے مالکان عام طور سے غیر مسلم ہوتے ہیں تو جب

ان کمپنیوں کے مالکان غیر مسلم ہیں توان کے ساتھ شیئر کرنا، ان کے شیئر خریدنا اور نفع لینا غیر مسلم سے تو یہ بھی جائز ہونا چاہیے، ہماری عقل وہاں تک نہیں پہنچ رہی ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلم اور کافر کے درمیان ربا اور سود ہے نہیں تو پھر شیئر مارکیٹ میں یہ ناجائز سود کو معیار بناکر کے قرار دیا گیا ہے اس کی وضاحت فرمادیں۔ کرم ہوگیا۔

الجواب الملفوظ: بسم اللہ الرحمن الرحیم

بینک میں جو لوگ روپے جمع کرتے ہیں وہ بینک کے مالک نہیں ہوتے وہ بینک کے کھاتے دار ہوتے ہیں۔ بینک کا مالک کوئی اور ہوتا ہے تو کھاتے دار کا حکم الگ ہے۔ شیئر دار کا حکم الگ ہے۔ کھاتے دار بینک کا مالک نہیں ہوتا اور شیئر دار مالک ہوتا ہے، یہ ہے دونوں میں فرق۔ شیئر دار جب کمپنی کا مالک ہے تو جہاں ہزاروں اس میں غیر مسلم ہیں وہاں ہزاروں یا کم از کم سیکڑوں مسلم بھی ہیں اور یہ سب کی سب اپنے ترجیح حصص والوں کو سود دیتے ہیں اور پریفرنس شیئر والے مسلم بھی ہوسکتے ہیں تو اس کا حاصل ہوا کہ مسلم نے مسلم کو سود دیا اور مسلم مسلم کو سود دے یہ جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ لیکن بینک والے مسئلہ میں ایسا کبھی لازم نہیں آتا ہے کہ مسلم نے مسلم کو سود دیا کیوں کہ یہاں مالک نہیں ہے یہ تو صرف کھاتے دار ہے۔ یہ دائن ہے اور بینک مدیون ہے اور شیئر والے مسئلہ میں دائن اور مدیون کی بات نہیں ہے۔ مگر ایکوٹی شیئر والے سب کی سب کمپنی کے اصل مالکان ہیں جن میں مسلم بھی ہیں اور غیر مسلم بھی۔ اب پریفرنس شیئر جو لوگ لیں گے جو اپنی حقیقت کے لحاظ سے سود اور قرض کا معاملہ ہے ان میں بھی مسلم و غیر مسلم ہوں گے تو پھر وہی لازم آئے گا کہ مسلم نے مسلم کو سود دیا۔ مسلم نے مسلم سے سود لیا تو مسلمان کا مسلمان سے سود دینا لینا حرام و گناہ ہے تو یہ فرق ہے کھاتے داروں میں اور شیئر داروں میں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

عقیدۂ نبوت سے متعلق ایک مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ:

ایک مقرر صاحب نے دوران تقریر اس طرح کے الفاظ کہے ہیں کہ کچھ انبیا پیدائشی نبی ہوتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کچھ انبیا ایسے ہوتے جن کو بعد میں نبوت ملی جسے حضرت یوشع بن نون کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت کرتے رہے پھر ان کو نبوت عطا ہوئی، پس جب مطالعہ کیا تو قرآن پاک میں جو میثاق کی آیت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔

قرآن حکیم میں ہے: وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ. تو اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ تمام انبیا پہلے ہی نبی ہوتے ہیں، پیدائشی نبی ہوتے ہیں، البتہ اعلانِ نبوت الگ الگ وقت پر ہوا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہی اعلان نبوت فرمادیا تھا۔ اور قرآن حکیم میں ہے: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ. اس آیت سے پتہ چلتا ہے۔

لیکن یہاں ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا تھا: وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ۔ هٰرُوْنَ اَخِی۔۔ تو ان کی دعا اللہ تعالی نے قبول فرمائی تھی، اللہ فرماتا ہے: وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کبھی کبھی کچھ انبیا کو بعد میں نبوت عطا کی گئی ہے۔ تو کیا اسی طرح ہے یا تمام انبیا پیدائشی نبی ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب الملفوظ: بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت سیدنا ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اعلانِ نبوت کا حکم ہوا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کی نبوت کسبی ہے۔ یہ اپنی جگہ پر حق ہے کہ نبوت وہبی ہے اور ولایت بھی وہبی ہے جس پر آپ کی نقل کردہ آیت کریمہ "وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ" گواہ ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم نے ان کو ہبہ کیا تو "وَهَبْنَا" کی اضافت اللہ تعالی نے اپنی طرف کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت وہبی ہے، کسبی نہیں ہے۔ اور "مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ" فرمایا "اپنی رحمت سے ہم نے ایسا کیا"۔ یہ نہیں ہے کہ "من دعاء موسیٰ" اس طرح کا کوئی لفظ نہیں کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یا موسیٰ علیہ السلام کے عرض کرنے سے نہیں، "مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ" فرمایا۔

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی یہ اپنی جگہ پر حق ہے مگر اللہ نے جو نبوت عطا فرمائی حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کو یہ محض اللہ کے فضل و رحمت سے ہے، یہاں کسب کو کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ علم الٰہی میں پہلے ہی سے نبی تھے، جیسا کہ تمام انبیائے کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوات والتسلیمات علم الٰہی میں پہلے ہی سے نبی اور رسول تھے مگر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کا علم نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور جو اللہ کے پہلے سے نبی تھے تو اللہ نے ان کی نبوت کو ظاہر فرما دیا، ان کی نبوت کو ظاہر کر دینا جو پہلے سے علم الٰہی میں تھا، اسی اظہار کا نام قبول ہو گیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے "وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ" فرمایا کہ سب کچھ اللہ کی رحمت سے ہوا۔ اور قبول دعا کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ پہلے سے نبی تھے مگر اس کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ آپ نے قبولیت دعا کے طور پر ان کی نبوت کا اظہار فرمایا۔

حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کی برکت سے ان کو نبوت نہیں ملی ہے۔ نبوت کسبی نہیں ہے بلکہ وہ بھی اللہ کی رحمت عالیہ اور اس کا فضل ہے۔ مزید مذکورہ آیات کی تفسیر آپ تحقیق کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

یہ اپنی جگہ مسلّمات میں سے ہے کہ انبیا کی نبوت، مرسلین عظام کی رسالت اور اولیاء اللہ کی ولایت یہ سب وہبی ہیں، ان میں سے کوئی کسبی نہیں ہے، ہاں بظاہر کہیں مجاہدہ نظر آتا ہے کہ اولیاء اللہ مجاہدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ولایت عطا فرماتا ہے۔ لیکن مجاہدہ سبب نہیں ہے اور یہ کسب نہیں ہے ولایت کے لیے۔ بس یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور اپنے فضل خاص سے انھیں ولایت دے دیتا ہے۔

انبیاے کرام کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے اپنی رحمت سے نبوت دے دیتا ہے اس میں کسی کے بھی کسب کا دخل نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ حاکم حقیقی ہے۔ اللہ حاضر کہنا کیسا ہے؟

اللہ نے موجودہ کافروں کو گزشتہ کافروں پر قیاس فرمایا۔ تفسیر ہود 11/ آیت:109۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی۔ (صحیح ہے)

اللہ حاضر، یہ کہنا درست ہے؟ کیا اسماے حسنیٰ میں حاضر کا لفظ آیا ہے؟

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

(1) ان الحکم الا للہ (القرآن الحکیم) حاکم محض اللہ ہے۔

جب حاکم حقیقی اللہ ہے تو وہ جو چاہے حکم جاری کرے وہاں قیاس کا گزر نہیں، قیاس تو بندے کرتے ہیں اور انھیں مسکوت عنہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے اس کی حاجت پیش آتی ہے البتہ بندوں کی تعلیم و تفہیم کے لیے وہ امثال و تشبیہات ذکر کرتا ہے، یہ اس کا قیاس نہیں بلکہ بندوں کو عبرت دلانے اور سمجھانے اور جو حکم معلوم نہ ہو اس کو مشبہ و مشبہ بہ کے ذریعے سمجھنے کے لیے رہنمائی ہے۔ اصول فقہ میں قیاس کا جو مفہوم معروف ہے اس کا اس کی بارگاہ میں کیا گزر۔

میرے پاس تفسیر نعیمی نہیں ہے اور علالت کی وجہ سے مدرسہ جانا بھی کم ہوتا ہے اس لیے تفسیر نعیمی کی عبارت میرے پیش نظر نہیں آسکی تو میں اس کا حکم کیا لکھوں جب کبھی اس طرح کا سوال کرنا ہو تو پوری عبارت حوالے کے ساتھ بھیجنی چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم۔

(2) اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنا مناسب نہیں اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کو شہید و بصیر سے یاد کرنا چاہیے، یہ دونوں اسماے حسنیٰ سے ہیں اور حاضر و ناظر اسماے حسنی سے نہیں۔ اس بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے ایک مختصر فتوے میں بڑی جامع بات کہی ہے جو بجاے خود قول فیصل بھی ہے، اسے ملاحظہ کریں امام موصوف فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے اسے حاضر و ناظر نہ کہنا چاہیے، یہاں تک کہ بعض علما نے اس پر تکفیر کا خیال فرمایا اور اکابر کو اس کی نفی کی حاجت ہوئی، مجموعہ علامہ ابن وہبان میں ہے، ویا حاضر و ناظر لیس بکفر، جو ایسا کہتا ہے خطا کرتا ہے بچنا چاہیے، و اللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج:6، ص:157، کتاب السیر، سنی دارالاشاعت)۔

واللہ تعالی اعلم۔

مسجد کا پیسہ عید گاہ میں لگانا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ:

مسجد کے لیے دو لاکھ اکٹھا ہیں اور مسجد میں کوئی کام نہیں ہے تو کیا مسجد کا پیسہ عید گاہ میں ٹرانسفر کیا جا سکتا ہے؟ یعنی عید گاہ میں لگایا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب الملفوظ: بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسجد کا پیسہ عید گاہ میں لگانا جائز نہیں ہے نہ تو قرض کے طور پر اور نہ ہی ہبہ و تملیک کے طور پر۔ شامی وغیرہ میں یہ جزئیہ موجود ہے:

لا یجوز نقله ولا نقل ماله الی مسجد آخر.

مسجد کا سامان اور اس کا مال دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں، تو عید گاہ میں منتقل کرنا بدرجۂ اولی ناجائز ہوگا۔

عالمگیری وغیرہ میں یہ جزئیہ موجود ہے، کہ مسجد کی چٹائی عید گاہ

کو عاریت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔ عاریت کا مطلب کہ عید گاہ میں لے کر گئے، بچھائے، نماز پڑھی پھر مسجد کو واپس کر دیا۔ یہ جائز نہیں ہے۔ تو مسجد کا دولاکھ روپیہ عید گاہ کو دے دینا یہ بدرجہ اولیٰ ناجائز و گناہ ہے۔ اس سے بچا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پھٹے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

کچھ لوگ پھٹے ہوئے پاجامہ (پینٹ) وغیرہ پہنتے ہیں اور اس طرح کے کپڑے پہن کر نماز پڑھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز میں اعضائے عورت کا چھپانا فرض ہے۔ یہ کل نو اعضا ہیں جن کی تفصیل عن قریب آرہی ہے۔

جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا تو نماز ہو جائے گی اور اگر چوتھائی عضو تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی اور اگر قصداً کھولا تو تھوڑی دیر کھلے رہنے سے بھی نماز نہیں ہوگی۔ بہار شریعت کے درج ذیل مسائل سے یہ احکام عیاں ہوتے ہیں:

"مسئلہ 26: جن اعضا کا ستر فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہوگئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا، جب بھی ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا، یا بالقصد کھولا، اگرچہ فوراً چھپا لیا، نماز جاتی رہی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ 27: اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے، یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا، تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ 28: اگر چند اعضا میں کچھ کچھ کھلا رہا کہ ہر ایک اس عضو کی چوتھائی سے کم ہے، مگر مجموعہ ان کا اُن کھلے ہوئے اعضا میں جو سب سے چھوٹا ہے، اس کی چوتھائی کی برابر ہے، نماز نہ ہوئی، مثلاً عورت کے کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھلا رہا تو مجموعہ دونوں کا کان کی چوتھائی کی قدر ضرور ہے، نماز جاتی رہی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)"

اعضائے عورت کی تفصیل بہار شریعت میں اس طرح ہے:

مرد میں اعضائے عورت نو ہیں، آٹھ علامہ ابراہیم حلبی و علامہ شامی و علامہ طحطاوی وغیرہم نے گنے۔ (1) ذکر مع اپنے سب اجزا، حشفہ و قصبہ و قلفہ کے۔ (2) انثیین یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں، ان میں فقط ایک کی چوتھائی کھلنا مفسد نماز نہیں۔ (3) دبر یعنی پاخانہ کا مقام۔ (4، 5) ہر ایک سرین جدا عورت ہے۔ (6، 7) ہر ران جدا عورت ہے۔ چڑھے سے گھٹنے تک ران ہے۔ گھٹنا بھی اس میں داخل ہے، الگ عضو نہیں، تو اگر پورا گھٹنا بلکہ دونوں کھل جائیں نماز ہو جائے گی کہ دونوں مل کر بھی ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچتے۔ (8) ناف کے نیچے سے، عضو تناسل کی جڑ تک اور اس کے سیدھ میں پشت اور دونوں کروٹوں کی جانب، سب مل کر ایک عورت ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ نے یہ تحقیق فرمائی کہ (9) دبر و انثیین کے درمیان کی جگہ بھی، ایک مستقل عورت ہے اور ان اعضا کا شمار اور ان کے تمام احکام کو چار شعروں میں جمع فرمایا۔

ستر عورت بمرد نہ عضو است	از تہِ ناف تا تہِ زانو
ہر چہ ربعش بقدر رکن کشود	یا کشودی دمے نماز مجو
ذکر و انثیین و حلقہ پس	دو سرین ہر فخذ بہ زانوئے او
ظاہرؐ افصل انثیین و دبر	باقی زیر ناف از ہر سو

(بہار شریعت حصہ سوم)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کے وقت کمایا گیا مال حرام ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ جس نے نماز کے وقت کمایا تو نماز کے وقت کمانا حرام ہو گا یا نہیں ہو گا، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ شریعت میں ہے یا نہیں کہ نماز کے وقت کمائے گا وہ حرام ہو گا یا نہیں ہو گا؟

الجواب الملفوظ: بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز کے وقت میں نماز چھوڑ دینا، جماعت چھوڑ دینا یہ حرام و ناجائز و گناہ ہے اور نماز سے، جماعت سے غافل ہو کر اس سے دور ہو کر، تجارت میں مشغول رہنا ناجائز ہے، یعنی یہ فعل اور یہ کام ناجائز ہے لیکن مال پاک ہے جب کہ وہ بجائے خود پاک ہو تو رزق ناپاک نہیں ہے وہ حلال ہے اور طیب ہے، وہ جائز ہے، اور جو کام کیا نماز کے وقت میں، نماز چھوڑ دی، یہاں تک کہ وہ وقت چلا گیا یا جماعت چھوڑ دی یہاں تک کہ جماعت چھوٹ گئی یہ حرام اور گناہ ہے، اس سے توبہ کرنا اور آئندہ احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اوراق مقدسہ کو ریزہ ریزہ کر کے کاغذ وغیرہ بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین (باقی ص: 48 پر)

فکر امروز

الحاد کی بڑھتی ہوئی رفتار ایک واہمہ

پٹیل عبدالرحمن مصباحی

ایک بات جسے بار بار ملحدین کی جانب سے تحریر و تقریر کے ذریعے الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل و ڈیجیٹل میڈیا کے پلیٹ فارم سے بار بار دہرایا جاتا ہے یہ ہے کہ انسان آج جب کہ اپنی قوت تخلیق سے آگاہ ہوا ہے اور نئے دور کی ایجادات نے اسے خدا کا وجود ماننے سے بے نیاز کرتے ہوئے اپنی ذات پر انحصار اور اپنی صلاحیت پر اعتماد بخشا ہے؛ ایسے میں مذہب کے نام پر کھڑی کی گئی وہ تمام دیواریں منہدم ہوتی جا رہی ہیں جو انسان کو مخصوص معتقدات، اعمال اور اخلاقیات کا پابند کرتی تھیں۔ جیسے جیسے انسان ترقی کرتا جا رہا ہے ویسے ویسے وہ الحاد کی معقولیت کا قائل ہو کر یا الحاد کی معقول توجیہات سے متاثر ہو کر مذہب کا دامن چھوڑتا جا رہا ہے۔ یہ بات مسلسل دہرائی جا رہی ہے کہ الحاد اپنی نوعیت میں بہت معقول (Rational)، مذہب کا بہتر متبادل اور انسان کے لیے تسکین کا باعث ہونے کی وجہ سے مسلسل اپنا دائرہ وسیع کر رہا ہے اور انسان زیادہ سے زیادہ تعداد میں الحاد کی طرف مائل ہو کر اسے قبول کر رہے ہیں۔

یہاں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ ملحدین یا ان کے معاونین کے اِس قسم کے دعووں میں کس حد تک سچائی ہے؟ کیا واقعی الحاد کی معقولیت نے دنیا کی بڑی آبادی کو اپنے سحر میں لے کر مذہب سے بے نیازی کا خواب دکھایا ہے؟ یا پھر یہ ایک قسم کا واہمہ (Delusion) ہے جسے مسلسل ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کے ذہن میں ڈال کر انہیں مرعوب کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ اپنی مذہبی اہمیت کا اندازہ نہ لگا سکیں اور ایک خاص قسم کے پروپیگنڈا کا شکار ہو کر الحاد کو بطور معقول نظریہ نہیں تو فیشن سمجھ کر ہی قبول کر لیں؟

اِس سلسلے میں موجودہ حالات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ دنیا بھر کے مختلف ممالک میں الحاد کے بڑھنے میں اس کی معقولیت سے زیادہ اس کے فریب کا دخل ہے۔ بلکہ سرے سے جدید الحاد کی تحریک میں معقولیت ہے ہی نہیں، صرف خواہشات کی پیروی پر ابھارنے اور تشہیری پروگینڈوں پر جدید الحاد کی یہ پوری عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ آج کے انسان کو اس کی نجی مصروفیات میں قید کر کے کسی بھی قسم کی حقیقی معلومات سے آشنا ہونے سے روک دیا گیا ہے۔ ایسے میں جو کچھ بھی تشہیری مہم کے ذریعے اسے باور کرا دیا جائے وہی وہ مانتا چلا جاتا ہے۔ اسے اصطلاحی زبان میں Mind Programming کہتے ہیں۔

مائنڈ پروگرامنگ اور زمینی حقیقت:

ایسی کسی بھی مائنڈ پروگرامنگ سے ہٹ کر زمینی حقائق پر نظر ڈالی جائے تو ملحدین کے Rational افکار کے سبب مقبول ہونے کے سارے بلند بانگ دعووں کا کھوکھلا پن اور ان کی سطحیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ 2001ء میں شروع ہونے والی جدید الحاد کی تحریک کا صرف پانچ سال کے اندر اندر کیا حشر ہوا اس کا اندازہ ڈیوڈ ولسن کے درج ذیل تبصرہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ڈیوڈ ولسن خود ایک الحاد زدہ ارتقائی نظریہ کے حامیوں میں شمار کی جانے والی شخصیت ہے۔

6 نومبر 2015ء کو New Republic نے "Is the New Atheism dead?" کے عنوان سے ایک مقالہ شائع کیا ہے۔ جس میں David Sloan Wilson نے لکھا ہے:

"The world appears to be tiring of the New Atheism movement، which burst upon the scene about five years ago"

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دنیا جدید الحاد کی تحریک سے عاجز آ چکی ہے، جو تقریباً پانچ سال قبل منظر عام پر آئی تھی۔"

ڈیوڈ کی پوری عبارت یوں ہے:

The world appears to be tiring of the New Atheism movement، which burst upon the scene about five years ago with the so-called Four Horsemen: Sam Harris، Richard Dawkins، Daniel Dennett، and the late Christopher Hitchens. [David Wilson]

abdurrahmanpatel786@gmail.com

بلکہ اس سے آگے بڑھ کر خود وِلسن نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ عقلیت کے نام پر بپا کی گئی جدید الحاد کی یہ ساری چمک دمک ایک خام خیالی سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ جدید الحاد کے پاس چند مفروضوں کے علاوہ کوئی ایسی بات نہیں جسے معقول کہہ کر کسی کو اس کی طرف دعوت دی جا سکے۔ لہٰذا معقولیت کی وجہ سے الحاد کا دائرہ وسیع ہونا یہ ایک فریب ہے۔ وِلسن نے اسی مقالے میں مزید لکھا ہے:

How about the new atheism of our day? I wish I could report otherwise، but it has all the hallmarks of a stealth religion، including a polarized belief system that represents everything as good، good، good or bad، bad، bad، the unquestioned authority of its leaders، and even the portrayal of bad ideas as like demons (parasitic memes) that need to be cast out ("breaking the spell").

[David Wilson]

"آج کے جدید الحاد کی کیا حالت ہے؟ کاش! میں کچھ اور کہہ سکتا! مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا کا سارا جدید الحاد کا ڈھکوسلہ مذہب کی نقل کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ایک ایسا بگڑا ہوا نظریاتی نظام جس میں ایک طرف سب کچھ اچھا اچھا اور اچھا ہے جب کہ دوسری طرف سب کچھ برا برا اور برا ہے۔ ان کے لیڈرز کا کسی کو جواب دہ نہ ہونا اور ان کے بچکانہ شیطانی منصوبے ایسے ہیں جنہیں اٹھا کر پھینک دینا چاہیے۔"

یہ تو 21ویں صدی کے شروع میں دھوم دھام سے شروع کی گئی جدید الحاد کی تحریک کی صرف ابتدائی ناکامی کا حال تھا۔ اب ذرا مزید پانچ سال یعنی کہ ایک دہائی بعد کی صورت حال جیمس ووڈ کی زبانی سنیے اور سوچیے کہ زور و شور سے جس جدید الحاد کا آغاز ہوا تھا اور میڈیا جس کی دن دگنی رات چوگنی ترقی کے راگ الاپتے نہیں تھکتا، فروغِ الحاد کا وہ منصوبہ اپنی غیر معقولیت اور انسانی فطرت سے متصادم ہونے کے سبب ایک دہائی میں کہاں جا پہنچا اور اتنی مختصر سی مدت میں عقلیت کا سارا شور کیسے سرد پڑ گیا۔ جیمس نے اپنے مقالے The modern novel and the New Atheism میں لکھا ہے:

Now that almost a decade has passed since the events of 9/11، and the New Atheism has had time to establish itself as more than simply reactive، some of its intellectual and theological weaknesses have become more clearly apparent. (James wood)

"آج جب کہ 9/11 کے واقعے کو تقریباً ایک دہائی کا وقت گزر چکا ہے اور جدید الحاد نے اتنا وقت بھی پا لیا ہے جتنے میں عام طور پر کوئی بھی نظریہ اپنے آپ کو مستحکم کر لیتا ہے۔ اتنے عرصے میں جدید الحاد کی بہت سی عقلی اور نظریاتی (فلسفیانہ) کمزوریاں واضح طور پر سامنے آچکی ہیں۔"

یعنی مذہب کے خلاف عقلیت کے نام پر شروع کیے جانے والا جدید الحاد کا پروگرام دس سال کے عرصے میں ایسا Expose ہوا کہ اس کی معقولیت کی ساری مٹی پلید ہو گئی اور خود عقلیت زدہ روشن خیال لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ الحاد: احمقوں کی ایک فکری جنت کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اسی ضمن میں لیڈن کے فلسفیاتی ادارے (Leiden institute for Philosophy) کے لکچرار تھامس ویلس کی ایک بات بھی ملاحظہ کرتے چلیے۔ تھامس نے اپنے مقالے Why I am not Atheist? میں لکھا ہے:

The fundamental problem with all this is that the New Atheists have failed to break the intellectual chains of religion and haven't even realised it. (Why I am Not an Atheist by **Thomas Wells**)

"اس سب کے ساتھ سب سے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ جدید ملحدین مذہب کی معقولیت کا سلسلہ توڑنے میں ناکام رہے ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ انہیں اپنی ناکامی کا احساس بھی نہیں ہے۔"

ملحدین عقلیت کی بنیاد پر اپنا نظریہ پھیلانے میں کامیاب ہو رہے ہیں اِس فریب کے بادل؛ مذکورہ دلائل کی تیز ہوا سے چھٹ چکے ہیں اور مذہب کی معقولیت کا آسمان صاف نظر آنے لگا ہے۔ اب ذرا ایک اور مکر کا جالا صاف کرتے ہیں۔ **اپنی معقولیت کے علاوہ دوسری صفت جس پر ملحدین کو بڑا مان ہے وہ ہے الحاد کا متبادل ہونا یعنی کہ الحاد مذہب کا متبادل ہے۔** ان کے خیال میں جدید دور کا انسان مذہب کو

چھوڑنے کے بعد اپنی زندگی الحاد کے سائے میں اطمنان سے گزار سکتا ہے۔ **معقولیت کی حقیقت تو اوپر کھل چکی، اب ذرا متبادل ہونے کے زعم کی سطحیت بھی دیکھ لیجیے۔**

سائنس کے شعبے سے تعلق رکھنے والے آسٹریلیا کے مشہور صحافی ٹیم ڈن نے اپنے مقالے God is Dead Now What? میں لکھا ہے:

Abandoning religion، even with good cause، is not to be done lightly. So with what to replace it? Atheism? Unfortunately، Atheism is fundamentally a *negative* thesis: it simply states that there is no God or gods. Atheism doesn't make any *positive* claims about how to live one's life، except to say that to do so under the impression there's a God is to live in error.(God is dead now what by Team dean)

"مذہب کا انکار کرنا، اگرچہ اچھا بہانہ تراش کر کیا جائے، اتنا آسان نہیں ہے۔ کیوں کہ سوال یہ ہے کہ آپ مذہب کے متبادل کے طور پر کیا پیش کریں گے؟ الحاد؟ بدقسمتی سے الحاد ایک منفی نظریہ ہے۔ جو سادہ سے انداز میں یہ بتاتا ہے کہ کوئی خدا یا ماورائی طاقت نہیں ہے۔ الحاد کوئی ایسا مثبت پہلو نہیں رکھتا جو یہ بتاتا ہو کہ ایک فرد کو اپنی زندگی کیسے گزارنی چاہیے۔ وہ صرف یہ بتاتا ہے کہ خدا کے وجود کو مان کر گزاری جانے والی زندگی غلط ہے۔ (مگر صحیح زندگی کیسے گزارنی ہے اس کا کوئی جواب الحاد کے پاس نہیں)"

ٹیم ڈن نے مزید لکھا ہے:

Even if the so-called "New Atheists" are right، and all that's left of God is a chalk outline، that's far from the end of the story. Sadly، religion can't simply be surgically extracted from our lives، our culture and our society that easily. God's absence leaves a sizable void that needs to be filled by something. And atheism isn't it.

"فرض بھی کر لیا جائے کہ نام نہاد جدید ملحدین کی بات ٹھیک ہے اور خدا کے ہاتھ خالی ہیں تب بھی بات یہاں ختم نہیں ہوتی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مذہب کو آسانی سے دھکے مار کر ہماری زندگیوں سے نہیں نکالا جا سکتا، نہ ہی ہماری تہذیب سے، نہ ہی ہمارے معاشرے سے۔ خدا کی غیر حاضری (اس کے وجود کا انکار) ہمارے لیے ایک ایسا خلا پیدا کر دے گی جس کو پر کرنا لازم ہو گا۔ اور سچ یہ ہے کہ الحاد میں ایسی کوئی صلاحیت نہیں کہ وہ اس خلا کو پر کر سکے۔"

"الحاد ایک معقول نظریہ ہے اور وہ مذہب کا متبادل بن سکتا ہے، اسی لیے الحاد کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے" یہ بات کتنی سچ ہے اور کتنی جھوٹ یہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ **دونوں جہت سے قلعی کھل جانے کے بعد بھی اگر کوئی ملحد یہ سوچ کر خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ ہم نے انسانوں کو الحاد کے ذریعے ایک پر سکون زندگی دی ہے جس میں انسان ذہنی و قلبی بے چینی سے نجات پا لیتا ہے۔ اسی سکون کی طلب میں نئی دنیا کا انسان الحاد کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔** تو جان لینا چاہیے کہ یہ خالص خوش فہمی ہے جس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔ پھر بھی تسکینِ قلبِ ملحد کے لیے ذرا اِس خوش فہمی کا بھی نقاب ہٹاتے ہیں اور الحاد کے چہرے پر ایک اور بد نما داغ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کیمبرج سے وابستہ سماجی مسائل پر کام کرنے والے فل زکرمین نے اپنے ایک سروے کی رپورٹ میں لکھا ہے:

In a global study on atheism، sociologist Phil Zuckerman noted that though there are positive correlations with societal health in many countries where the atheist population is significantly high، countries with higher number of atheists also had the highest suicide rates compared to countries with lower numbers of atheists.{Zuckerman، Phil (2007). Martin، Michael (ed.). The Cambridge Companion to Atheism. Cambridge Univ. Press. pp. 58}

"الحاد سے متعلق ایک عالمی رپورٹ میں سماج وادی فل زکرمین نے واضح کیا ہے کہ بہت سے وہ ممالک جہاں ملحدین کی تعداد زیادہ مقدار میں ہے وہاں اگرچہ سماجی زندگی کا معیار بلند ہے، مگر ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جن ممالک میں ملحدین کی تعداد زیادہ ہے وہاں ان ممالک کی بنسبت جہاں ملحدین کی تعداد کم ہے، خودکشی کا گراف بھی کافی اونچا ہے۔"

بات بالکل واضح ہوگئی کہ جیسے الحاد معقولیت سے خالی اور متبادل بننے کی صلاحیت سے عاری ہے ایسے ہی الحاد کے ذریعے ذہنی و قلبی سکون کے ساتھ اطمینان بخش زندگی ملنے کا بھی کوئی امکان نہیں ہے۔ مذکورہ پوری گفتگو سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ الحاد نہ تو اپنی معقولیت کی بنیاد پر اپنا دائرہ پھیلا رہا ہے، نہ ہی متبادل کی حیثیت سے اسے قبولیت حاصل ہو رہی ہے، نہ ہی اس میں انسانی زندگی کے اطمینان کا کوئی سامان موجود ہے۔ **جب یہ تینوں وجہیں باطل ہوگئیں تو ظاہر ہوگیا جو کچھ مائنڈ پروگرامنگ کے راستے سے الحاد کے بڑھتے ہوئے خناس کا ڈر دکھایا جاتا ہے وہ ایک فریب، ایک دھوکہ، ایک آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات اور ایک بے بنیاد واہمہ ہے۔**

اب آئیے! ذرا یہ بھی دیکھ لیتے ہیں کہ مذہب کو مات دے دینے یا معاشرے سے نکال دینے یا اس کے بغیر انسانی زندگی کو اعتدال کے ساتھ چلانے جیسے جتنے بھی خیالات ملحدین کے ہیں، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر جو یہ دعوے ہو رہے ہیں کہ اب مذہب کا تو خدا حافظ اب انسان نے الحاد کو چن کر خدا کی موت کا اعلان کر دیا ہے اور اپنی دنیا میں اپنی جنت آپ تعمیر کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے خدا کی ضرورت کا انکار کر دیا ہے۔ یوں مذہب اور الحاد کی جنگ میں الحاد غالب آ رہا ہے اور مذہب پسپا ہوتا جا رہا ہے۔ بظاہر یہ اعلان مذہبی افراد کے لیے تکلیف دہ ہے اور ملحدین اسے سن کر پھولے نہیں سماتے۔ مگر اس اعلان میں کتنا دم خم ہے اور زمینی سطح پر کیا امکانات اور اندیشے ہیں ان کے بارے میں مشہور ایگنوسٹک (Agnostic) جون گرے کا ایک اقتباس ہی پڑھ لیجیے، دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔ The Gaurdian نے 3 مارچ 2015ء کو مقالہ شائع کیا ہے۔ جس میں John Grey نے What scares the new atheist? کے عنوان کے تحت کہا ہے:

There is no sign anywhere of religion fading away‹ but by no means all atheists have thought the disappearance of religion possible or desirable.(What scares the new atheists by John GrayTue 3 Mar 2015 06.00 GMT (The Gaurdian)

"اس بات کی کوئی علامت نہیں نظر آ رہی کہ مذہب اپنی اہمیت کھو رہا ہے۔ مگر تمام ملحدین بلا وجہ ہی یہ گمان لیے ہوئے ہیں کہ مذہب کا ختم ہو جانا ممکن ہے یا مطلوب ہے۔"

Team Dean نے زیادہ واضح الفاظ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ

Religion is more than just a vehicle of worship. Religion is one of the pillars of our society. Religion is a glue that binds a community together. It's a support network that lifts you when you're down. It's a centre of education‹ a hub of culture‹ a place where we're encouraged to consider things greater than our own petty concerns.{God is dead now what?}

"مذہب محض صرف ایک عبادت کی گاڑی نہیں ہے۔ مذہب ہمارے سماج کا ایک ستون ہے۔ مذہب ایک گوند ہے جس سے معاشرہ مضبوط ہوتا ہے۔ یہ ایک دستگیری کا نظام جو آپ کو اس وقت اٹھاتا ہے جب آپ گر چکے ہوتے ہیں۔ یہ ایک تعلیم کا مرکز، ایک تہذیب کا گہوارہ اور ایک ایسا مقام ہے جہاں ہم معاملات کو ذاتی خدشات سے اوپر اٹھ کر دیکھنے کا حوصلہ پاتے ہیں۔"

نمبر گیم اور زمینی حقیقت:

اِس سب کے بعد مرحلہ آتا ہے اُس نمبر گیم (Number Game) کا جس کے ذریعے الحاد کے گراف کو مسلسل اوپر کی طرف جاتا ہوا دکھایا جاتا ہے۔ اگر الحاد غیر معقول، تبادلہ کے لیے نااہل اور اطمینان سے خالی ہے تو آخر دنیا بھر کی رپورٹز اور جدا جدا سروے میں؛ دن بہ دن ملحدین کی تعداد میں جو اضافہ دکھایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ

ہے؟ یہ سوال اہم ضرور ہے مگر زیادہ مشکل نہیں۔ **الحاد نے جب تینوں محاذ پر اپنے آپ کو پسپا ہوتے دیکھا تو اخیر میں نمبر گیم جیتنے کے لیے ایک خاص حربہ استعمال کیا۔ وہ حربہ یہ ہے کہ اپنی ناکامی کو چھپانے کے لیے الحاد کے آقاؤوں نے سرے سے الحاد کی تعریف ہی بدل دی۔** اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب ملحدین نے دیکھا کہ الحاد کی عام تعریف یعنی کہ مطلقاً خدا کے انکار کو معیار بنایا جائے تو بہت کم لوگ اس کے زمرے میں آئیں گے اور کم ہی لوگ ہوں گے جو ایسی دعوت کو قبول کر کے اپنے مذہب سے بیزاری کا اعلان کریں گے۔ ایسے میں دنیا کو یہ باور کرانا بہت مشکل ہوگا کہ الحاد چوں کہ عقل پر مبنی ہے لہٰذا اس کا دائرہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے اور اب ہر عقلمند کو مذہب چھوڑ کر الحاد کی طرف آجانا چاہیے۔

اس مشکل سے نجات کی راہ یہ نکالی گئی کہ الحاد کی تعریف میں تبدیلی کر دی جائے۔ پہلے کہا گیا تھا ”Believing there is no God“ یہ الحاد ہے۔ پھر تعریف بدل کر یوں کر دی گئی کہ ”Lack of belief“ کا نام الحاد ہے۔ یعنی خدا کے انکار سے شروع کیا جانے والا الحاد کا پروپیگنڈا اپنی ناکامی کے سبب مذہبیات میں کسی قسم کے ادنیٰ شبہ پر آکر رکا۔ پہلے خدا کو نہ ماننا الحاد تھا اب مذہب کے کسی ایک مسئلے میں شک پیدا ہونا بھی الحاد ٹھہرا۔ بالفاظ دیگر شروعات میں تو مطلقاً انکار خدا کا نام الحاد تھا مگر اب محض ضعف اعتقاد کو الحاد مان لیا گیا ہے۔

اس تبدیلی کا دوہرا فائدہ ہوا۔ ایک طرف تو ملحدین کی تعداد کے نام پر بڑے نمبر سامنے لانے میں سہولت ہوگئی جسے دکھا کر عام آدمی کو مرعوب کیا جا سکے اور دوسری طرف یہ حقیقت چھپانے میں بھی آسانی ہوگئی کہ الحاد اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود عام آدمی کو متاثر کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اِس ساری صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرینک لکھتے ہیں:

If lacking a belief in God is the definition of "atheism" and not "there is no God"—then "atheism" is true even if God really exists. How is that reasonable? If not "atheism," what word should we use for the belief that there is no God? **(Stealing from God by Frank turek)**

”اگر محض خدا پر یقین میں کمزوری ہونا ہی الحاد ہے، خدا کے وجود کا انکار یہ الحاد کی تعریف نہیں، تو ایسی صورت میں تو الحاد کا اطلاق درست ہوگا خدا کا وجود ماننے کے باوجود بھی۔ اور یہ کتنی بڑی احمقانہ بات ہے؟ اگر یقین میں کمزوری کا نام ہی الحاد ہے تو پھر ہم خدا کے انکار کو کیا نام دیں گے؟“

کیا یہ حقیقت نہیں؟؟؟

یہاں ایک شبہ ذہن میں آسکتا ہے کہ پچھلی دو دہائیوں سے ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو دین کے حوالے سے شک میں مبتلا ہیں۔ گذشتہ چند سالوں میں ایسے لوگوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے جو کھل کر اپنے ملحد ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ خود مسلمانوں میں بھی طارق فتح سے لے کر جاوید اختر اور ابن الوراق تک یعنی کہ برصغیر سے لے کر عرب دنیا تک؛ ہر جگہ ایسے لوگ سامنے آئے ہیں جو دین سے بے زاری کا اعلان کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ لہٰذا سرے سے الحاد کے بڑھتے ہوئے اثر کا انکار کر دینا حقیقت سے نظریں چرانے کے مترادف ہوگا۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ کل کے مقابلے میں آج الحاد کے قدم ہمارے یہاں بھی زیادہ مضبوطی سے جمتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ نئی نسل کے مسلم نوجوانوں کی بڑی تعداد ذہنی طور پر الحاد کی طرف انجانے ہی میں سہی مگر مائل ضرور ہے؟

اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ ہمیں اس بات کا انکار نہیں کہ الحاد اپنے پاؤوں پسار رہا ہے اور مسلم دنیا بھی اس سے محفوظ نہیں۔ ہم تو مذکورہ بالا سطور میں یہ باور کرا رہے ہیں کہ **جس تیز رفتاری کا ڈھونگ کر کے ملحدین اپنا قد بڑا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کی زمینی حقیقت عشر عشیر کے برابر بھی نہیں۔ رہی یہ بات کہ کل کے تناسب میں آج ایسے الحاد زدہ افراد کی تعداد زیادہ ہے تو بلا شبہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس کے اپنے اسباب ہیں، جن میں الحاد کے معقول ہونے، متبادل ہونے یا اطمینان بخش ہونے کا کوئی دخل نہیں۔**

در اصل مسلم معاشرے میں ایک طبقے پر الحاد کا رنگ چڑھنے میں کئی ایک عناصر کار فرما ہیں جن کا محرک خارجی کم اور داخلی زیادہ ہے۔ یعنی ہماری نظریاتی ساخت کا جتنا نقصان الحاد کے داعی ”دانا دشمنوں“ نے نہیں کیا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان نام نہاد اسلام

کے مدعی "نادان دوستوں" نے کیا ہے۔ خارجی محرکات تو تقریباً وہی ہیں جس کا شکار ہر مذہب کی نئی نسل ہو رہی ہے۔ یعنی فلموں، ڈراموں، ماہانہ فحش رسالوں، خواہش نفس کو بھڑکانے والے ناولوں اور دنیا بھر کے ابلاغی سسٹم کے ذریعے انڈیلا جا رہا وہ غلیظ فکری مواد جس کا دائرہ گھریلو انتشار پر مشتمل سیریلز سے لے کر عریاں فلموں تک پھیلا ہوا ہے۔ جہاں تک مسلم معاشرے میں بڑھتے ہوئے الحاد کے داخلی محرکات کا سوال ہے تو ان کو اسباب کی درج ذیل فہرست سے کسی حد تک سمجھا جاسکتا ہے۔

❖ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے بے خبری۔ اس طور پر کہ علم دین سیکھنے کی عمر (6 سے 20 سال تک) ساری عصری تعلیم کے حصول میں گزر جاتی ہے اور دین کے نام پر وہ صرف دیکھ کر عربی زبان پڑھنا سیکھ لیتا ہے۔ آخر کار آدھی عمر کو پہنچنے کے باوجود وہ اپنی زندگی اور اپنے گرد کی کائنات سے متعلق اسلامی نظریات سے، اتنا ہی بے خبر ہوتا ہے جتنا کہ پیدائش کے وقت تھا۔

❖ دین کی تعلیم لاشعور کی عمر میں اجنبی زبان میں محض دیکھ کر پڑھنے حد تک حاصل کرنا اور جب شعور کی عمر میں زندگی جینے کا طریقہ سیکھنے کی باری آئے تو مانوس زبان میں شعوری طور پر الحاد کے لٹریچر کا سہارا لینا۔ اسلام سے ناواقف خالی ذہن چوں کہ نفسانی خواہشات سے گھرا ہوتا ہے اور الحاد چوں کہ ایسی خواہشات کی بے جا تکمیل کی حسین راہ ہے، اس لیے وہ بہت جلد اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔

❖ علمائے اسلام سے دوری و تنفر۔ دین کی حقیقی تعلیمات سے ناواقف ہونے کے باوجود امید کی ایک کرن جو دین کے ساتھ قلبی لگاؤ کا ذریعہ ہوتی ہے وہ ہے دین جاننے والے لوگوں سے رابطہ۔ کم نصیبی سے آج کی نسل کا تعلق علمائے ربانیین کے ساتھ نا کے برابر رہ گیا ہے۔

❖ دین سے جہالت کے سبب چند رسمی امور کو مکمل دین کا خلاصہ یا مقصد سمجھنا۔ مثلاً عبادات کو زندگی سے الگ کوئی مخصوص یا ماورا رسمی عمل جاننا۔ اسی طرح چند ثانوی، نفل یا مستحب درجے کے امور کو انجام دے کر دین کا حق ادا کر دینے کی سوچ کے ساتھ زندگی کے باقی تمام معاشی، معاشرتی، سیاسی و اخلاقی معاملات کو نجی زندگی کے طور پر یا موجودہ عالمی نظام کے مطابق گزارنے میں خوش رہنا بلکہ اس پر فخر محسوس کرنا۔

❖ دین کو نظام حیات اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ کے لیے کار آمد نہ سمجھنا بلکہ یہود و ہنود کی طرح محض مسلمان دِکھنے کی کوشش کرنا۔

❖ جدیدیت کے لبادے میں پیش کیے جانے والے مخصوص قسم کے مسائل کو دین سمجھنا۔ یہ سبب خاص طور پر مسلمانوں کے امیر طبقے سے متعلق ہے۔ وہ اپنی تمام تر ماڈرن مصروفیات اور بے لگام خواہشات پر دین کا لیبل لگ جانے ہی کو کامیابی سمجھتے ہیں اگر چہ بتانے والے نے اسلام کی روح اور اس کی اساس کے خلاف ہی راہ نکالی ہو۔

❖ جدید سائنسی تعلیم میں تھوڑا سا درک پیدا ہو جانے پر مادیت ہی کو سب کچھ سمجھ لینا اور روحانیت سے منہ موڑ لینا۔ پھر محض دنیاوی تعلیم کے باوجود اپنی ہمہ دانی کے زعم میں دین کے حوالے سے بے تکی رائے دینا۔

❖ دین کے علم سے بے خبر مولویوں اور دین پر عمل سے بے تعلق صوفیوں کا مسلم معاشرے پر غلبہ پالینا۔ نتیجتاً ان کے ماننے والوں کا اسلام کی حقیقی تعلیمات سے محروم رہتے ہوئے اپنی فکری ساخت کو جہالت کے نام کر دینا۔ یہی وجہ ہے کہ یوٹیوب پر بیٹھے چند سر پھرے نوجوان یا بے روزگار ایکٹوسٹ مذہبی رہنما کے طور پر مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔

❖ اسلام کی طرف سے لازم کردہ معاشرتی ذمہ داریوں کو ادا نہ کرنا اور جب اس کا وبال سامنے آئے تو اپنا جرم چھپانے کے لیے اپنے دین یا اس کی نمائندگی کرنے والے علمائے ربانیین کو کوسنا۔

❖ بچوں کی اسلامی تربیت کا فقدان۔ والدین کا خود دین سے غافل و جاہل ہونا اور بچوں کی دینداری کے لیے بھی کوئی فکر نہ کرنا بلکہ انہیں ٹیلی ویژن یا موبائل کے حوالے کر کے اپنی نجی زندگی میں مصروف ہو جانا۔

❖ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے دینی تصور سے بے خبر ہو کر محض انسانیت نوازی یا ہیومنزم کا راگ الاپنا۔ بالفاظ دیگر تمام تر برائیاں بحیثیت مسلمان کرنا اور سارے اچھے کام انسانیت کے نام پر کرنا یعنی بدی اسلام کے کھاتے میں اور نیکی ہیومنزم کے کھاتے میں ڈالنا۔

اسباب کی اس مختصر فہرست کو سامنے رکھ کر الحاد کا چور دروازہ بند کرنے کے لیے کچھ عملی اقدامات کیے جاسکتے ہیں، اہل اسلام کا ہر طبقہ اپنے طور پر اپنے اپنے حصہ کا کام کرے تو بہت آسانی سے فتنہ الحاد کا مقابلہ بلکہ خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ ٭٭٭

توحید فی المحبۃ

تاجدار مارہرہ شیخ طریقت حضرت سید نجیب حیدر قادری برکاتی کا دعوت نامہ بعنوان " توحید فی المحبۃ" پر لکھنے کے لیے موصول ہوا سالنامہ "اہل سنت کی آواز" کے لیے ہم نے حکم کے مطابق مضمون ارسال کیا، بفضلہ تعالیٰ خصوصی شمارہ "اسلام کا نظریۂ توحید" جلد 11 شعبان المعظم 1425ھ/اکتوبر 2004ء میں شائع ہوا۔ خانقاہ برکاتیہ بڑی سرکار مارہرہ مطہرہ کے شکریے کے ساتھ ہم اس کو نذر قارئین کرتے ہیں۔

مبارک حسین مصباحی

(4)- قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ (التوبہ:24)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمھارے ماں باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمھارے پسند کے مکان کی چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لانے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا علم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ان قرآنی ارشادات کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ ایک بندہ مومن کو حقیقی محبت اللہ تعالیٰ ہی سے کرنا چاہیے اور کائنات کی ہر چیز پر محبت الٰہی کو ترجیح دینا چاہیے اور ہم یہاں ایک شبہ کا ازالہ کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ توحید فی المحبۃ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کی جائے اور باقی مخلوقات سے نفرت وعداوت رکھی جائے بلکہ اس بحث کا محور یہ ہے کہ اس کائنات میں ایک بندہ مومن کو حقیقی محبت اللہ تعالیٰ ہی سے کرنا چاہیے اور اس کے علاوہ جس سے بھی محبت ہو رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہیے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار اطاعت مصطفیٰ کو قرار دیا ہے۔ احادیث نبویہ کا ایک طویل نورانی سلسلہ اس مفہوم کے ارشادات پر مشتمل ہے کہ کسی بھی فرد اور مخلوق سے محبت کرنا اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے محبت ہے اور یہ ہی بھی عین "توحید فی المحبۃ" ہے۔ ذرا دل ودماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ ذیل میں احادیث نبویہ کا مطالعہ کیجیے، کس پرزور انداز میں رسول کریم نے "الحب في الله والبغض في الله" کا پیغام دیا ہے اور عشق انگیز بشارتیں سنائی ہیں۔

توحید فی المحبۃ کا نقطۂ نظر احادیث نبویہ کی روشنی میں:

(1)- عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاَوَةَ الإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لاَ يُحِبُّهُ إِلاَّ لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ ". (امام محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری، کتاب الایمان، 7/1)

ترجمہ: حضرت انس نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس شخص میں تین چیزیں ہوں وہ ایمان کی شیرینی محسوس کرے گا اللہ اور رسول اسے اس کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں اور کسی سے محبت رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کرے اور کفر میں لوٹنا اسے اسی طرح ناپسند ہو جس طرح آگ میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔

(2)- وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قال اتدرون أي لأعمال احب إلي الله تعالى قال قائل الصلوٰة والزكوٰة وقال قائل الجهاد، قال النبي أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ» . رَوَاهُ احمد وروى أَبُو دَاوُد. (شیخ ولی الدین العراقی، مشکوٰۃ، ص:427)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ سرکار علیہ السلام ہماری جانب تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے، کسی نے عرض کیا نماز اور زکوٰۃ اور کسی نے کہا جہاد، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو تمام معمولات میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ

یہ ہے کہ اللہ ہی کے لیے محبت کی جائے اور اللہ ہی کے لیے نفرت کی جائے۔

(3)-عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لو ان عبدين تحابا في الله عز و جل واحد في المشرق وآخر في المغرب لجمع الله بينهما يوم القيامة يقول هذا الذي كنت تحبه في.

(شیخ ولی الدین العراقی، مشکوۃ، ص:427)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دو بندے محض اللہ کے لیے باہم محبت کرتے ہوں، ایک ان میں سے مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں تو اللہ تعالیٰ انھیں بروزِ قیامت یکجا فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا یہ میرے لیے محبت کرنے کا نتیجہ ہے۔

(4)-عن ابي هريرة قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان في الجنة لعمدة من ياقوت عليها عرف من زبرجد لها ابواب مفتحة تضى كما يضى الكواكب الدري فقالوا يارسول الله من يسكنها نال المتحابون في الله والمتجالسون في الله و المتلاقون في الله روى البيهقي.

(شیخ ولی الدین العراقی، مشکوۃ، ص:427)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ نے فرمایا: جنت میں کچھ یاقوت کے ستون ہیں جن پر سنگ زبرجد کے محل ہیں، ان کے کھلے ہوئے دروازے روشن ستاروں کی طرح درخشاں ہیں، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ان میں کون رہے گا؛ ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو اللہ کے لیے باہم محبت کرتے ہیں اللہ کے لیے ہم نشین ہوتے ہیں اور اللہ کے لیے ملاقاتیں کرتے ہیں۔

(5)-الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْاِيْمَان.

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری 6/1)

ترجمہ: اللہ کے لیے محبت اللہ کے لیے بغض ایمان سے ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(6)-افضل الاعمال الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ.

(سلیمان داؤد الطیالسی، مسند ابی داؤد)

ترجمہ: تمام اعمال سے افضل اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے عداوت کرنا ہے۔

(7)-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: ”اوثق عرى الإيمان الحب في الله والبغض في الله“.(مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: ایمان کی سب سے مضبوط کرو اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے عداوت کرنا ہے۔

(8)-حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرمایا: ”من احب لله وابغض لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان“.(سلیمان داؤد الطیالسی، مسند ابی داؤد)

ترجمہ: جس نے اللہ کے لیے محبت کی اللہ کے لیے عداوت کی، اللہ کے لیے دیا، اللہ کے لیے منع کیا اس نے ایمان کامل کر لیا۔

(9)- عن معاذ رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "قال الله عز وجل: المتحابون في جلالي، لهم منابر من نور يغبطهم النبيون والشهداء"

(ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی)

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت و جلال کے پیش نظر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کے لیے (قیامت کے دن) نور کے منبر ہوں گے، انبیاء اور شہدا بھی ان پر رشک کریں گے۔

(10)-قال رسول الله ﷺ أن الله تعالى يقول يوم القيامة اين المتحابون بجلالي اليوم اظلهم في ظلي يوم لا ظل الاظلى“.(مسلم بن حجاج القشیري، الجامع الصحیح للمسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میرے جلال کے لیے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں، آج میں انھیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دوں گا جس دن میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں۔

ان احادیث نبویہ کی پرنور شعاعوں میں محبت الٰہی کا یہ نقش جمیل نہاں خانۂ قلوب میں جاگزیں ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا تو عین ایمان ہے ہی، اللہ کے لیے محبت کرنا بھی ایمان ہی کا حصہ

ہے۔ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے کا درس بھی ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا بھی فرض اور عین ایمان ہے کیوں کہ رسول اللہ کی محبت و اطاعت اللہ ہی کی محبت و اطاعت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کائنات رنگ و بو میں حسن و جمال کے ہزاروں پیکر ہیں اور ایک عالم ان کی محبت کا اسیر دام بھی ہے تو پھر اللہ و رسول سے سب سے زیادہ محبت کرنے کی کیا وجہ ہے۔

حضرت علامہ یحییٰ بن شرف نووی (م 676) نے شرح مسلم میں اس نقطۂ نظر پر بڑی ایمان افروز بحث فرمائی ہے۔ اس کا ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

موصوف رقم طراز ہیں:

”بعض علما نے کہا ہے کہ اللہ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رضا پر اس کا دل راضی ہو، انسان اس چیز کو پسند کرے جو اللہ کو پسند ہو اور جو چیز اللہ کو ناپسند ہو وہ اس کو ناپسند ہو۔ بعض علما نے یہ کہا ہے کہ انسان اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اس کے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً حسین و جمیل صورتیں، اچھی آوازیں، مزے دار کھانے اور کبھی ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جن سے اس کی عقل کو لذت حاصل ہوئی ہے مثلاً علم و حکمت کی باتیں، تقویٰ اور طہارت کی، علما اور متقی لوگ اور کبھی وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے شر اور ضرر کو دور کرے، محبت کے یہ تمام اسباب نبی ﷺ میں موجود ہیں۔ حواس کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ حسن و جمال ہے عقل کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ علم اور آپ کا سب سے زیادہ زہد و تقویٰ ہے اور حسن سلوک اور دفع شر کی وجہ سے محبت ہو تو آپ محسن انسانیت ہیں۔ آپ نے صراط مستقیم اور دوام نعیم کی ہدایت دی ہے اور جہنم کے عذاب سے بچایا ہے اور ان تمام محاسن و فضائل کا مبداء اللہ عزوجل کی ذات ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ (علامہ یحییٰ بن شرف نووی، شرح مسلم 49/1)

محبت الٰہی کی عارفانہ تشریح:

محبت الٰہی کے تعلق سے قرآن و احادیث کی روشنی میں گفتگو کے بعد اب عارفین باللہ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں جہاں سوز و ساز محبت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، جمالیات عالم کا کوئی جلوہ ان کی نظر میں نہیں بھاتا، ان کی محفلوں میں ہاو ہو کے نعرے اور عشق و عرفان کی تجلیاں ہوتی ہیں اور یہ سوز و ساز محبت بھی بنی نوع انسانی کی خصوصیت ہے، فرشتوں کی معصومیت اس لذت دل سے آشنا کہاں! اس بارِ محبت کا امین حضرت انسان ہے اور یہ سوغات بنی نوع انسان کے لیے سرمایۂ افتخار بھی ہے اور مرحلۂ آزمائش بھی، توحید خالص کے علم برداروں کو اس سوزش دل سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اس وادیِ شوق کے راہ گیروں کی پیشانیوں سے پہلے دل جھکتے ہیں۔ سالکانِ معرفت کے کعبۂ قلوب پر جب تجلیات ربانی کی بارش ہوتی ہے تو بت کدۂ عالم کی سلطانیاں قدموں کی دھول بن جاتی ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری فرماتے ہیں:

”دوسری مخلوقات کو محبت سے کچھ لگاؤ نہیں ہے کیونکہ ان کی ہمتیں بلند نہیں ہیں، فرشتوں کا کام جو سیدھے راستے پر چل رہا ہے وہ اس لیے کہ ان تک محبت کا گزر نہیں ہوا ہے اور یہ اونچ نیچ جو انسان کے ساتھ پیش آیا کرتی ہے اس لیے ہے کہ اس کو محبت سے سروکار ہے ”یحبہم و یحبونہ“ جس کے دماغ میں ذرا بھی اس کی بوے محبت پہنچتی ہے اس سے کہہ دو کہ سلامتی سے اپنا دل اٹھالے اور اپنی اور اپنی ہستی کو خیرباد کہہ دے۔ ”المحبۃ لا تبقی ولا تذر“ محبت کچھ باقی نہیں رکھتی اور کچھ بھی نہیں چھوڑتی۔

عشق تو مرا چناں خراباتی کرد
ورنہ بسلامت و بساماں بودم“

(مخدوم جہاں، شرف الدین احمد یحییٰ منیری، مکتوبات صدی، ص:315)

عشقِ الٰہی کی تپش کوئی معمولی چیز نہیں، یہ برق نور جس پر پڑی نہال ہو گیا، عارفوں کے دلوں میں عشقِ الٰہی کا شعلہ ازل سے لپک رہا ہے۔ مگر مقام محبوبیت اسی امت کے کاملین کے حصہ میں آیا۔

حضرت مخدوم مستی و بے خودی کے کیف بار عالم میں آگے لکھتے ہیں:

”سبحان اللہ سات لاکھ سال گزر گئے اور اب تک اس آگ کا شعلہ تیزی کے ساتھ لپک رہا ہے، اور ہر طرف ہزاروں جلے بھنے لوگ ہیں، اس کا ڈر ہے کہ کہیں دونوں جہاں جھلس کر نیست و نابود نہ ہو جائیں جب روز ازل سے یہ آگ جھلس رہی ہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اے بھائی! اس مٹی اور پانی کی دولت تھوڑی نہیں ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اور انسان کے کام مختصر نہیں ہیں۔ عرش اور کرسی اور لوح و قلم، آسمان اور زمین سب اسی کی بدولت ہیں، حضرت

استاد بوعلی نے فرمایا اگر حضرت آدم کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت ابراہیم کو اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا (اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا) اور حضرت موسی علیہ السلام کو اصطنعتك لنفسي (ہم نے تجھ کو اپنے لیے بنایا) اور ہم کو "یحبھم و یحبونہ" کہا۔ لوگوں نے کہا ہے کہ اگر اس حدیث کو دلوں کے ساتھ مناسبت نہ ہوتی تو دل، دل باقی نہیں رہتا اور اگر عشق و محبت کا آفتاب آدم اور آدمیوں پر نہ چمکتا تو آدم کا کام دوسری مخلوقات کی طرح رہ جاتا"۔

(مخدوم جہاں، شرف الدین احمد یحییٰ منیری، مکتوبات صدی، ص:320)

جب دلوں کے آفاق پر تجلیات ربانی کی کرنیں پڑتی ہیں تو انا، فنا میں بدل جاتی ہے اور علوم وفنون کے سارے دبستاں دل و دماغ سے محو ہو جاتے ہیں۔ کسی فانی فی اللہ نے کہا تھا۔

توبہ کردم زہر چہ دانستم — نامہ چوں نام توز بر کردم

منازلِ سلوک:

توحید فی المحبۃ سالکان معرفت کی بہت اعلیٰ منزل ہے اور نیاز مندی اور انکساری کی پہلی منزل ہے۔ فنا فی اللہ کی بلند چوٹی تک پہنچنے کے لیے برسوں تک عبادت و ریاضت کی پگڈنڈیوں سے گزرنا پڑتا ہے اور اس خلد بداماں منزل کے راہ نوردانِ شوق کے لیے قدم قدم پر شیخ کی رہنمائی اور عشق رسول کی تاب و توانائی کی حاجت ہوتی ہے۔

خاتم الاکابر حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی فرماتے ہیں:

"فنا کے تین درجے ہیں جب تک تم ان کو حاصل نہ کرو گے سلوک میں کامیابی نہ ملے گی۔ پہلا درجہ فنا فی الشیخ کا ہے یعنی اپنے مرشد کے تصور میں اپنے کو اس قدر محو کرے کہ اپنے نفس کو مرشد سے الگ نہ سمجھے اور اپنے جسم سے جو حرکات و سکنات ظاہر ہوں تو یہ سمجھے کہ یہ شیخ کے اعضا ہیں اور حرکت و سکون مرشد ہی کے افعال و اختیار سے ہے اور اپنے کو قطعاً موجود ہی نہ سمجھے نہ بطور حقیقت نہ بطور تصور۔ دوسرا درجہ فنا فی الرسول کا ہے۔ فنا فی الشیخ والے مضمون کو حضور ﷺ کے لیے سمجھے اور اپنے وجود کو وہم و گمان میں بھی نہ لائے تو فنا فی الرسول حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے مرید اپنے شیخ میں فانی ہو گیا اور ذات رسول اللہ ﷺ میں فانی ہے تو اس طرح فنا فی الرسول بہ آسانی حاصل ہو جائے گی۔ تیسرا درجہ فنا فی اللہ کا ہے یہ فنا جب اپنی حد تک پہنچ جاتی ہے تو بقا کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب یہ فنا حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو حاصل ہوئی تو فرمایا کہ چالیس سال سے میں خدا سے باتیں کرتا ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان سے کلام کر رہا ہوں اس قسم کے بہت سے اقوال بزرگوں سے منقول ہیں۔ یہ فنا حاصل ہو جانے کے بعد سالک موحد بالذات ہو جاتا ہے کہ شرک کا وجود بھی باقی نہیں رہتا۔ (سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں، سراج العوارف ص:155، مطبوعہ المجمع المصباحی مبارک پور)

اس کائنات سے رشتہ توڑ کر خدائے تعالیٰ سے تعلق قلبی کے لیے اولین شرط توبہ اور رجوع الی اللہ ہے اور جب بندہ مومن شریعت و طریقت کی منازل طے کر کے معرفت کی بلند منزل پر فائز ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد ایک مرحلہ آتا ہے جہاں محب اور محبوب کے درمیان تصور محبت کا حجاب بھی گوارا نہیں ہوتا اور یہ فنا فی اللہ کی انتہائی اعلیٰ منزل ہے۔

کتاب التعرف لمذہب التصوف میں ابوبکر بن ابی اسحاق محمد بن ابراہیم بخاری فرماتے ہیں:

واما ابو يعقوب يوسف بن حمدان السوسي قال اول مقام من مقام المنقطعين الى الله التوبة قال ايضا و قد سئل عن التوبة فقال الرجوع من كل شي ذمه العلم الى مامدحه.

وقال ابو يعقوب ايضًا لا تصح المحبة حتى تخرج حيث كان عن ان تخرج من روية المحبة الى رؤية المحبوب بفناء علم المحبة من حيث كان له المحبوب في الغيب ولم يكن هو بالمحبة فإذا خرج المحب الى هذه النسبة كان محبا من غير محبةٍ- (ابوابراہیم بن اسماعیل المستملی البخاری، شرح تعرف 104/1، مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ)

ترجمہ: ابو یعقوب یوسف بن حمدان سوسی نے فرمایا:

سب علائق قطع کر کے اللہ کی جانب رجوع کرنے والوں کا سب سے پہلا مقام توبہ ہے۔ ان سے توبہ کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا: ہر وہ چیز جس کی علم مذمت کرے اسے چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کرنا جس کی علم مدح کرے۔ ابو یعقوب نے یہ بھی فرمایا: محبت اس وقت تک درست نہ ہوگی جب تک محبوب کے دیدار میں اس حد تک فنا نہ ہو جائے کہ محبت کی جانب بھی نظر نہ رہے نہ ہی محبت کا کوئی نشان اس کے سامنے آئے۔ یہ اس لیے کہ محبوب کی ذات پردۂ ازل میں اس وقت بھی تھی جب نہ محب

تھا نہ اس کی محبت، تو محب جب اس مقام تک پہنچ جائے کہ نہ اپنی ذات کو دیکھے نہ اپنی محبت کو دیکھے اس وقت وہ حقیقی معنیٰ میں محب ہوگا۔

مصداق محبت ذات ہے یا اطاعت:

اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ محبت الٰہی سے مراد کیا ہے۔ بعض علما محبت باری تعالیٰ سے اطاعت مراد لیتے ہیں جب کہ عارفان حق اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو محبت کا مصداق بتاتے ہیں۔ ہم ذیل میں دونوں کے اقوال و دلائل نقل کرتے ہیں۔ کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے:

"المحبة اعلم ان العلماء اختلفوا في معناها فقيل: المحبة ترادف الارادة بمعنى الميل فمحبة الله للعباد ارادة كرامتهم و توابهم على التابيد ومحبة العباد له تعالیٰ طاعة."

محبت کے معنی میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ محبت ارادہ کے ہم معنی ہے، یعنی میلان طبعی، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا بندوں سے محبت کرنے کا معنی ہے ان کو دائمی طور عزت و توقیر عطا کرنا اور ثواب سے سرفراز کرنا، اور بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا مطلب ہے اس کی اطاعت و فرماں برداری کرنا۔

"قال الامام الرازي في التفسير الكبير في تفسير قوله تعالى "ومن الناس من يتخذ من دون الله اندادا يحبونهم كحب الله" (البقرة:١٦٥) الأية اختلف العلماني معنى المحبة فقال جمهور المتكلمين انها نوع من الارادة والارادة لا تعلق لها الا بالجائزات ، فيستحيل تعلق المحبة بذات الله تعالى وصفاته فاذا قلنا: نحب الله فمعناه نحب طاعة و خدمة او ثوابه و احسانه"

"واما العارفون فقد قالوا العبد قد يحب الله تعالى لذاته، واما حب خدمته أو ثوابه فدرجة نازلة ."(علامہ محمد علی بن محمد، کشاف اصطلاحات فنون 369/1)

حضرت امام رازی تفسیر کبیر میں اس ارشاد الٰہی: "اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو معبود بنا لیتے ہیں اور وہ ان سے اللہ کی طرح محبت کرتے ہیں" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ محبت کے معنی میں علما کے درمیان اختلاف ہے، متکلمین کا قول ہے کہ محبت ارادہ ہی کی ایک نوع ہے اور ارادہ کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے محبت کا تعلق محال ہے لہٰذا جب ہم نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو اس کی مراد ہوتی ہے کہ ہم اس اطاعت و فرماں برداری یا اس کے ثواب واحسان سے محبت کرتے ہیں۔

اور ارباب معرفت کا کہنا یہ ہے کہ ایسا بھی بندہ ہوتا ہے جو اس کی ذات ہی سے محبت کرتا ہے، اس کی فرماں برداری یا ثواب سے محبت کرنا تو یہ نیچے کا درجہ ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے بھی اس محور پر گفتگو فرمائی ہے اور ذات الٰہی سے محبت کے منکرین کا رد کرتے ہوئے اپنے مدعا پر ناقابل شکست دلائل فراہم کیے ہیں اور عارفین کے مسلک کی تائید میں قرآن وحدیث سے فکر انگیز استدلال فرمایا ہے۔

حضرت امام غزالی منکرین کا استدلال نقل کرتے ہیں۔

"واما محبة الله تعالى فقد عز الايمان بها حتى انكر بعض العلماء امكانها وقال لامعنى لها الا المواظبة على طاعة الله تعالى واما حقيقة المحبة فمحال الامع الجنس والمثال ولما انكرو المحبة انكروا الانس ولذة المناجاة وسائر لوازم الحب وتوابعه ولا بد من كشف الغطاء عن هذا الامر." (امام محمد غزالی، احیاء علوم الدین، 294/4، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے محبت پر ایمان نادر و مشکل ہے یہاں تک کہ کچھ علما نے اس کے ممکن ہونے کا بھی انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تو یہی مطلب ہے کہ اس کی اطاعت پر مداومت کی جائے، اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت اس لیے محال ہے کہ حقیقی محبت صرف اپنی جنس اور مثل سے کی جاتی ہے اور جب ان لوگوں نے اصل محبت کا انکار کر دیا تو انس و شوق لذت و مناجات اور محبت کے تمام لوازم و توابع کا بھی انکار کر دیا، لہٰذا اس گتھی کو سلجھانا ضروری ہے۔

حضرت امام غزالی ذات الٰہی سے محبت کے ثبوت میں اجماع امت اور دلائل شواہد پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اعلم أن الأمة مجمعة على ان الحب لله تعالى ولرسوله لفرض، وكيف يفرض مالا وجود له و كيف يفسر الحب بالطاعة والطاعة تبع الحب وثمرته؟ فلا بد وان يتقدم الحب ثم بعد ذلك يطيع من احب ويدل على اثبات الحب لله تعالى قوله عزو جل (يحبهم و يحبونه) وقوله تعالى (والذين آمنوا اشد حبا لله) وهو دليل على اثبات الحب واثبات التفاوت فيه. وقد جعل رسول الله ﷺ الحب لله من شرط الإيمان في اخبار كثيرة." (امام محمد غزالی، احیاء علوم الدین،

294/4، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان)

ترجمہ: اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت فرض ہے اور وہ چیز کیسے فرض ہو سکتی ہے جس کا وجود نہ ہو اور محبت کی تشریح اطاعت سے کس طرح کی جا سکتی ہے۔ جب طاعت محبت کی تابع اور اس کا نتیجہ ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے محبت کا وجود ہو پھر محبت اطاعت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے اثبات پر یہ ارشاد الٰہی بھی دلالت کر رہا ہے ”اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں“ اسی طرح یہ ارشاد الٰہی بھی ہے ”اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں“ یہ ارشادات اللہ سے محبت کے ثبوت اور محبت کے کم و بیش ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے بہت سی روایات میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔

حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس استدلال سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ انبیا اور اولیا سے محبت کرنا توحید فی المحبۃ کے منافی نہیں۔ اب ہم امام غزالی علیہ الرحمہ کے نور بصیرت کے اجالے میں محبت الٰہی کے ثبوت میں ایک اور نقطہ نظر سپرد قلم کرتے ہیں۔

اقسام محبت کے اسباب پانچ ہیں۔

(1)-انسان کی محبت اپنے وجود کے کمال و بقا سے۔

(2)-محبت اپنے محسن کی ایسی چیزوں میں جن سے اپنے وجود کا دوام پایا جائے اور اس کی بقا کا معین اور اس سے مہلکات کا دور کرنے والا ہو۔

(3)-ایسے شخص کی محبت جو بذات خود جمال والا وہ جمال ظاہری ہو یا باطنی۔

(4)-ایسے شخص سے محبت کہ محب اور محبوب میں خفیہ مناسبت باطن میں ہو۔

(5)-ایسے شخص کی محبت جو لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے والا ہو اگرچہ اس کے ساتھ بھلائی نہ کی ہو۔

ان اسباب کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ یہ اوصاف بہ کمال و تمام ذات باری تعالیٰ میں پائے جاتے ہیں۔ اس لیے حقیقی محبت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی نسبت سے انبیاء اولیا اور دیگر مخلوقات، اس لیے کہ محب کا محبوب محبوب ہوتا ہے۔ یہاں سے ہمارے عہد کے نام نہاد موحدین کی حقیقت بھی بے نقاب ہو جاتی ہے جو محبوبان بارگاہ الٰہی سے محبت کرنے کو توحید خالص کے منافی تصور کرتے ہیں اور اللہ والوں سے محبت اور مدد و استعانت کو شرک کا نام دیتے ہیں۔ اب ہم اس دعوے کے ثبوت میں امام غزالی کی فکر انگیز اور محبت افروز عبارت نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام غزالی رقم طراز ہیں:

”وان من احب غير الله لامن حيث نسبته إلى الله فذالك لجهله وقصوره معرفة الله تعالى، وحب الرسول صلى الله عليه وسلم محمود لأنه عين حب الله تعالى وكذلك حب العلماء والأتقياء لأن محبوب المحبوب محبوب ورسول المحبوب محبوب ومحب المحبوب محبوب وكل ذلك يرجع إلى حب الأصل فلا يتجاوزه إلى غيره فلا محبوب بالحقيقة عند ذوي البصائر إلا الله تعالى ولا مستحق للمحبة سواه.

وإيضاحه بأن نرجع إلى الأسباب الخمسة التي ذكرناها ونبين أنها مجتمعة في حق الله تعالى بجملتها ولا يوجد في غيره إلا آحادها وأنها حقيقة في حق الله تعالى ووجودها في حق غيره وهم وتخيل وهو مجاز محض لا حقيقة له ومهما ثبت ذلك انكشف لكل ذي بصيرة ضد ما تخيله ضعفاء العقول والقلوب من استحالة حب الله تعالى تحقيقاً وبان أن التحقيق يقتضي أن لا نحب أحداً غير الله تعالى.“ (امام محمد غزالی، احیاء علوم الدین، 304/4، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان)

ترجمہ: بلا شبہہ جو کوئی للّٰہیت کے تصور کے بغیر غیر خدا سے محبت کرے تو یہ اس کی جہالت اور اللہ کی معرفت میں اس کی کمی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا پسندیدہ ہے، اس لیے کہ وہ عین محبت الٰہی ہے، اس طرح علمائے کرام اور بزرگان دین سے محبت کرنا ہے، اس لیے کہ محبوب کا محبوب اور رسول کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اور محبوب سے محبت کرنے والا بھی محبوب ہے اور ان تمام سے محبت کا مرجع اصل محبوب ہے، اس سے الگ نہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ ارباب بصیرت کے نزدیک اللہ کے سوا حقیقی محبوب کوئی نہیں اور نہ اس کے علاوہ کوئی بالذات محبت کا مستحق ہے۔

اور اس کی تسریح یہ ہے کہ ہم جب مذکورہ پانچ اسباب محبت پر غور کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تمام اسباب ذات باری تعالیٰ میں موجود ہیں اور اس کے علاوہ میں انفرادی طور پر پائے جاتے ہیں اور وہ بھی حقیقی طور پر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں اور

باقی میں وہم وخیال اور مجاز محض ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہر اہل بصیرت پر ان کمزور دل و دماغ والوں کے اس نظریہ کا بطلان واضح ہو گیا کہ تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ بالذات اللہ کے علاوہ کسی سے محبت نہ کی جائے۔"

حضرت امام غزالی کی اس تحقیق وتشریح کی روشنی میں آپ کے دل و دماغ میں یہ حقیقت اتر چکی ہوگی کہ حقیقی محبت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہے لیکن انبیاے عظام اور اولیائے کرام سے محبت کرنا بھی توحید فی المحبۃ کے منافی نہیں۔

توحید فی المحبۃ اور حسن معاشرت:

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اس میں انسانی مواخات اور حسن معاشرت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ توحید فی المحبۃ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان رہبانیت اختیار کرلے اور دنیا میں کسی سے تعلق نہ رکھے صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارنا، جفاؤں پر وفاؤں کا مظاہرہ کرنا اور خدمت خلق کرنا بھی اسلام ہی کا تقاضا ہے اور ہمارا مدعاے نگارش یہ ہے کہ معاملات اور باہم ربط و تعلق کا معیار قرآن و سنت کو بنانا چاہئے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اذا وجدت في قلبك بغض شخص او حبه فاعرض اعماله على الكتاب والسنة فان كانت فيهما مبغوضة فابشر بموافقتك لله ورسوله ، وان كانت اعماله فيها محبوبة وانت تبغضه فاعلم انك صاحب الهوى تبغضه بهواك ظالم له بغضك اياه وعاص لله عزوجل ورسوله مخالف، فتب الى الله من بغضك واسئله محبة ذلك الشخص وغيره من احباب الله واولياء، واصطفا له والصالحين من عباده ولتكون موافقة له في محبتة وكذالك افعل فيمن تحبه يعني اعرض اعماله على الكتاب والسنة فان كانت محبوبة فيهما فاحببه وان كانت مبغوضة بابغضه لئلا تحبه تبه بهواك وتبغضه بهواك وقد امرت بمخالفة"هواك قال الله عزو جل ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله." (شیخ عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب المقالۃ الحادیۃ والثلاثون)

ترجمہ: اگر کسی کے بارے میں اپنے دل میں محبت یا نفرت پاؤ تو اس کے اعمال کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھو، اگر تم نفرت رکھتے ہو اور کتاب و سنت میں بھی اس کے اعمال باعث نفرت قرار دیے گئے ہیں تو خدا اور رسول جل وعلا و ﷺ کی موافقت پر خوش ہو جاؤ اور اگر کتاب و سنت کے موافق اس کے اعمال پسندیدہ ہیں اور تم نفرت رکھتے ہو تو تم ہوائے نفس کے غلام کہ نفسانی خواہشات کے مطابق اس سے عداوت رکھتے ہو۔ تم اپنے اس فعل کی بنا پر ظالم اور اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کے نافرمان و مخالف ہو تمھیں اس فعل سے خدا کی بارگاہ میں تائب ہو جانا چاہیے۔ خدا سے اس کی اور خدا کے دوسرے محبوبوں، ولیوں، برگزیدہ اور نیک بندوں کی محبت کا سوال کرنا چاہیے تا کہ تم اس کی صحبت رکھنے میں خدا کے موافق بن جاؤ۔ اسی طرح جس سے تمھارا محبت کا معاملہ ہے اس کے اعمال کتاب و سنت کی روشنی میں پرکھو اگر کتاب و سنت کے موافق ہیں تو اس سے محبت رکھو اگر کتاب و سنت میں ناپسندیدہ ہیں تو تم بھی اس سے دشمنی رکھو تا کہ ہوائے نفس کی محبت و نفرت کرنے والے نہ بنو۔ کیوں کہ تمھیں اپنی خواہشات نفس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ رب کائنات نے فرمایا "خواہشات کی پیروی نہ کرو وہ تمھیں راہ خدا سے بہکا دیں گی"۔

اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ حقیقی محبت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور انسان کو زندگی کی ہر منزل پر اخلاص وللّٰہیت سے کام لینا چاہیے اسلام میں نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے کسی سے محبت و عداوت کی گنجائش نہیں اور اسلام اس کا مخالف ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے محبت نہ کی جائے بلکہ محبت کا معیار اگر "الحب في الله والبغض في الله" ہو تو بھی اللہ تعالیٰ ہی سے محبت ہے لیکن اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے عداوت کرنا "توحید فی المحبۃ" کے منافی نہیں اور اس کا معیار قرآن و سنت ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک و مشرب ہے اور اسی طرح رضاے الٰہی کے لیے رسول اللہ سے محبت کرنا بھی عین ایمان اور توحید فی المحبۃ کی روح ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

لے خبر جلد کہ اوروں کی طرف دھیان گیا
مرے مولا مرے آقا ترے قربان گیا
انھیں جانا، انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

ہم اپنے پورے مقالے کی تفصیل کو کشکول اقبال میں سمیٹ کر اپنا قلم بند کرتے ہیں:

توحید تو جب ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

بزم تصوف

عصر حاضر میں تصوف کا فقدان۔ اسباب و حل

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

حَامِداً وَّ مصلِّیاً وَّ مُسلِماً

تاریخ تصوف:

جب تصوف اور صوفیاے کرام کے عنوان پر لکھا اور بولا جاتا ہے تو تصوف سے مراد وہ اسلامی نظام ہوتا ہے جسے حدیث پاک میں احسان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور صوفیہ سے وہ جماعت ہم مراد لیتے ہیں جو کسی مرشدِ کامل کی نگرانی میں اپنے نفوس کا تزکیہ اور اپنے قلوب کا تصفیہ کر کے رشد وہدایت کے ایسے اعلیٰ مقام و منصب پر فائز ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے قلوب و اذہان کو اپنے روحانی و باطنی کمالات سے منور و مجلّٰی کر سکے، بندگانِ خدا کا تعلق اور رشتہ اپنے مالک حقیقی سے جوڑ کر بہتر اور مضبوط بنا سکے۔ اسلام کا یہ نظام تصوف و احسان بہت ہی قدیم ہے، اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اسلام کی۔ ابتدا میں اگرچہ لفظ تصوف کی اصطلاح موجود نہیں تھی لیکن تصوف اپنے تمام اوصاف اور خصوصیات کے ساتھ احسان کی شکل میں موجود تھا۔ صوفیاے کرام کی یہ مقدس جماعت ہر دور میں موجود تھی اور نظام احسان و تصوف کے ذریعہ ہمیشہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سوئے حرم لے جانے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

ہر لمحہ اپنے خالق سے ڈرنا، دین کے کام کو بغیر کسی دنیاوی لالچ کے سرانجام دینا، ہر انسان کو اپنے سے بہتر سمجھنا، اپنی ذات کی نفی کرنا، روپے پیسے سے محبت اور نہ ہی اسے جمع کرنا، شہرت و ناموری سے بچنا، طبیعت میں نرمی اور مزاج میں عاجزی پیدا کرنا حقیقت میں یہی وہ بنیادی اوصاف و کمالات ہیں تصوف جن کا مجموعہ ہے اور اسی سے مل کر تصوف کا ابتدائی خاکہ تیار ہوا ہے، صوفیاے کرام کی زندگی انہیں تعلیمات کا مظہر تھی۔

عہد صحابہ و تابعین میں تصوف کے وجود کے سلسلے میں علامہ ابن خلدون تصوف کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

”تصوف کا معنیٰ عبادت میں ہمیشہ پابندی کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا، دنیا کی زیب و زینت کی طرف سے روگردانی کرنا، لذت مال و جاہ جس کی طرف عام لوگ متوجہ ہیں اس سے کنارہ کش ہونا، یہ طریقہ صحابہ کرام اور سلف صالحین میں مروج تھا۔“

(کشف القلوب۔ ص 11۔ شیخ سید علی ہجویری)

تصوف کے ادوار:

مورخین نے تصوف کی ابتدا اور اس کے عروج وزوال کے پس منظر میں اس کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

دور اول: تصوف کا پہلا دور عہد نبوی اور صحابہ و تابعین کا دور ہے، اس عہد میں تصوف بہ کمال و تمام موجود تھا مگر اسے تصوف نہیں کہا جاتا تھا اسے زہد و تقویٰ اور احسان کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

دوسرا دور: تصوف کا دوسرا دور اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب مسلمانوں میں طلب دنیا اور حب جاہ عام ہو گئی، نئے نئے افکار و خیالات اور ضلالت و گمراہی مسلمانوں میں داخل ہوئی، وہ حقیقی مسلمان جو اسلام کے مثالی زہد و تقویٰ سے مزین تھے اور لذت ایمان سے آشنا تھے، ان گمراہیوں سے اپنے کو محفوظ و مامون رکھا تو نشان امتیاز کے طور پر وہ صوفی کہلائے جانے لگے اور ان کی مخصوص ایمانی و احسانی روش اور زہد و تقویٰ کو تصوف کہا جانے لگا۔

تیسرا دور: تصوف کا تیسرا دور وہ ہے جس میں تصوف کو حصول دنیا کا ذریعہ بنا لیا گیا، پیری مریدی کے نام پر تصوف کو ذریعہ معاش سمجھا جانے لگا، وہ آستانے جہاں سے لاکھوں زندگیوں میں انقلاب بپا ہوا کرتا تھا، مجاورین اور فقیروں کی بھیس میں بیٹھ کر لوٹ کھسوٹ کیا جانے لگا۔ وہ خانقاہیں جہاں تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہوا کرتا تھا وہاں میلوں، ٹھیلوں، چادروں، گاگروں اور رقص و سرور کا مرکز ان کو تصور کیا جانے لگا، یہ تصوف کا سب سے بدترین دور ہے جس میں اس وقت ہم لوگ سانس لے رہے ہیں اور ان چیزوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ بھی کر رہے ہیں، تصوف کے نام نہاد علم برداروں کی طرف سے تصوف کے نام پر اتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے جس کی نظیر مخالفین تصوف بھی نہیں پیش کر سکتے، صوفیانہ لباس اور خرقہ ولایت کی آڑ میں جس

صدر مفتی و شیخ الحدیث ادارہ شرعیہ اتر پردیش، رائے بریلی

طرح تصوف کا مذاق اڑایا جارہا ہے اس کی مثال شاید کہ کہیں مل سکے۔

تصوف کے منازل:

تصوف کی چار منزلیں ہیں، شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت ایک راستہ ہے، راستے پر چلنے کا نام طریقت ہے اور اس راستے پر چل کر جس منزل مقصود تک رسائی حاصل ہوتی ہے اس کا نام حقیقت ہے اور منزل مقصود پر جو اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں ان کا نام معرفت ہے، منازل تصوف کی یہ ایسی اصطلاحات ہیں جن کی تصدیق و تائید رسول اکرم ﷺ کی حدیث سے ہوتی ہے، چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

”الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة احوالی والمعرفة سری.“

شریعت میرے اقوال کا نام ہے اور طریقت میرے اعمال کا، حقیقت میرے باطنی احوال ہیں اور معرفت میرا راز۔

علم فقہ کی مشہور و معتمد کتاب رد المحتار میں ہے:

” الطریقة والشریعة متلازمان لان الطریقة الی الله ظاهرها و باطنهافظاهرهاالشریعة والطریقة و باطنها الحقیقة.“

شریعت و طریقت ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستے کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے، ظاہر شریعت و طریقت اور باطن حقیقت ہے۔

ائمہ تصوف نے اپنے تمام معتقدات، تصورات اور معمولات کی بنیاد قرآن و سنت کو ٹھہرایا ہے، چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”تصوف صرف وہی پاسکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن کریم اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ ﷺ ہو اور وہ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے، تاکہ نہ شک و شبہ کے گڑھوں میں گرے اور نہ ہی بدعت کے اندھیروں میں پھنسے۔“

(تذکرۃ الاولیا: ص 9: فرید الدین عطار)

صوفیا کے اقسام:

عصر حاضر کے صوفیاے کرام کا اگر جائزہ لیا جائے تو تین قسموں پر مشتمل ہیں۔

پہلی قسم: پہلی قسم ان صوفیاے کرام کی ہے جو صاحب علم ہونے کے ساتھ اہل تصوف بھی ہیں۔

دوسری قسم: دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو مدعی اہل علم اور مدعی تصوف ہیں، مگر حقیقت میں اہل تصوف نہیں۔

تیسری قسم: تیسری قسم ان کی ہے جو مدعی تصوف تو ہیں مگر اہل علم نہیں۔

ان تینوں میں اول گروہ سب سے زیادہ قابل تعریف ہے، دوسرے گروہ کے بارے میں اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ انہیں علم کے ساتھ تصوف سے بھی ہم کنار ہونا چاہیے، اس سے دنیا و آخرت میں کامیابی مل سکتی ہے، صلاح و فلاح اور سعادت و فروز مندی علم و عمل دونوں سے وابستہ ہے، اسلام کے عہد زریں میں تعلیم و تصوف دونوں ساتھ ساتھ رہے ہیں جس سے اسلام اور مسلمانوں کو کافی عروج ملا، تیسرا گروہ خود اہل صوفیہ کے نزدیک خطا پر ہے کہ بغیر علم کے تصوف خطرناک ہوسکتا ہے اور اس کے نتائج بھی مضر ہوتے ہیں، حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاملین تصوف کے طبقہ اولیٰ کی فضیلت اور طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق .

(مرقاۃ المفاتیح کتاب العلم: حدیث 27)

جو فقہ سیکھے اور تصوف حاصل نہ کرے وہ فاسق ہے، جو تصوف حاصل کرے فقہ نہ سیکھے وہ زندیق ہے اور جو تصوف اور فقہ دونوں حاصل کرے وہ حق کو پانے والا ہے۔

عصر حاضر میں تصوف کا مفہوم:

عصر حاضر چونکہ تصوف کا دور زوال ہے، تصوف کے نام پر بہت سارے خرافات انجام دیے جارہے ہیں اور بہت ساری خرابیاں اس کے اندر داخل ہو چکی ہیں عہد زوال کے پیش نظر تصوف کو جس معنیٰ اور مفہوم میں پیش کیا جارہا ہے اور اس کی جو شبیہ پیش کی جارہی ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں انتہائی مضر ہے، موجودہ دور میں تصوف کو جہالت، لادینیت، مخالف شریعت، اتحاد مذاہب اور رقص و سرور کے مفہوم میں متعارف کرایا جارہا ہے جو کہ اسلامی نقطہ نظر کے سراسر مخالف ہے، اس لیے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ احیاے تصوف کے ساتھ تصوف کے مفاہیم کی بھی اصلاح ہو اور تصوف کا اصلی رنگ جو کتاب و سنت کی روشنی میں ہے اس کو لوگوں

کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ تصوف کے تعلق سے جو بھی غلط فہمیاں لوگوں کے ذہن و دماغ میں پیدا ہو چکی ہیں ان سب کا ازالہ ہو اور حقیقی تصوف متعارف ہو سکے۔

تصوف کا صحیح مفہوم:

تصوف اسلام سے الگ کوئی چیز نہیں، بلکہ تصوف کی اساس قرآن و حدیث ہی ہے، اصل تصوف اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے، ایمان و عقائد کی درستی اور اصلاح قلب کی ایک صورت کا نام تصوف ہے، شرع کی پابندی کے ساتھ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا نام تصوف ہے، شرعی احکام جن کا تعلق آدمی کے ظاہری اعمال سے ہے اور اخلاقی تعلیمات جن کا تعلق انسان کے باطن کو درست کرنا ہے ان دونوں کے مجموعہ کا نام تصوف ہے، شریعت و طریقت کے حسین سنگم کا نام تصوف ہے اور جو دین اسلام کی صحیح دعوت لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور عوام الناس کو راہ راست پر لاکر خدا کی بندگی کا کام انجام دیتے ہیں انہیں صوفیا کہا جاتا ہے۔

تصوف صرف الفاظ و تعبیرات کا نام نہیں ہے بلکہ احوال و کوائف کا نام ہے، تصوف کو کتنی ہی میٹھی اور جامع عبارات سے بیان کیا جائے اس کی حقیقی مٹھاس اور شیرینی محسوس نہیں کی جا سکتی، جب تک کہ عملی طور پر اسے اختیار نہ کیا جائے، اتباع شریعت تصوف کا اوڑھنا بچھونا فرائض و واجبات کی پابندی اور محرمات سے مکمل اجتناب تصوف کی بنیادی شرط ہے، شریعت کو ترک کر کے تصوف کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا جا سکتا، فرائض کو چھوڑ کر کوئی شخص روحانی پرواز قطعاً نہیں کر سکتا، کیوں کہ اسلام پر مکمل طور پر عامل صوفیائے کرام ہی ہوتے ہیں اور جو لوگ شریعت سے دور فرائض سے ناآشنا اور جہالت و بے دینی کے اندھیروں میں سرگرداں ہیں انہیں تصوف کا نام لینے کا کوئی حق نہیں، اتباع شریعت کے بغیر عرفان و روحانیت تصور محض ایک دھوکہ ہے۔

تصوف میں ترک دنیا کا تصور:

تصوف زندگی کے تقاضوں سے چشم پوشی یا سماجی ذمہ داریوں سے فرار کا نام نہیں، صوفیائے کرام کے نزدیک عیال داری ،مال و زر، املاک، ساز و سامان اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھانا اور ان کے حصول میں جد و جہد کرنا فقر کے منافی ہے اور نہ ہی دین داری کے خلاف، دین اور فقر رہبانیت اور ترک لذائذ میں نہیں، جائز طریقے سے مال و دولت حاصل کرنا اور اپنے اہل و عیال کی کفالت و پرورش کرنا ان کے لیے راحت و سکون کا سامان فراہم کرنا یہ سب دنیاداری نہیں ہے ، دینی تقاضوں سے غفلت برتنے کا نام دنیاداری ہے، شریعت پر عمل کرنا اور شریعت کے مطابق ملازمت کر کے اہل و عیال کی پرورش کرنا بھی عبادت ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی بھی اپنے مریدوں کو ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتے تھے، آپ اپنے گورمنٹی ملازم مریدوں سے اکثر یہ فرمایا کرتے تھے:

"بدستور ملازمت کرتے رہو کیوں کہ اگر تم نیک اور شریف النفس لوگ ملازمت چھوڑ دو گے تو تمھاری جگہ عیار اور مکار لوگ آجائیں گے جو کہ عوام کو پریشان کریں گے، تمھاری سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ انصاف کرو، مال و زر کی ہوس نہ کرو، اس ملازمت کو اللہ کا کام سمجھو، رات کو خدا کی عبادت کرنا اور دن کو خدمت خلق کرنا اس طرح بادشاہ کی نوکری میں کوئی حرج نہیں اور تمام دنیاوی کام ضروری ہیں بشرط کہ شریعت کے خلاف نہ ہوں۔"

صوفیائے کرام کے حالات زندگی کے مطالعہ سے جن لوگوں کو بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی کا نام تصوف ہے ان کا یہ نظریہ تعلیمات تصوف کے خلاف ہے ، تصوف دنیا سے بیزاری کا نام نہیں بلکہ دنیا سے بے رغبتی کا نام تصوف ہے، دنیا میں رہ کر دنیا کی آلائشوں سے محفوظ رہنے کا نام تصوف ہے، اس لیے اہل تصوف حب الٰہی، اطاعت رسول، رضائے حق، صفائی قلب، خدمت خلق، صبر و شکر، توکل و قناعت جیسے اخلاق حمیدہ اور عبادت و ریاضت جیسی چیزوں پر ہمیشہ زور دیتے ہیں تاکہ حرص و ہوس کی اس دنیا میں اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کی پامالی نہ ہو، مختصر یہ کہ دنیا کے ہنگاموں میں رہ کر روحانیت کی تلاش اور حقیقت ازل کا قرب حاصل کرنے کے لیے جہد مسلسل کرنا تصوف ہے اور یہی شریعت و طریقت کا ماحصل ہے، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصوف میں ترک دنیا کے تعلق سے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"ترک دنیا کے یہ معنیٰ نہیں ہے کہ کوئی اپنے آپ کو ننگا رکھے اور لنگوٹی باندھ کر بیٹھ جائے، بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے اور کھائے بھی اور جائز شے کو روا بھی رکھے لیکن اس کے جمع کرنے کی خواہش نہ کرے اور دل کو اس سے نہ لگائے" (فوائد الفواد: ج 1: مجلس ہشتم)

مکتوبات دوصدی میں ترک دنیا کا ایک معنیٰ یہ بیان کیا گیا ہے:

"جس قدر ضروری ہے اگر چہ صورتاً وہ دنیا ہے مگر معناً آخرت ہے، جتنا ضروری ہے اس کا ترک جائز نہیں، اور اگر یہ پوچھو کہ دنیا ہے کیا؟ بزرگوں نے کہا کل قیامت کے دن جو کام نہ آئے وہ سب دنیا ہے اگر چہ نماز، روزہ، علم، تلاوت قرآن ہی کیوں نہ ہو۔"

(مکتوبات دوصدی: مکتوب 55 بنام جمال الدین)

عصر حاضر میں تصوف کی ضرورت:

تصوف ہی ایک ایسی ہدایت و رہنمائی کا راستہ ہے جس سے انسان کے دل و دماغ اور فکر و خیال میں انسانیت و خیر خواہی کا ذوق و جذبہ پیدا ہوتا ہے، جب تک لوگ تعلیمات تصوف کے دامن سے وابستہ رہے سارا عالم امن و سکون کا گہوارہ بنا رہا، چین و راحت کے ماحول میں سب زندگی گزارتے رہے لیکن جوں ہی اس سے کنارہ کشی اختیار کی گئی ہر طرف بے چینی و اضطراب کا ماحول پیدا ہو گیا، مادہ پرستی، بے ضمیری، بے دینی اور خواہشات نفسی عام ہوگئی، اخلاقی و تہذیبی زوال نے انسانی اقدار کو پامال کر دیا، معاشرہ لوٹ کھسوٹ، دہشت گردی، استحصال پسندی کا مرتکب ہو گیا، باپ بیٹا۔ ماں بیٹی، ساس بہو، شاگرد استاد اور بھائی بھائی کے مقدس رشتے اپنا وقار کھو چکے، دنیا سودی کاروباری کے لپیٹ میں آگئی، ہمدردی کے بجائے بے حیائی عام ہوگئی، حرص دولت میں انسانیت کا وجود خطرے میں پڑ گئی، ہر طرف قتل و غارت گری، مذہب کے نام پر دنگا فساد، خون خرابہ، ذات پات کے نام پر عناد و دشمنی، فرقہ وارانہ منافرت جیسے حالات و واردات نے ہر ایک کو بے چین و بے قرار کر دیا جس کی وجہ سے ہر شخص امن و عافیت اور چین و سکون کا متلاشی ہے ایسے حالات میں تصوف اور تعلیمات تصوف کی ضرورت و اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کیوں کہ عصر حاضر میں اگر امن و امان اور سکون و چین کہیں مل سکتا ہے تو صرف اور صرف تصوف اور تعلیمات تصوف میں موجود ہے، تعلیمات تصوف پر عمل پیرا ہو کر اس سلگتے ہوئے معاشرہ کو عصر حاضر کے خوفناک ماحول اور گناہوں کے دلدل سے بچایا جاسکتا ہے، تصوف کی تعلیمات کی بدولت سماجی برائیاں حرص، لالچ، بغض، کینہ، غیبت، نفاق اور ریا کاری کا سد باب کرتے ہوئے معاشرہ میں صلہ رحمی، خلوص، ہمدردی، میل جول اور رواداری کی فضا قائم کی جاسکتی ہے، تشدد اور فرقہ واریت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا جاسکتا ہے، عبادتوں میں خشوع و خضوع پیدا کیا جاسکتا ہے، تقویٰ و پرہیز گاری کے ساتھ رواداری کے جذبے کو امت مسلمہ کے دلوں میں ابھارا جاسکتا ہے، نیز تعلیمات تصوف کو عہد حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے نئی نسل کے لیے مذہب اسلام کے سمجھنے کی راہ ہموار کی جاسکتی ہے اور عالمی سطح پر ایک پر امن اور صالح معاشرہ کی تشکیل عمل میں لا کر ساری دنیا کو امن و سکون کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔

تعلیمات تصوف:

ذیل میں تصوف اور صوفیاے کرام کی کچھ خاص تعلیمات نقل کی جاتی ہیں جن سے تصوف کی اصلیت و حقیقت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(1) وسیلہ: تعلیمات تصوف کی پہلی منزل وسیلہ تلاش کرنا ہے، جس طرح دنیا میں علوم ظواہر سکھانے کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرشد مرید کی باطنی تربیت کرتا ہے، اس کو بارگاہ الٰہی کے آداب اور عشق و محبت سے آراستہ کر کے اس کے نفس کے عیوب کی اصلاح کرتا ہے جس کے نتیجے میں مرید بھی شیخ سے اس قدر عشق و محبت کرتا ہے کہ آخر کار فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف میں فرماتے ہیں "شیخ وہ ہستی ہے جس سے مطالب الٰہیہ حاصل کیے جائیں"۔

(2) تزکیہ نفس: صوفیاے کرام اور مشائخ طریقت تزکیہ نفس کو تصوف کی اولین شرط قرار دیتے ہیں، تصوف کا مرکزی عنوان تزکیہ نفس ہی ہے، اس لیے اصلاح تصوف کے ذیل میں سب سے زیادہ تزکیہ نفس پر ہی زور دیا جاتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نفس کی متابعت در حقیقت حق کی مخالفت ہے، نفس کی سب سے زیادہ ظاہر صفت شہوت ہے، نفس امارہ اور نفس لوامہ اسی شہوت پرستی سے عبارت ہے، اس لیے صوفیا معرفت نفس کو افضل سمجھتے ہیں، جب تک نفس کا مکمل تزکیہ نہیں ہوتا اس وقت تک قلب میں نورانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی اس لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا "قد افلح من زکاها" (اس نے فلاح پائی جس نے نفس کا تزکیہ کیا) حضرت ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'التصوف ترك كل حظ نفس' (تصوف تمام لذات نفسانی کو ترک کر دینے کا نام ہے)

(3) تزکیہ قلب: اہل طریقت کے نزدیک تزکیہ نفس کے ساتھ تزکیہ قلب بھی لازمی جزو ہے، اس لیے راہ تصوف میں اصلاح قلب کو بڑی اہمیت حاصل ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی

کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو گا اور اگر وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہو گا اس لیے قلب کی صفائی بھی لازمی ہے ، تزکیہ قلب کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان ہمیشہ نیک خیالات کو اپنے دل میں لائے اور اللہ کی نوازشوں ، نعمتوں اور عجائبات پر غور و فکر کرے۔

(4)توبہ و استغفار: توبہ و استغفار تعلیمات تصوف کا ایک اہم عنصر ہے ، حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"جب کسی چیز سے توبہ کرو تو نیت بھی خالص رکھو، گناہ سے ایک بار توبہ کی جاتی ہے مگر اطاعت سے ہزار بار ، جس اطاعت میں ریا کی آمیزش ہو وہ گناہ سے بھی بدتر ہے۔"

توبہ کرنے والے کی تین قسمیں ہیں(1)عذاب کے ڈر سے جو توبہ کی جاتی ہے وہ بندوں کے لیے مخصوص ہے(2) ثواب کی خواہش سے جو توبہ کی جاتی ہے وہ اولیا اللہ کے لیے مخصوص ہے(3) حصول عرفان کے لیے جو توبہ کی جاتی ہے وہ انبیا و مرسلین کا حصہ ہے۔

(5)صبر و رضا: صبر و رضا اہل طریق کی مخصوص پہچان ہے اور راہ سلوک کی آخری منزل بھی، اخلاص و یقین سے مقام رضا حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بہت عزیز رکھتا ہے ، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے:

"رضا قسمت کے فیصلے پر قلب کے خوش ہونے کا نام ہے ،اس لیے راضی برضا رہنے والا اپنی بساط سے زیادہ کسی اور چیز کی تمنا نہیں کرتا۔"

حضرات صوفیا کو مقام رضا میں اس قدر لذت محسوس ہوتی ہے کہ وہ اکثر رنج و مصیبت کی آرزو کرتے ہیں، جس قدر مصائب جھیلتے ہیں اسی قدر قوت برداشت بڑھتی ہے اور اس میں ان کو مزا ملتا ہے۔

(6)عشق و محبت: راہ تصوف میں تزکیہ نفس و تطہیر قلب کے بعد عشق و محبت کو خاص اہمیت حاصل ہے ، کیوں کہ عشق مرید کے اندر دلیرانہ جذبات کو فروغ دیتا ہے اور اسے ایثار نفس پر مائل کرتے ہوئے جان و مال اور نام و نمود سب کچھ قربان کر دینے کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے، اسی طرح عاشق میں ایسی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے تمام اخلاق ذمیمہ ، اخلاق شریفہ میں بدل جاتے ہیں ،عداوت محبت کا رخ دھار لیتی ہے ، بخل فیاضی میں بدل جاتا ہے، غرور نیاز کی صورت اختیار کر لیتا ہے، عشق وہ اکسیر ہے جس سے خاک سونا ہو جاتی ہے،عشق و محبت سے میلان نفس اچھی چیزوں کی طرف زیادہ ہوتا ہے ،اس لیے اہل ایمان سب سے پہلے اللہ اور اللہ کے رسول سے عشق و محبت کا رشتہ استوار کرتے ہیں۔

عہد قدیم میں خانقاہوں کا کردار:

بزرگان دین اور صوفیاے کرام کے ملفوظات کے مطالعے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ عہد قدیم میں بندگان خدا کو تربیت دینے کے لیے خانقاہی نظام اس دور کی عظیم تربیت گاہ تھی جہاں انسانوں کو حسن سلوک، رواداری، بھائی چارگی ، ہمدردی، قربانی، آپسی محبت ، دوستوں اور پڑوسیوں کا لحاظ، ماں باپ کی قدر و قیمت ، خطاؤں کو درگزر کرنا، سزا دینے کی بجائے معاف کرنا، برائیوں سے دور رہنا اور نیکیوں سے قریب رہنے کی تعلیم دی جاتی تھی، صوفیاے کرام خانقاہوں میں تربیت کے لیے پیغمبروں کے واقعات، ولیوں کے حالات، صوفیہ کا صبر و استقامت اور ان کی عبادت و ریاضت کی خصوصیات بیان کرتے تاکہ ان کی کوششوں کے دور رس اثرات مرتب ہوں، مختصر یہ کہ احد قدیم میں خانقاہی نظام ایک ایسا ادارہ ہوتا تھا جہاں انسان کو مخلص ، متقی، خدا ترس اور مخلوق خدا کا حقیقی اور سچا خیر خواہ بنانے کی تربیت دی جاتی تھی۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بزرگان دین اور صوفیاے کرام نے خدا کے ان بندوں کو جن تک تہذیب، آداب اور اخلاق کا کوئی گوشہ نہیں پہنچا تھا ان کو مسجدوں میں بلانے کے بجائے خانقاہوں میں تربیت دے کر انہیں سب سے پہلے اچھے اور سچے انسان بنانے کا کارنامہ انجام دیتے، اس طرح خانقاہی نظام اپنے آغاز سے ہی دنیا کے جن جن خطوں میں پھیلایا گیا وہاں کے ہزارہا باشندے تیز رفتاری کے ساتھ اسلام سے متاثر ہوئے اور تعلیمات تصوف کو فطری تعلیمات کا درجہ دیتے ہوئے مذہب اسلام کی جھرمٹ میں داخل ہو گئے اور آگے چل کر بہترین صوفی و بزرگ دین کی حیثیت سے شہرت کے بام عروج تک پہنچے۔

اس طرح خانقاہی نظام نے اپنے تربیتی مشن کے ذریعے اچھے اثرات مرتب کیے اور اس کے اچھے نتائج سامنے آئے، ایک عرصہ تک خانقاہی نظام اپنے قدیمی معیار پر استوار رہا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا حالات بدلتے رہے، تعلیم و تربیت کا یہ معیاری نظام

بھی تنزلی کا شکار ہوتا گیا، شریعت وطریقت کے مابین تفریق شطحیات و انحرافات، حب دنیا اور مجاز پرستی کے ذریعے بہت ساری خرافات اور خلاف سنت امور روحانیت کے نام پر اس میں شامل ہوئے جس کی وجہ سے اس میں پہلے جیسا اخلاص، تقویٰ، اطاعت خدا اور خوف خدا کی روایت برقرار نہ رہی، معروف اسکالر ونقاد مولانا سید اسید الحق محمد عاصم قادری شہید بغداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہی خوب لکھا ہے:

”اس تلخ حقیقت کا بہرحال اعتراف کرنا چاہیے کہ خانقاہی نظام کو جن دعوتی اور اصلاحی مقاصد کے لیے ہمارے اسلاف نے متعارف کرایا تھا ان مقاصد اور اہداف سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں، اس نظام کی اصل روح ختم ہوگئی ہے اب صرف ایک رسم رہ گئی ہے جس کو نسل بعد نسلِ نبھایا جارہا ہے، افسوس کہ جن خانقاہوں سے کبھی ”انا الحق“ کا نعرۂ مستانہ سنائی دیا کرتا تھا وہاں سے حق کی تجلیات رخصت ہوئیں اب صرف ’انا‘ باقی رہ گئی ہے“(تحقیق وتفہیم:ص253)

عصر حاضر میں تصوف کا فقدان خانقاہی نظام کے تناظر میں:

تصوف وسلوک جو ایک روحانی نظام تربیت کا نام ہے عصر حاضر میں وہ محض چند رسومات کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور اس میں بھی بہت ساری خرابیاں جنم لے چکی ہیں، تصوف کی حالیہ صورت حال سخت تکلیف دہ ہے، اصلاح وتزکیہ کی مسند پر جلوہ افروز حضرات شریعت سے بے اعتنائی علم وعمل سے کنارہ کشی اور دنیا کے حریص نظر آرہے ہیں، فرائض و واجبات سے غافل اور منکرات شرعیہ کے دلدادہ ہوتے چلے جارہے ہیں، خانقاہیت درگاہیت میں تبدیل ہو چکی ہے، تصوف کو ایک سود مند تجارت کے طور پر دیکھا جارہا ہے، بے عمل مجاورین نے ان مقدس آستانوں پر قبضہ جما رکھا ہے، مستقل طور پر حاجت مندوں کی مرادوں کی جھولیاں بھرنے میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے عوض میں زائرین سے نقدی بھی وصول کررہے ہیں، جن کا طریقت سے کوئی واسطہ ہے اور نہ صاحب مزار سے کوئی نسبت، آنے والے زائرین کے ساتھ اس قدر برتاؤ اور ناروا سلوک کرتے ہیں کہ وہ رنجیدہ خاطر ہوجاتے ہیں اور مزارات کے اس ذلت آمیز نظام سے متنفر ونالاں بھی، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ خانقاہوں کی حاضری اور ملنے والے فیض سے محروم ہوجاتے ہیں، اعراس مشائخ کا حال یہ ہے کہ قل شریف اور فاتحہ کا خوب اہتمام کیا جاتا ہے لیکن نماز جو فرض ہے اس کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا۔

ذیل کے سطور میں ہم تصوف کی اہمیت و افادیت، مشائخ طریقت کے معمولات اور قدیم خانقاہی نظام کو پیش کریں گے، نیز موجودہ خانقاہی نظام کا قدیم خانقاہی نظام کے تناظر میں تجزیہ پیش کرکے اس کی اصلاح اور احیا کے لیے چند تجاویز پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

شیخ طریقت:

تمام اکابر اولیا و مشائخ کے نزدیک شیخ طریقت ایسا ہونا چاہیے جو شریعت وطریقت اور حقیقت کے احکام و آداب و شرائط کا عالم ہو، اگر وہ عالم ہوں گے تو خود بھی حلال و حرام کی تمیز کریں گے اور اپنے مریدین کو بھی اس کی ترغیب دیں گے، سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ کے اوصاف کے تعلق سے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”اس شخص کو اپنا پیر شیخ یا مرشد بناؤ جس میں تین اوصاف یکجاں پاؤ، ایک علم دوسرا عقل اور تیسرا عشق۔ جب علم ہوگا تو وہ جہالت کا سبق نہیں پڑھائے گا، عقل ہوگی تو بدعقلی کا حکم نہیں دے گا اور جب صاحب عشق ہوگا تو اللہ ورسول کے ہر حکم کا خود بھی تابع ہوگا اور تمہیں بھی اسی راہ پر چلائے گا“۔

بیعت وارادت:

اہل اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنا مسنون و مستحب ہے لیکن اسی پر اکتفا کرلینا اور اوامر ونواہی کی پابندی نہ کرنا قطعًا درست نہیں، اصلاح باطن کے لیے بیعت کرنا مسنون ہے لیکن فرائض و واجبات اور سنن پر عمل کرنا دین کی بنیادی ضرورت ہے۔ بیعت کا اصل مقصد دین پر استقلال کے ساتھ کاربند رہنے کا عہد ہے، بیعت اللہ کے کسی محبوب بندے کے ہاتھ پر توبہ صادق کر کے ترک معاصی اور طاعات پر عمل کرنے کے ایک پختہ عہد وپیمان کا نام ہے۔

بیعت کے بعد مرید کی اصلاح و تربیت کرنا شیخ کی اہم ذمہ داری ہوتی ہے، مرید کے اعمال کا جائزہ لینا اور برے اعمال پر اس کا مواخذہ کرنا شیخ کا اہم فریضہ ہوا کرتا ہے، مریدین کی اصلاح و تربیت کے حوالے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مایہ ناز تصنیف ”القول الجمیل“ میں یوں ذکر ملتا ہے:

”شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مرید کے عقائد کو

درست کرے، توحید کا صحیح تصور اس کے دماغ میں بٹھائے، نبوت کے متعلق صحیح اعتقادات قائم کرائے، گناہوں کی تفصیل بتائے، کبائر و صغائر سے اجتناب کی تاکید کرے پھر ارکان اسلام کی پابندی کی ہدایت کرے اور ضرورت معاش سے آگاہ کرے۔(القول الجمیل:ص25)

مشائخ طریقت کا یہ معمول تھا کہ بیعت کے بعد اپنے مریدین کو نصیحتیں کیا کرتے تھے جن پر عمل کرنا مریدین کے لیے لازم ہوا کرتا تھا، مشائخ چشت عام طور پر یہ چار نصیحتیں اپنے مریدین سے کیا کرتے تھے (1) نماز باجماعت پڑھنا (2) جمع ترک نہ کرنا (3) ایام بیض کے روزے رکھنا (4) جو کام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو اسے نہ کرنا۔

مشائخ کی یہ چار نصیحتیں صرف رسمی نہیں ہوا کرتی تھیں بلکہ شیخ کے یہ قیمتی ارشادات مریدین کے لیے اصول زندگی قرار پاتے، جس سے ان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوتا، صرف یہ نہیں کہ بیعت کے وقت نصیحت کر کے مرید کو چھوڑ دیتے بلکہ اس کے بعد بھی شیخ طریقت اپنے مرید کی مسلسل نگرانی فرماتے، اس کے شب وروز کے معمولات کی دریافت کرتے، بیعت و ارادت کے سلسلے میں اس بات پر بھی خاص توجہ دی جاتی کہ مرید کے اندر گناہوں کا شدید احساس پیدا کر کے مستقبل میں ان کے اندر گناہوں سے پرہیز اور معاصی سے اجتناب کا جذبہ پیدا کر دیا جائے اور ان کے ذہن وفکر میں یہ بات راسخ کر دی جائے کہ ہمیشہ محسوس کرے کہ وہ ہر قدم اور مقام پر شیخ کے احتساب اور نگرانی میں ہے۔

عہد قدیم میں تقریباً تمام مشائخ کی خانقاہوں میں اصلاح و تربیت کے ان روشن اور تابناک اصولوں پر ہمیشہ عمل ہوتا رہا، مریدین کی اجتماعی و انفرادی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی رہی جس کا اثر یہ ہوتا کہ بیعت وارادت کے بعد اکثر لوگ معاصی سے پرہیز کرتے، فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کے عامل بن جاتے، اپنے شیخ کی عزت و عظمت کا احترام اور نسبت کے لحاظ میں وہ بہت ساری ظاہری اور باطنی برائیوں سے محفوظ رہتے، نیک اور صالح انسان بن کر قرب خداوندی کی دولت سے ہم کنار ہوتے۔

بیعت و ارادت کے مقاصد اور اس تناظر میں اگر آپ عصر حاضر کے پیری مریدی کا جائزہ لیں تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ آج بیعت کی حیثیت ایک رسم محض بن کر رہ گئی ہے جن عظیم مقاصد کے تحت ہمارے اسلاف نے بیعت وارادت کا سلسلہ قائم کیا تھا آج انہیں یکسر فراموش کر دیا گیا ہے، صورت حال یہ ہے کہ اب مشائخ طریقت کو اپنے مریدین و متوسلین کی اصلاح کی فکر ہے اور نہ ہی ان کی خانقاہوں میں ایسا کوئی نظام اور بندوبست ہے، بیعت کے بعد نہ شیخ کو خبر رہتی ہے کہ ان کا مرید کس حال میں ہے اور نہ مرید کو خبر ہوتی ہے کہ شیخ کا کیا حال ہے؟ ہاں اتنا ضرور ہے کہ پیر صاحب کا اپنے مریدین کے علاقوں میں سالانہ ایک دورہ ضرور ہوتا ہے اور نذر و نیاز وصول کر کے واپس چلے جاتے ہیں اور مریدین بھی پیر صاحب کی خانقاہ میں سالانہ عرس کے نام پر ایک بار حاضر ہو جاتے ہیں، پہلے لوگ اس نیت سے مشائخ کرام سے مرید ہوتے تھے کہ ان کی بافیض صحبت نگاہ کیمیا اثر اور ان کے توسل سے وہ گناہوں سے تائب ہو کر قرب خداوندی تک پہنچیں گے اور آج داخل سلسلہ ہونے والے کی نیتوں میں عموماً یہ چیزیں مفقود نظر آتی ہیں، مرید اپنی اصلاح اور شیخ طریقت سے کسب فیض کی زحمت گوارہ نہیں کرتا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ دنیا کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کے لیے بار بار اپنے شیخ سے دعائوں کی درخواستیں کرتے رہتا ہے۔

بیعت وارادت کے سلسلے کو با مقصد بنانے اور ہدایت وارشاد کے عمل کو فروغ دینے کے لیے ماضی میں ہمارے مشائخ طریقت نے بیعت وارادت کا جو طریقہ اپنایا تھا اور اس کے ذریعے اصلاح و تربیت کا جو مثالی نمونہ قائم کیا تھا ان پر عمل کرنا ہوگا اور ان کو زندہ کرنا ہوگا، پیری مریدی کی جو حقیقی صورت ہے اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا، شیخ کو اپنے فرائض منصبی کی مکمل عدائیگی اور مرید کو اپنے شیخ کامل کی اطاعت و پیروی کرنا لازم ہوگا۔

خلافت واجازت:

عہد قدیم میں مشائخ طریقت تقسیم خلافت کے معاملے میں حد درجہ محتاط تھے جس کو اس منصب جلیل کی اہلیت دیکھتے صرف اسی کو خلافت و اجازت سے نوازتے مریدین کی طرح خلفا کی بھی مکمل تربیت فرماتے، ان کی شخصیت سازی کی ہر ممکنہ کوشش کرتے، جب تک نظام ارشاد و ہدایت کو سنبھالنے کی صلاحیت ان کے اندر پیدا نہیں ہو جاتی اس وقت تک انہیں خانقاہ کی تربیت کی بھٹی میں پکاتے، ان کے اندر ذاتی کمالات اور دوسروں کو دعوت و ارشاد کے ذریعے متاثر کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے، خلافت واجازت کا سلسلہ اس لیے

جاری کرتے کی دعوت وتبلیغ اور ارشاد وہدایت کا کام مشائخ کے ساتھ خلفا کے ذریعے بھی انجام دیا جاسکتا ہے، جو اپنے شیوخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رشد وہدایت اور وعظ ونصیحت کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے ہیں۔

تصوف کے موجودہ نظام میں خلافت اور خلفا کے تعلق سے جو بے اعتدالیاں برتی جارہی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، تقسیم خلافت کے سلسلے میں مشائخ کے اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے نااہلوں کو اس بارگراں کا متحمل بنایا جارہا ہے جن کے علم وعمل کا کوئی ٹھکانہ نہیں وہ بھی دو چار خانقاہوں سے خلافت لیے بیٹھے ہیں اور بغیر کسی جھجک کے بھولے بھالے مسلمانوں کو مرید کر کے ان کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہیں، جدھر بھی نظر دوڑائیے ہر کوئی کسی نہ کسی شیخ کا خلیفہ بننے کے خواہاں ہیں، اپنے اثر ورسوخ کے ذریعے باضابطہ مشائخ کے پاس خلافت کے لیے تحریری اور تقریری مطالبہ کررہے ہیں، تقسیم خلافت کی ہوڑ لگی ہے، ہر شیخ اپنے خلفا کی تعداد بڑھانے میں مصروف ہیں اور اپنے معاصرین میں سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں، تقسیم خلافت کی اس بے راہ روی اور بے اعتدالی کے بھیانک نتائج ہمارے سامنے ہیں، خلافت اور خلیفہ کے نام پر آج عوام الناس اور بھولے بھالے مسلمانوں کا جو استحصال ہورہا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

مشائخ کی عظمت و وقار کے تحفظ اور خانقاہوں کے تقدس کو محفوظ رکھنے کے لیے اکابر مشائخ نے تقسیم خلافت کے جو رہنما اصول مقرر کیے ہیں ان پر عمل کرنا لازم وضروری ہے، تاکہ بیعت وارادت جو ذریعہ ہدایت ہے وہ ذریعہ تجارت بننے سے محفوظ رہے اور اس کا استعمال اپنے مقصد اصلی میں ہو۔

مراقبات:

قدیم خانقاہوں میں ارادت مندوں کے تزکیہ نفس وتصفیہ قلب کے لیے مجالس ذکر ومراقبے کا خاص اہتمام ہوتا تھا، مریدین و متوسلین اور خلفا ذوق وشوق سے ان مجالس ومحافل میں شریک ہوتے تھے اور روحانیت حاصل کرتے تھے، خلفا اور مریدین کو اوراد ووظائف اور ذکر واذکار کے طور طریقے بتائے جاتے تھے اور شب وروز کے معمولات میں اسے شامل کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی، صوفیائے کرام کے یہاں ذکر واذکار، اوراد ووظائف، چلہ کشی اور مراقبات کو ترقی درجات کے ذرائع تصور کیے جاتے تھے، اس لیے طالبان معرفت اس کے لیے کوشاں بھی رہتے تھے اور کافی محنت ولگن ودل جمعی کے ساتھ اس میں حصہ لیتے تھے۔

عصر حاضر کی خانقاہوں میں اس طرح کے مجالس ذکر ومراقبہ اور چلہ کشی کا سلسلہ اب تقریباً بند ہوچکا ہے، مریدین بے راہ روی کے شکار ہوتے چلے جارہے ہیں، انہیں اپنے سلسلہ کے خاص معمولات اور مخصوص وظائف کا پتا ہے اور نہ ہی اپنے شیخ کے شجرئہ تعلیمات کا علم، حال تو یہ ہے کہ ان کے باطن تو باطن ہیں ظاہر کو سنوارنا بھی بہت مشکل نظر آتا ہے۔

آج کی خانقاہوں میں بھی اس طرح کے مجالس ذکر ومراقبہ کا خاص اہتمام ضرور ہونا چاہیے جہاں مریدین اور عقیدت مند حاضر ہوکر ذکر و چلہ کشی کی روحانی غذا حاصل کرسکے، اپنے قلوب واذہان کو پاکیزہ کرسکے اور نفس کی غلامی سے نجات پاسکے۔

خدمت خلق:

تصوف کے بنیادی مقاصد میں ایک خدمت خلق بھی ہے جس کی مثالیں بغداد سے لیکر اجمیر معلی تک ہمیں ہر جگہ دکھائی دیتی ہیں، مشائخ کی قدیم خانقاہیں جہاں روحانی تربیت کا سرچشمہ ہوتی تھیں وہیں خدمت خلق کا بھی مرکز ہوتی تھیں، تاریخ شاہد ہے کہ مشائخ کی خانقاہوں میں جو نذر ونیاز اور فتوحات آتے تھے انہیں جمع کر کے نہیں رکھا جاتا بلکہ خلق خدا کی ضروریات میں صرف کردیا جاتا تھا، مسافروں کے لیے سرائے بنوائے جاتے، عبادت کے لیے مسجدوں کی تعمیر کی جاتی، مسکینوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی خانقاہوں سے کفالت کی جاتی، طالب علموں کی کھانے پینے کا انتظام بھی ہوتا تھا اور علما کے لیے وظائف بھی جاری کیے جاتے تھے، مختصر یہ کہ ان خانقاہوں سے بندگان خدا کی ضرورتیں پوری کی جاتی تھیں اور ان کے دکھ درد کو دفع کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی تھی۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ کا عالم یہ تھا کہ آپ کی خانقاہ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی پناہ گاہ تھی، ہزاروں افراد آپ کے لنگر سے روزانہ کھانا کھایا کرتے تھے اور خود آپ کا عالم یہ تھا کہ آپ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے، سحری بھی بہت کم کھاتے تھے، افطار کے وقت معمولی غزا لیتے تھے، خادم جب عرض کرتا کہ تھوڑا کھانا تناول فرمالیں تاکہ ضعیفی میں اضافہ نہ ہوجائے تو آپ رونے

لگتے اور فرماتے:

”چنداں مسکیناں و درویشاں در کنج ہائے مسجد و دکانہا گرسنہ وفاقہ زدہ افتادہ اند ایں طعام در حلق من چہ گونہ فرو رود۔

(سیر الاولیا: ص128)

بہت سے مساکین اور درویش مسجدوں کے کونوں اور دکانوں میں بھوکے اور فاقہ زدہ پڑے ہوئے ہیں، بھلا یہ کھانا میرے حلق میں کس طرح اتر سکتا ہے؟

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ بھی غریبوں کی امید کا مرکز تھی، روزانہ آپ کے لنگر خانے میں اتنا کھانا پکتا تھا کہ پورے شہر کے ضرورت مندوں کے لیے کافی ہوتا۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد گرامی مخدوم سلطان سید ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ سکا کیہ سمنان میں خدمت خلق کے لیے بہت مشہور تھی، لطائف اشرفی کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ ضرورت مند دور دراز علاقوں سے سفر کر کے آتے تھے اور خوب خوب سیراب ہو کر جاتے تھے، اس خانقاہ سے وابستہ علما کے لیے باضابطہ دربار شاہی کی طرف سے وظائف مقرر کیے گئے تھے۔

عصر حاضر کی خانقاہوں کا اگر آپ جائزہ لیں تو خدمت خلق اور ملی و فلاحی کاموں سے دور حاضر کا خانقاہی نظام الگ تھلگ ہے، اکثر خانقاہوں میں خدمت خلق اور فلاحی کاموں کے لیے لائحہ عمل نہیں ہے اور نہ ہی اس طرف مشائخ کرام کی کوئی خاص توجہ ہے، مریدوں اور عقیدت مندوں کے ذریعے حاصل ہونے والے نذرانوں کو دینی و فلاحی کاموں میں صرف کرنے کی بجائے اپنے آرام و آسائش اور عیش و عشرت کا سامان فراہم کرتے ہیں اور اس میں کچھ بھی شرمندگی محسوس نہیں کرتے، ضرورت مندوں کے لیے روزانہ لنگر کا اہتمام تو بہت دور غریب اور محتاج زائرین کو ایک وقت کا کھانا بھی ان خانقاہوں سے نصیب نہیں ہوتا، جاڑوں میں انہیں اوڑھنے کے لیے ایک کمبل میسر نہیں ہوتا، اکثر پریشان حال لوگ در بدر بھٹکتے اور کسی مسیحا کے متلاشی نظر آتے ہیں، خانقاہ کے نام پر مالدار مریدوں کے لیے گیسٹ ہاؤس کی اونچی اونچی عمارتیں کھڑی نظر آتی ہیں جہاں ان سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے اور اس کو ذاتی مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے، عصر حاضر میں اپنے اکابر کے قدیم خانقاہی نظام کو مشعل راہ بنا کر خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے، مریدین اور عقیدت مندوں سے خدمت لینے کے ساتھ ان کی خدمت کرنے کا مجاز بھی اپنے اندر پیدا کرنا لازمی ہے، ان کے دکھ درد مصیبت و پریشانی اور علاج و معالجہ میں حصہ داری بھی ضروری ہے، آج تقریباً پوری دنیا میں خانقاہیں پائی جاتی ہیں، ہر صوبہ و ضلع اور شہر میں کوئی نہ کوئی خانقاہ ضرور موجود ہے، اگر ان تمام خانقاہوں سے خدمت خلق کا کام خاطر خواہ انجام دیا جائے تو اس سے جہاں دعوت دین کے لیے خوش گوار حالات پیدا ہوں گے وہیں ضرورت مندوں کے لیے سر چھپانے کی جگہ اور آشیانے بھی دستیاب ہوں گے اور اس سے معاشرہ میں خیر خواہی اور صلہ رحمی کا جذبہ بھی فروغ پائے گا۔

دعوت و تبلیغ:

قدیم خانقاہوں میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا جاتا تھا، مشائخ طریقت نے خلوص و للّٰہیت کا پیکر بن کر خلق خدا کی اصلاح کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا، خانقاہوں میں ہر قسم کے لوگ حاضر ہوتے تھے، مشائخ طریقت ان کے فہم و بصیرت کے مطابق انہیں تلقین فرمایا کرتے تھے، ان کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق ان سے گفتگو فرماتے تھے، مجرمین جرم کا دفتر لے کر حاضر ہوتے اور وہ انہیں جھڑکنے اور برا بھلا کہنے کی بجائے توبہ کی تاکید فرماتے، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے، صوفیائے کرام کی دعوت و تبلیغ کے اس شاندار رویے کا اثر یہ ہوتا کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہمیشہ ان کے غلام بن جاتے اور دائمی طور پر گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے جن سے ان کی زندگی کا دھارا بدل جاتا۔

دعوت و تبلیغ کے معاملے میں صوفیائے کرام کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے وہ خود دین کی دعوتوں پر عمل کرتے تھے، پھر دوسروں کو اس پر عمل کی ترغیب دیتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ان کی دعوت موثر ہوتی تھی، ”سیر الاولیا“ میں حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا:

”پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال دیکھو جس کام کی اوروں سے درخواست کی پہلے خود عمل میں لائے تاکہ دوسرے لوگ عملی طور پر اس کا اظہار کریں اور اس میں آپ کی فرماں برداری کریں، ایسے شخص سے یہ بات کیوں کر متصور ہو سکتی ہے کہ خود نہ کرے اور غیر کو کرنے کا حکم دے“۔

دعوت و تبلیغ کے معاملے میں صوفیائے کرام نے ہمارے

سامنے جو اصول پیش کیے ہیں ہم نے ان تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اسی لیے ہماری باتوں میں نہ اثر ہوتا ہے اور نہ ہی سوز و گداز ،آج ہم اپنی داعیانہ ذمہ داریوں کا کبھی احساس واحتساب نہیں کرتے، آج نہ تو ہمارے اعمال درست ہیں اور نہ ہی حکمت و موعظت کے لیے ہمارے پاس اخلاص للّٰہیت کا جذبہ ہے، آج حال یہ ہے کہ جن امور اور معاملات کی انجام دہی کے لیے ہم خود کو کمربستہ نہیں ہوتے ان تمام امور کو اپنے سامنے والے سے انجام دلوانے کے خواہاں ضرور رہتے ہیں، مریدین و متوسلین اور عوام سے ہم یہ توقع ضرور رکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس اور پاکیزہ زندگی کو وہ اپنے لیے نمونہ عمل اور حرز جاں ضرور بنائیں ،اس کے برعکس خاص کی خامیوں اور خود اپنی ذات کی آلائشوں سے ہم مسکرا کر گزر جاتے ہیں، دعوت و تبلیغ کے نام پر حصول دنیا ہمارا مطمح نظر ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں دعوت و تبلیغ کی جو تعلیمات کتاب و سنت اور اقوال صحابہ وصالحین میں ملتی ہیں ان کی روشنی میں یہ فریضہ انجام دینا ہوگا، قدیم خانقاہی نظام میں دعوت و تبلیغ اور اصلاح امت کے جو طریقے ہمیں ملتے ہیں ان پر عمل کرنا ہوگا اور ان اصولوں پر عمل کر کے ہمیں اس کو مضبوط و مستحکم کرنا ہوگا، دعاۃ و مبلغین کے محاسن و اوصاف سے پہلے خود کو مالامال کر کے تبلیغ دین متین کے میدان میں قدم رکھنا ہوگا، اسی وقت اس کے اچھے نتائج اور مفید ثمرات کی توقع کی جاسکتی ہے اور تصوف کی تاثیر کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

علم دین:

سلوک و معرفت کی راہیں بغیر علم دین کے طے نہیں کی جاسکتیں اس لیے مشائخ کرام نے خود علم دین حاصل کیے اور اپنے عقیدت مندوں کو بھی اس کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کیا، علم دین حاصل کرنے کی ترغیب دی، عہد قدیم میں خانقاہوں میں جہاں ریاضت و مجاہدہ کا رواج تھا وہیں درس و تدریس کی محفلیں بھی گرم ہوا کرتی تھیں، قرآن، تفسیر، حدیث، حصول حدیث، عقائد و کلام اور فقہ و تصوف کی کتابوں کا دور چلتا تھا، مریدین و معتقدین ان محفلوں میں شریک ہوکر اکتساب علم و فیض کیا کرتے تھے اور اس کی نشر و اشاعت میں اہم رول ادا کیا کرتے تھے۔

خانقاہوں میں علم دین اور اس کے فروغ کے حوالے سے موجودہ خانقاہی نظام کا آپ اگر جائزہ لیں تو آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ تصوف کے دور زوال سے ہی خانقاہوں کی نظر میں تعلیم کی اہمیت بھی ختم ہوگئی ہے، چونکہ ان خانقاہوں کے مشائخ طریقت کے آبا و اجداد کے علمی و فکری کارنامے اتنے مشہور ہوئے کہ ان کے وارثین نے ان کی علمی عظمت و سطوت کو اپنے لیے بھی کافی سمجھا، تعلیم کے ساتھ اس قدر بے اعتنائی برتی گئی کہ خانقاہوں سے قابل قدر تعلیم دینے والے مدارس بھی تقریباً ختم ہوتے جارہے ہیں، آئے دن علم سے خانقاہوں کا تعلق کمزور ہوتا جارہا ہے، خانقاہیں جو کبھی علما کی سرپرستی کیا کرتی تھیں اب اپنے کو ان سے دور رکھنا پسند کرتی ہیں اور اپنے کردار و عمل سے یہ پیغام دیتی ہیں کہ علم دین سیکھنا سکھانا یہ مولویوں کا کام ہے، علوم شرعیہ کے حصول اور ان کے فروغ سے اس طرح غفلت برتی جارہی ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طریقت، معرفت، حقیقت، ولایت اور روحانیت ان سب کا علم دین اور شریعت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اب حال تو یہ ہے کہ شیخ بننے اور خلافت لینے کے لیے بھی نہ علم کی ضرورت ہے اور نہ عمل کی حاجت، جس کا نتیجہ یہ دیکھنے کو مل رہا ہے کہ علما کا مشائخ سے اور مشائخ کا علما سے باہمی روابط و تعلقات دن بہ دن کمزور ہوتے چلے جارہے ہیں۔

ادھر مدارس کا حال یہ ہے کہ تعلیم پر تو بھرپور توجہ دی جاتی ہے لیکن تربیت کا کوئی نظام نہیں ہے، جبکہ دینی ادارے کی حیثیت جہاں دانش گاہ کی ہوتی ہے وہیں تربیت گاہ کی بھی، ایک زمانہ تھا جب مدارس سے فارغ ہونے والے طلبا بیک وقت صوفی بھی ہوتے تھے، حکیم بھی، مفکر و مدبر بھی، محدث و فقیہ اور داعی و مبلغ بھی، جبکہ آج کا حال یہ ہے کہ ماہرین علوم و فنون تو خوب پیدا ہو رہے ہیں لیکن عمل و کردار کے غازی بہت کم یاب ہیں، اس لیے خانقاہوں کے فیضان کو عام و تام کرنے اور تصوف کی احیا و بقا کے لیے خانقاہوں کا رشتہ علم و علما کے ساتھ مضبوط و مستحکم کرنا بے حد ضروری ہے، ہر خانقاہ کے زیر اہتمام ایسے معیاری اداروں کا ہونا لازمی ہے جہاں دینی و عصری تعلیم کا باضابطہ انتظام ہو تاکہ خانقاہی اداروں کے فارغین عالم دین کے ساتھ شریعت و طریقت کے عامل بھی ہوں، علم دین کی خوشبوئوں سے اسلامی معاشرہ میں باغ و بہار قائم ہو اور خانقاہوں کی عظمت رفتہ بحال ہو۔

مقدس خانقاہیں اور کاملان شیوخ طریقت:

میری ان تمام گفتگو سے وہ ساری خانقاہیں اور مشائخ طریقت مستثنیٰ ہیں جو حقیقت میں ان باتوں کے مصداق نہیں ہیں، عصر حاضر میں عالم اسلام بالخصوص بر صغیر ہندو پاک میں کثیر تعداد میں ایسے شیوخ پائے جاتے ہیں جو شریعت و طریقت کے جامع اور شیخیت کی مکمل اہلیت رکھتے ہیں اور اپنی روحانی تعلیمات سے خلق خدا کو فیض پہنچا رہے ہیں، نظام خانقاہی کی اصلاح کے داعی اور اس کے منکرات کی شدید مذمت کے ساتھ اس کی تعمیری اور تنقیدی مزاج بھی رکھتے ہیں، اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بہت ساری خانقاہوں کے اکابر اور شیوخ طریقت نے اپنی اپنی خانقاہوں میں پائے جانے والے خرافات پر قدغن لگانے کی کوششیں کی، بہت سارے اصلاحات کیے اور خانقاہوں کی تجدید و احیا کی، معیاری ادارے قائم کیے اور فروغ علم میں نمایاں خدمات انجام دیں، خلاف شرع امور کی کسی بھی خانقاہ اور شیخ سے تائید و تحسین حاصل نہیں ہوئی، اس لیے تمام خانقاہوں کے نظام کو باطل قرار دینا اور سارے مشائخ طریقت کو ایک معیار پر رکھنا بالکل نامناسب ہوگا اور نہ ہی میری اس تحریر کے دائرے میں وہ آتے ہیں۔

احیائے تصوف کے لیے چند تجاویز:

آج کے دور زوال میں تصوف و روحانیت کی احیا مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کر کے اور ان اقدامات کو بروئے کار لاکر انجام دیا جاسکتا ہے، اصلاحات و اقدامات مشکل ضرور ہیں لیکن ناممکن نہیں۔

(1) تعلیمات تصوف کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے تاکہ تصوف کے تعلق سے لوگوں کے ذہن و دماغ میں جو فاسد نظریات اور باطل خیالات قائم ہو چکے ہیں ان سب کا ازالہ ہو اور حقیقت تصوف سے سب مطلع ہوں۔

(2) ملکی سطح پر صوفی سنٹر کا قیام ہو اور اس کی شاخیں ہر شہر و قصبہ میں کھولی جائیں جہاں خواص و عوام اور خاص کر کے نوجوان نسل صوفیا کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو سکیں۔

(3) تعلیمات صوفیا کو فروغ دینے کے لیے عالمی سطح پر کام کریں، اسکول و کالج کے نصاب کا حصہ بنائیں۔

(4) تصوف کی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ عام کریں اور عصری تقاضوں کو سامنے رکھ کر جدید اسلوب اور حقائق و معارف کی روشنی میں تصوف کی جدید لٹریچر مرتب کیا جائے۔

(5) درگاہیت کو خانقاہیت میں تبدیل کرنے کے لیے حتی المقدور کوششیں کی جائیں، قدیم خانقاہی نظام کا احیا ہو اور عہد جدید کو عصری تقاضوں کے مطابق خانقاہوں سے دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیا جائے۔

(6) تصوف کے عنوان پر سیمینار کا انعقاد ہو، اصحاب قلم سے خوب مقالے لکھوائے جائیں، اس عنوان پر جلسے اور کانفرنسیں منعقد ہوں اور تصوف کے مختلف عناوین پر مقررین کی تقریریں ہوں۔

(7) خانقاہوں میں تعلیمی ادارے قائم ہوں جس میں مروجہ تعلیم کے ساتھ تصوف و سلوک کا بھی تربیتی کورس ہو۔

(8) تمام مدارس عربیہ میں تصوف کو فروغ دیا جائے، تصوف کی تدریس کا آغاز کیا جائے، تصوف کو باقاعدہ نصاب میں شامل کیا جائے اور اسے بطور نصاب پڑھایا جائے۔

(9) بیعت و ارادت کو نفع بخش بنایا جائے، مشائخ اور مریدین کی اصلاحات کے لیے مناسب تدابیر اختیار کیے جائیں۔

(10) مزارات پر زائرین کے ذریعے جو غیر شرعی امور انجام دیے جاتے ہیں علما اپنے اپنے حلقوں میں وعظ و نصیحت کی محفلوں میں بھرپور ان سب کا سدباب کرنے کی کوششیں کریں اور پیار و محبت سے عوام الناس کو سمجھانے کا فریضہ انجام دیں۔

(11) مشائخ طریقت بیعت و ارادت کو ذریعہ معاش نہ بنائیں، خدمت خلق سمجھ کر رشد و ہدایت کا یہ کام انجام دیں۔

(12) مریدین و متوسلین سے نذرانے و تحائف جو موصول ہوتے ہیں ان کا کچھ حصہ دینی اور ملی کاموں میں ضرور لگائیں، نیز غریبوں اور محتاجوں کے لیے امدادی فنڈ قائم کریں، مسلمانوں کے لیے اسپتال اور رفاہی ادارے کھولے جائیں۔

(13) خانقاہوں میں مراقبہ اور مجالس ذکر کا اہتمام ہو جہاں مریدین کی خصوصی تربیت ہو اور انہیں آداب تصوف سکھایا جائے۔

(14) اعراس مشائخ میں ارکان اسلام پر بھرپور توجہ دی جائے اور نماز باجماعت کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

(15) مدارس میں اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اعلیٰ تربیت کا بھی خصوصی انتظام کریں تاکہ طلبا جب فارغ ہوں تو علم کے ساتھ عمل کی دولت سے بھی مالا مال ہوں اور وہ جب قوم کے رہبر و رہنما کی حیثیت سے میدان عمل میں اتریں تو معاشرہ میں علم و عمل کی روشنی پھیلائیں۔

****

مالی عبادت

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم ترین مالی فریضہ

(حافظ) افتخار احمد قادری

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم ترین مالی فریضہ ہے جس کی فرضیت کتاب وسنت سے ثابت ہے، مذہب اسلام کا نظامِ زکوٰۃ اجتماعی عدل وانصاف اور باہمی امداد واعانت کا بہترین آئینہ دار ہے اس کے اندر سماج کے بہت سے معاشی اور اقتصادی مسائل و مشکلات کا حل بھی موجود ہے اس کے نفاذ سے ایک ایسے پاکیزہ اور صاف ستھرے معاشرہ و سوسائٹی کی تشکیل کی جاسکتی ہے جس میں امیر وغریب اہل صنعت وحرفت، مزدور پیشہ، تجارتی کاروبار والے اور ہر طبقہ کے لوگ ایک دوسرے سے شیر وشکر ہوکر زندگی گذارتے نظر آئیں گے - اسلامی نظامِ زکوٰۃ کے ذریعہ مال ودولت کی صحیح تقسیم عدل وانصاف پر ہوتی ہے، اس میں نہ توفقراو مساکین کا استحصال اور ان کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے نہ ہی مالداروں اور امیروں پر جبر واکراہ اور ظلم وستم ہوتا ہے، نظام زکوٰۃ کے ذریعہ معاشرہ حرص ودولت، بخل اور خود غرضی ومطلب پرستی جیسے غیر اخلاقی جذبات سے پاک وصاف رہتا ہے۔

قرآن مجید کی نگاہ میں مسلمانوں کے لیے صحیح روشنی یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور متعلقین پر جائز حقوق وحدود میں رہ کر میانہ روی کے ساتھ اپنی دولت کو خرچ کریں اور جو ان کی ضرورت سے زیادہ ہو اسے راہ خدا میں خرچ کریں تاکہ دولت مند حضرات غریبوں کے ہمدرد بن کر رہیں اور معاشی طور پر غریب لوگ اس پوزیشن میں آجائیں کہ وہ بھی غیرت و خودداری کی زندگی بسر کرسکیں، اسلامی نظامِ زکوٰۃ کی گہرائی میں اترئیے اور اس کے پس منظر، پیش منظر، کا بغور مطالعہ کیجیے تو یقیناً آپ برملا اس بات کا اعتراف کرتے نظر آئیں گے کہ مذہبِ اسلام نے انسانی فلاح و بہبود کا جو نقشہ تیار کیا ہے اور معاشی مسائل سے لے کر قلوب واذہان کی تطہیر، تزکیہ نفس تک کا جو خاکہ امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے اور ایک باعزت وباوقار زندگی گزارنے کی جو اسکیمیں بنائیں اس جیسا نقشہ اور خاکہ دنیا کا کوئی مذہب ورہنما ہرگز ہرگز پیش نہیں کرسکتا ہے، مذہبِ اسلام زکوٰۃ کا سسٹم لاگو کرنے سے پہلے انسانی ذہن کی اصلاح کرتا ہے دل ودماغ میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ تمھارے پاس جو مال ہے وہ سب اللہ رب العزت کا عطیہ ہے اور اس کا خصوصی فضل وکرم ہے صرف اپنی محنت ومشقت اور عقل سے دولت نہیں ملتی ورنہ دنیا میں کوئی عقل مند اور توانا و تندرست آدمی غریب نہیں رہ جاتا اسی طرح اسے یہ بھی یقین دلاتا ہے کہ تم جو کچھ بھی راہ خدا میں خرچ کروگے تمہیں اس کا بدلہ آخرت میں ضرور ملے گا، اس سے بہتر ملے گا اور خدا کے بینک میں اگر صحیح طریقہ اور وقت پر قسطیں ادا کرتے رہے تو اس بینک سے تمہیں ستر گنا ملے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ یوں ہی ہر سرمایہ دار پر زکوٰۃ لازم بھی نہیں کرتا بلکہ اس کا ایک مخصوص نصاب مقرر کرتا ہے اور اس میں ایک معمولی رقم نکالنے کا حکم دیتا ہے ساتھ ہی ساتھ زکوٰۃ لینے کے بھی اصول متعیّن کرتا ہے اور ان لوگوں کی باقاعدہ لسٹ شائع کرتا ہے جو زکوٰۃ لینے کا قانونی حق رکھتے ہیں ایک طرف تو مالداروں کو زکوٰۃ دینے کا پابند کرتا ہے، دینے پر فضائل اور نہ دینے پر تادیبی کارروائی اور تہدیدی احکام سنا کر دلوں سے مال ودولت کی محبت کم کرتا ہے اور دوسری جانب زکوٰۃ کو مال کا میل کچیل کہہ کر حاجت مندوں کی غیرت وحمیت کو بیدار کرتا ہے کہ آج تو تم نے ضرورت ومجبوری کے تحت زکوٰۃ قبول کرلی لیکن یہ جان لو! کہ جو کچھ تم لے رہے ہو لوگوں کے مالوں کا میل کچیل ہے آئندہ تمھاری شرافت کو قطعًا یہ زیب نہیں دے گا کہ تم اس زکوٰۃ ہی کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو اور معاشی اعتبار سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش نہ کرو، نہیں بلکہ تم بھی ایک باعزت انسان ہو تم صلاحیتوں سے لیس ہو، پروردگارِ عالم نے تمہیں تمام خوبیوں سے نوازا ہے تم کو صحیح وسالم اعضا دے کر پیدا کیا لہذا تم بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر خود اس لائق بننے کی کوشش کرو کہ دوسروں کو زکوٰۃ دے سکو، یہ ہے مذہبِ اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کا بنیادی خاکہ جو اپنے اندر تمام تر خوبیوں اور اچھائیوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنٰی پاکیزگی اور بڑھوتری کے آتے ہیں، شریعت

کریم گنج، پورن پور، پیلی بھیت، مغربی اتر پردیش

کی اصطلاح میں مال کے اس مخصوص حصہ کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ رب العزت نے مال داروں پر چند شرطوں کے ساتھ واجب کیا ہے اور انہیں حکم دیا کہ وہ مال مخصوص قسم کے لوگوں کو بغیر کسی معاوضہ و بدلہ کے اس کا مالک بنادیں، زکوٰۃ دنیوی کاروبار اور انکم ٹیکس کی طرح کوئی ٹیکس اور بزنس نہیں ہے بلکہ وہ صرف اور صرف انسانوں کی صلاح و فلاح اور معاشی واقتصادی بحران کے خاتمہ اور باہمی امداد واعانت کا ایک مکمل نقشہ ہے جس سے معاشرے میں اجتماعیت واتحاد کا ماحول پیدا ہوتا ہے، ایک طرف دولت مند حضرات حرص وبخل اور حسد جیسی برائیوں سے محفوظ رہ کر اس بات کو خدا کا احساس اور اپنی مغفرت کا سامان جانیں گے کہ ان کو کسی غریب کی ضرورتوں کو پوری کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور پروردگارِ عالم نے انہیں اپنے دین کی خدمت کا اہل بنایا اور دوسری طرف غربا کے دلوں میں ان محسنوں کی محبت اور ان کے لیے جذبہ تعاون پیدا ہوگا اور معاشرہ طبقاتی کشمکش سے محفوظ رہے گا۔

اللہ رب العزت نے ہجرت کے دوسرے سال اہل اسلام پر زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم نافذ فرمایا: اور نبی کریم ﷺ نے بے شمار حدیثوں میں زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے- یہی وجہ ہے کہ مسائلِ زکوٰۃ سے تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ قرن اول سے لے کر آج تک کتب وفقہ تفسیر بھری پڑی ہیں اور اس کے تمام گوشوں کو فقہاے اسلام نے واضح فرمایا ہے کہ مذہبِ اسلام ہر طرح کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں کرتا بلکہ واجب ہونے کے لیے کچھ شرطیں مقرر کرتا ہے مختصراً ان شرائط کا بھی تذکرہ بہتر ہوگا اس لیے ہم ان کو ذکر کرتے ہیں۔

ملک تام: وجوب زکوٰۃ کی شرطوں میں سب سے اہم اور بنیادی شرط ملک تام ہے یعنی اسلام ہر اس مال پر حکم زکوٰۃ نافذ کرتا ہے جو کسی مسلمان کے پاس موجود ہو بلکہ صرف اور صرف اس مال پر ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جس پر اس کی مکمل ملکیت حاصل ہو، رہ گیا وہ مال جس پر ملکیت تامہ حاصل نہ ہو تو ایسے مال پر زکوٰۃ نہیں ہے، ملکیت اور ملکیت تامہ یہ دو الگ الگ مفہوم ہیں چنانچہ ملکیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ انسان کے پاس جو مال ہو اس میں اسے تصرف کرنے کا اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہو اور ملکیت تامہ کا معنیٰ فقہاے کرام کے ارشادات کی روشنی میں یہ ہے کہ انسان کو اس مال پر حق تصرف کے ساتھ قبضہ اور اختیار بھی پوری طرح سے حاصل ہو اور اس میں تصرف کرنے سے کوئی چیز مانع نہ ہو، اسی مطلب کے پیشِ نظر فقہاے کرام نے فرمایا ہے: جو مال گم ہو گیا ہو تو اگر وہ گمشدہ مال اسی شخص کی ملکیت میں رہتا ہے جس کی ملکیت میں وہ گم ہونے سے پہلے تھا تاہم اس مال پر زکوٰۃ اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس شخص کے قبضے میں نہیں ہے۔

البتہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ آخر وجوب زکوٰۃ کے لیے ملک تام کس حکمت پر مبنی ہے ملاحظہ فرمائیں: یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ملکیت ایک عظیم نعمت الٰہیٰ ہے کیونکہ تیارداری اور انسانیت کا نتیجہ ہے جس سے غلام اور جانور محروم رہتے ہیں- ملکیت سے آدمی کی قائدانہ حیثیت اور سرداری کی پوزیشن میں رہنے کا پتہ چلتا ہے اور ملک تام کے ذریعے انسان اپنے مال سے بے روک ٹوک فائدہ اٹھاتا ہے اور خود اپنے معاندین ونائبین توسل سے مال کی افزائش اور اس کے بڑھانے اور دونا کرنے پر قادر ہوتا ہے ایسی عظیم نعمت پانے کے سبب انسانیت کا یہی تقاضہ ہے کہ جس نے یہ نعمت عظمیٰ بخشی ہے اس کا شکریہ ادا کیا جائے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے۔

وجوب زکوٰۃ کی دوسری شرط "مال نامی ہونا" ہے- مال غیر نامی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے لفظ نامی نماء سے بنا ہے جس کا لغوی معنیٰ زیادتی افزائش اور اضافہ کے آتے ہیں- مگر شریعت کی زبان میں نامی اس مال کو کہتے ہیں جس میں حقیقتاً حکماً افزائش کی صلاحیت ہو اور صاحبِ مال کو اس سے نفع اور زیادتی حاصل ہو سکے خواہ اس مال میں توالد وتناسل کی صلاحیت ہو اور وہ اپنی اسی صلاحیت سے نفع بخش ہو پھر تجارت اور بزنس آدمی کو فائدہ پہچانے کی قابلیت رکھتا ہو زکوٰۃ صرف ایسے ہی مال میں واجب ہے-اسلام نے وجوب زکوٰۃ کے لیے نامی کی شرط کیوں رکھی؟ اسلام نے امت مسلمہ کے سامنے نظامِ زکوٰۃ اس لیے پیش کیا ہے کہ پروردگارِ عالم نے جس خوش نصیب انسان کو صاحب دولت و ثروت بنایا ہے اور جسے مال جیسی نعمت سے سرفراز کیا ہے وہ اپنے مال کا کچھ حصہ نکال کر غربا ومساکین کو دے تاکہ ان کی غم خواری ہو اور معاشرہ میں اخوت وبھائی چارگی اور ہمدردی کا مظاہرہ ہو اور معاشی و اقتصادی بحران کا سدباب ہو اسی لیے زکوٰۃ میں اتنا مال نہ دیا جائے جس سے دینے والا خود فقیر ہو جائے، اب اگر ایسے مال میں زکوٰۃ واجب قرار دی جائے جس میں نموکی صلاحیت مفقود ہو اور جو مزید نفع بخش نہ بن سکتا ہو تو کوئی عجیب نہیں ہے کہ زکوٰۃ دینے والا ایک دن خود ہی فقیر ہو جائے اور یہ بات اسلامی روح کے بالکل منافی ہے اور منشاے اسلام سے بہت دور ہے کہ آدمی اپنے ہاتھوں اپنی گداگری کا سامان مہیا کرے اور دوسروں کے

سامنے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہو جائے اس لیے زکوٰۃ کا وجوب صرف اموال نامیہ میں ہی ہوتا ہے ۔

اِسلام نے وجوب زکوٰۃ کے لیے **حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا** بھی شرط قرار دیا ہے جو اموال انسانی حاجات و ضروریات میں مشغول ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی البتہ اس سلسلے میں ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ آخر اسلام نے حاجت اصلیہ کا معیار کیا رکھا ہے اور حاجت اصلیہ سے اس کی کیا مراد ہے؟ فقہائے کرام نے مختلف انداز اور الفاظ میں اس کا مفہوم بیان کیا ہے مگر حاجت اصلیہ کا بہترین مطلب علامہ شامی نے جو ذکر کیا ہے وہ یہ ہے: کہ حاجت اصلیہ ہر ایسی صورت کو کہتے ہیں جو انسان کو ہلاکت و بربادی سے محفوظ رکھے جیسے کھانا، کپڑا، مکان، جنگی اسلحے یہ ایسی ضرورتیں ہیں جو بہر حال انسان کے لیے ضروری ہیں جن کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اسی طرح کارخانوں کی مشینیں صنعت و حرفت کے آلات جن کے بغیر انسان کا سارا کاروبار معطل ہو سکتا ہے، مکان میں سونے، کھانے پینے آرام کرنے کے ضروری سامان کہ ان کے بغیر انسان کے پاس مال موجود ہو مگر وہ ان تمام ضرورتوں اور حاجتوں میں مشغول ہو تو ان کا ہونا اور نہ ہونا وجوب زکوٰۃ کے مسئلہ میں برابر ہے، زیورات چونکہ زیب وزینت اور آلائش و زیبائش کے لیے تیار کیے جاتے ہیں اور یہ ان کے فاضل ہونے کی دلیل ہے لہٰذا وہ حاجت اصلیہ کے دائرے سے باہر ہیں اور مقدار کو پہنچنے کی صورت میں ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، شریعت مطہرہ نے حاجت اصلیہ کی شرط اس حکمتِ بالغہ کے پیشِ نظر رکھی ہے کہ زکوٰۃ چونکہ ایک عبادت ہے اور عبادت کے لیے طبیعت کی رغبت اور خوشی کے ساتھ اس کی ادائیگی کے لیے تیار ہونا ضروری ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان کو اس کی ضرورت زندگی سے بچے ہوئے مال کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا جائے اگر ایسے اموال میں زکوٰۃ کا حکم لگا دیا جائے جو انسان کی بنیادی ضرورتوں میں پھنسے ہوئے ہیں تو وہ طوعاً و کرہاً تو زکوٰۃ نکالنے پر تیار ہو جائے گا مگر وہ رغبت و مسرت اور طبیعت خاطر نہیں پیدا ہو سکے گی جو عبادتوں کی اصلی اسپرٹ اور روحانی تسکین کا سامان ہے ۔

وجوب زکوٰۃ کی ایک شرط **مال کا دین سے محفوظ ہونا** ہے یعنی اگر کسی شخص کے پاس ڈھیروں مال ہے مگر اس کے ذمہ ایسا قرض ہے کہ بندوں کی طرف سے اس کا مطالبہ ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے، تو اسلام اس مال سے زکوٰۃ دینے کا حکم نافذ نہیں کرتا کیونکہ یہ مال اب گویا اس کی حاجت اصلیہ کا ایک حصہ ہے اور وجوب زکوٰۃ کے لیے حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا لازم ہے، پروردگارِ عالم کی رحمت کاملہ کا یہ کتنا انوکھا باب ہے کہ اگر کسی کے ذمہ حقوق العباد ہو تو اسے یہ پسند نہیں کہ بندے کا حق مؤخر کیا جائے اور میری راہ میں خرچ کیا جائے، وہ فرما رہا ہے کہ میں اب اپنا حق ساقط کیے دیتا ہوں مگر ایک بندے کا دوسرے پر جو مالی حق ہے اسے ضرور ادا کرو، یہ وہ شرائط ہیں جو وجوب زکوٰۃ کے مسئلہ میں بنیادی حیثیت کے حامل ہیں ان میں کسی ایک بھی شرط کا معدوم ہو جانا وجوب زکوٰۃ کو ساقط کر دیتا ہے اور تمام شرطوں کے موجود ہونے پر زکوٰۃ بہر حال واجب ہو جاتی ہے اور کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہو اور پھر بھی وہ ادا نہ کرے تو اس کے لیے قرآن و سنت میں ایسے سنگین خطرات سے دوچار ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کلیجہ دہل جاتا ہے اور ایک صاحب ایمان پر جو کیفیت طاری ہو جاتی ہے اس کا احساس صرف خوف خدا رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

عبرت کے لیے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں جو ان اربابِ مال و دولت اور اغنیا کے لیے یقیناً باعثِ نصیحت ہیں جو مال و دولت کے نشے میں اس حکم الٰہی کو پامال کرنے ہی میں فخر محسوس کرتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: زکوٰۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کر دے گا، ایک دوسری جگہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: خشکی و تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے ہی ہوتا ہے، ایک اور مقام پر سرکارِ دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روز قیامت گنجے اژدہا کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہو کر پڑے گا۔ اسی طرح ایک اور عبرت انگیز حدیث ہے، وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا، یہ بھاگے گا اس سے کہا جائے گا لے اپنا وہ خزانہ کہ جس کو چھپا کر رکھتا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں جب دیکھے گا کہ اس اژدہا سے کوئی مفر نہیں ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے گا وہ ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اژدہا اس پر دوڑے گا یہ پوچھے گا تو کون ہے؟ اژدہا کہے گا میں تیرا وہ زکاتی مال ہوں جس کو چھوڑ کر تو مرا تھا، جب یہ دیکھے گا کہ وہ پیچھا ہی کیے جا رہا ہے تو اس کے منہ میں ہاتھ دے دے گا وہ چبائے گا پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا ۔ اللہ رب العزت مسلمانوں کو ان ہولناک مناظر سے محفوظ رکھے اور ان کو صحیح طور سے زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حکمِ شرع

فرائض ذمہ باقی رہتے ہوئے نوافل کی ادئیگی کا حکم

خلیل احمد فیضانی

عوام کی جہالت میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ویسے پورے سال کبھی مسجد کا رخ نہیں کرتے ہیں اور جب مبارک راتیں جیسے شب معراج ،شب براءت یا رمضان المقدس کا بابرکت مہینہ جلوہ فگن ہوتا ہے تو کچھ حد تک مسجدوں سے قریب تو ہوجاتے ہیں مگر اپنی جہالت کی وجہ سے ان مبارک ساعتوں سے بھی کماحقہ مستفید نہیں ہوپاتے۔

بعض لوگوں کے ذمہ گذشتہ دس سال، پندرہ سال حتی کہ بیس سال تک کی قضا نمازیں سر ہوتی ہیں مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ وہ لوگ بجاے ان قضا نمازوں کو پڑھنے کی نوافل پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاوی رضویہ مترجم جلد:10، صفحہ: 179 رسالہ مبارکہ "اعز الاکتناہ فی رد صدقة مانع الزكاة" میں یہ ضابطہ لکھا ہے کہ: کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے۔

یہ ضابطہ ایک حدیث شریف سے مستنبط و ماخوذ ہے۔حدیث پاک کے کلمات مبارکہ یہ ہیں: لما حضر ابابكر ن الموت دعا عمر فقال: اتق الله يا عمر واعلم ان له عملا بالنهار لايقبله با لليل وعملاً بالليل لايقبله بالنهار واعلم انه لايقبل نافلة حتي تؤدی الفريضة۔

ترجمہ: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی نزع کا وقت ہوا تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو بلوا کر ارشاد فرمایا: اے عمر! اللہ تعالی سے ڈرنا، اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں اگر رات میں کرو تو قبول نہیں فرمائے گا اور کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں اگر دن میں کرو تو قبول نہیں فرمائے گا اور خبردار رہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد: 1، صفحہ: 36، باب ذکر المھاجرین)

امام ابونعیم کے علاوہ دیگر محدثین کرام نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے جیسے عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی سنن میں، امام حناد نے فوائد میں، امام ابن جریر نے تہذیب الآثار میں روایت کیا ہے۔

اور بھی احادیث ہیں جن کو ہمارے علما نے اس ضابطہ کی اصل بتایا ہے۔آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اربع فرضهن الله فى الاسلام فمن جاء بثلاث لم يغنين عنه شيئا حتى ياتى بهن جمعيا: الصلوة، والزكوة وصيام رمضان وحج البيت.

ترجمہ: چار چیزیں اللہ تعالی نے اسلام میں فرض کی ہیں تو جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں جب تک وہ پوری چاروں نہ بجالاے۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں: نماز، زکوۃ، روزہ رمضان اور حج کعبہ۔(مسند احمد بن حنبل، جلد:4، صفحہ:201)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:
"امرنا باقام الصلوة وايتاء الزكوٰة ومن لم يزك فلا صلوة له"۔

ترجمہ: ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور زکوۃ نہ دیں اس کی نماز بھی مقبول نہیں ہے۔(مجمع الزوائد، ج:3، ص:62)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فتوح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں: فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم يقبل منه واهين.

ترجمہ: یعنی جو کوئی فرض چھوڑ کر سنت و نفل میں مشغول ہوگا تو یہ سنت و نفل قبول نہیں ہوں گے اور وہ خوار کیا جائے گا۔

(فتوح الغیب، صفحہ:273)

شیخ محقق علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے اسی فتوح الغیب کی مذکورہ عبارت کی تشریح میں ارشاد فرمایا کہ: ترک آں چہ لازم وضروری است واہتمام باآں چہ نہ ضروری است از فائدہ در عقل و خرد دور است چہ دفع ضرر اہم است بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی است

ترجمہ: لازم وضروری چیز کا ترک اور جو ضروری نہیں ہے اس کا اہتمام عقل و خرد میں فائدہ سے کوسوں دور ہے کیوں کہ ایک عاقل کے یہاں حصول نفع سے دفع ضرر اہم ہے بلکہ اس صورت میں تو نفع ہی منتفی ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالی علیہ عوارف المعارف شریف میں لکھتے ہیں: کہ حضرت خواص رضی اللہ تعالی نے فرمایا: بلغنا ان الله

لایقبل نافلة حتی یؤدی فریضة،یقول اللہ تعالی مثلکم کمثل العبد السوء بداء بالھدایة قبل قضاء الدین۔

ترجمہ:یعنی ہمیں یہ خبر پہنچی کہ اللہ عزوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ارشاد فرماتا ہے:کہ تمھاری مثال اس برے بندے کی طرح ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے۔(عوارف المعارف شریف،صفحہ:168)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کے بارے میں چند مثالیں بھی پیش فرمائی ہیں جو فرائض کو ترک کرکے نوافل کا اہتمام کرتا ہے۔فرماتے ہیں:کہ جس آدمی کو سلطان طلب کرے وہ وہاں نہ جائے اس کے غلاموں کے پاس جائے اس کی مثال ایسی ہے،،۔

حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالہ سے آپ فتوح الغیب میں نقل فرماتے ہیں کہ جس عورت کا حمل عین وقت پر ساقط ہوجائے تو اس کا نقصان گویا دگنا ہے کہ تکلیف بھی جھیلی اور بچہ بھی گیا۔یہ مثال اس نفل خیرات کرنے والے کی ہے جو فرض ادا نہیں کرتا۔(فتوح الغیب،صفحہ:273)

اہمیت فرائض کو بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:اے عزیز!فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ ونذرانہ۔قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے؟

خصوصا اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان وجہانیات سے بے نیاز ہے۔یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزمالے کوئی زمین دار مال گزاری تو بند کرلے اور تحفے میں ڈالیاں بھیجا کرے دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں۔ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے فرض کیجیے آسامیوں سے کسی کھنڈساری کا رس بندھا ہوا ہے جب دینے کا وقت آئے وہ رس تو ہرگز نہ دیں مگر تحفے میں آم،خربوزے بھیجیں کیا یہ شخص ان سے راضی ہوگا؟یا آتے ہوئے اس کی نادہندگی پر جو آزار انہیں پہنچا سکتا ہے ان آم،خربوزے کے بدلے اس سے باز آئے گا۔سبحان اللہ!جب کھنڈساری کے مطالبات کا یہ حال ہے تو ملک الملوک احکم الحاکمین جلا وعلا کے قرض کا کیا پوچھنا۔(فتاوی رضویہ،رسالہ مبارکہ:اعز الاکتناہ)

ہم اپنے مضمون کو اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کے اسی سوالیہ جملے پر ختم کرتے ہیں کہ:قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے۔***

(ص:19 کا بقیہ) اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقدس اوراق میں ضعیف قرآن کریم اور احادیث مقدسہ اور دیگر مقدس اوراق اور کتب کو ایک مشین کے ذریعے کاٹ کر ریزہ ریزہ کرکے گودہ بناتے ہیں اور پھر کاغذ یا گتّا بنا کر بیچتے ہیں۔آپ رہنمائی فرمائیں کہ ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا گتّا و چپل کے ڈبے، گارمنٹس کے ڈبے وغیرہ میں استعمال ہوسکتا ہے،رہنمائی فرمائیں۔

الجواب:بسم اللہ الرحمن الرحیم

(1)قرآن مقدس کے اوراق کو پارہ پارہ کرنا جائز نہیں اور نہ ہی انھیں جلانا جائز،اوراق تھوڑے ہوں تو تعویذ بنا کر بچوں میں تقسیم کر دیا جائے،زیادہ ہوں تو پاک جگہ پر مسلم میت کی طرح دفن کیا جائے۔

اتقان میں ہے:

(فرع) اذا احتیج الی تعطیل بعض اوراق المصحف البلاء ونحوہ فلا یجوز تمزیقھا لما فیہ من تقطیع الحروف وتفرقة الکلم، وفی ذلک ازراء بالمکتوب، کذا قالہ الحلیمی.
(الاتقان فی علوم القرآن، ج:2،ص: 221 ، فصل فی آداب کتابتہ)

واللہ تعالی اعلم

(2)مصحف شریف کے سوا دوسرے اوراق وکتب کا حکم کچھ ہلکا ہے،چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

قواعد بغدادی وابجد اور سب کتب غیر منتفع بہا ماورائے مصحف کریم کو جلا دینا بعد محو اسمائے باری عزاسمہ اور اسمائے رسل وملائکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم اجمعین کے جائز ہے کما فی الدر المختار: الکتب التی لا ینتفع بھا محی عنھا اسم اللہ وملئکتہ ورسلہ ویحرق الباقی. (فتاوی رضویہ، ج: 9، ص: 29، کتاب الحظر والا باحتر، رضا اکیڈمی)

جن اوراق اور مضامین کا حاجت کی وجہ سے احراق جائز ہے ان اوراق ومضامین کی بوجہ حاجت مشین کے ذریعے تمزیق بھی جائز ہونی چاہیے کہ احراق اور تمزیق دونوں کا حکم ایک ہے بس یہ لحاظ رہے کہ اللہ عزوجل،انبیائے کرام ومرسلین عظام اور فرشتوں کے اسما الگ کرلیے گئے ہوں،جنھیں تعویذ بنا سکتے ہیں،یا مصحف شریف کے ساتھ دفن کرسکتے ہیں۔ہمیں کتب علما کے ذریعے جو معلومات فراہم ہو سکیں وہ یہی ہیں۔واللہ تعالی اعلم◎◎◎

حکمِ شرع

نماز کی اہمیت قرآن واحادیث کی روشنی میں

خلیل احمد فیضانی

ایمان و تصحیح عقائد کے مطابق مذہبِ اہل سنت و جماعت کے بعد نماز تمام تر فرائض میں نہایت اہم واعظم ہے۔ قرآن مجید واحادیث نبوی ﷺ اس کی اہمیت سے مالامال ہیں، جابجا اس کی تاکید آئی ہے اور اس کے تارکین پر وعید فرمائی ہے۔

نماز اسلام کے پانچ ستونوں میں سے ایک اہم ستون ہے، نماز بدنی عبادتوں میں سب سے افضل عبادت ہے، مسلم اور کافر کے درمیان فرق پیدا کرنے والی چیز نماز ہے، اسلام کا شعار نماز ہے، یہ شیطان کے چہرے کو سیاہ کرتی ہے، مومن کے لیے باعث فخر ہے، نماز کے وقت اللہ تعالی نمازی ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اللہ تعالی انسان کو سجدہ کرتے وقت ہی سب سے زیادہ پسند کرتا ہے، جب انسان نماز کے لیے تیار ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور نماز کی جانب جتنے قدم بڑھاتا ہے اس کے اتنے گناہ معاف کر دے جاتے ہیں اور اتنا ہی ثواب اس کے حق میں لکھ دیا جاتا ہے۔ جنگ میں ہو کوئی چاہے دشمن کی تلوار کے سائے میں یا پھر دشمن کے ڈر سے اپنی جان بچا کر بھاگ رہا ہو اس وقت بھی نماز کو قضا کی صورت میں ادا کرنا لازم اور فرض ہے، یہ اسلام کا فرمان ہے اور نماز بے شک دارین کی سعادتوں کا ضامن ہے۔

اللہ عزوجل قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○

ترجمہ: کہ یہ کتاب پرہیزگاروں کو ہدایت ہے، جو غیب پر ایمان لائے اور نماز قائم رکھتے اور ہم نے جو دیا اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ: آیت 3)

اور فرماتا ہے: وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ○ (البقرۃ: آیت 43)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ یعنی مسلمانوں کے ساتھ کہ رکوع ہماری شریعت میں ہے یا تو پھر باجماعت سے نماز ادا کرو۔

اور فرماتا ہے: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ○ (سورۃ البقرۃ: آیت 238)

ترجمہ: تمام نمازوں خصوصا بیچ والی نماز (عصر) کی محافظت رکھو اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو

اور فرماتا ہے: وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ○

ترجمہ: نماز شاق ہے مگر خشوع کرنے والوں پر۔ (البقرۃ: 45)

نماز کا مطلقاً ترک تو سخت ہولناک چیز ہے اسے قضا کر کے پڑھنے والوں کے لے فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ○

ترجمہ: خرابی ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں وقت گزار کر پڑھنے اٹھتے ہیں۔ (سورۃ الماعون، آیت: 4،5)

نماز کی اہمیت اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ رب العزت نے سب احکام اپنے حبیب ﷺ کو زمین پر بھیجے، جب نماز فرض کرنی منظور ہوئی تو حضور ﷺ کو اپنے عرش عظیم پر بلا کر اسے فرض کیا اور شب اسرا (یعنی معراج کی رات) میں یہ تحفہ دیا۔

اسی طرح اور فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○

ترجمہ: کہ بے شک نماز مومنوں پر اپنے مقررہ وقت میں ادا کرنا فرض ہے۔ (سورۃ النساء آیت: 103)

اور فرماتا ہے: وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ.

ترجمہ: کہ نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔ (سورۃ البقرۃ: آیت 43)

اور فرماتا ہے: وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ○

ترجمہ: اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کر جب تک کہ تیری موت نہ آجائے۔ (پ: 14، سورۃ الحجر: آیت 99)

mohammedfidaulmustafa938@gmail.com

اس طریقے سے اللہ تبارک وتعالی نے پورے قرآن میں مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے 186 مرتبہ اپنے بندوں کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ نماز تمام برائیوں سے روکتی ہے جیسا کہ قرآن مقدس میں ذکر ہے؛

ترجمہ: کہ بے شک نماز تمام برائیوں اور برے کاموں سے روکتی ہے۔(پ:20، سورۃ العنکبوت: آیت 45)

اللہ تعالی اپنے بندوں کو نماز پر پابندی کرنے کی تلقین اس لیے کر رہا ہے تاکہ اس کے بندے ضلالت وگمراہی کے دلدل میں نہ پھنسیں اور حق کی راہ پر گامزن رہیں، تمام تر اختلافات اور مصیبت سے بچے رہیں۔

اگر آپ قرآن مقدس کی تلاوت کریں گے تو بے شمار آیات آپ کو ایسی ملیں گی جو نماز کی فرضیت پر دلالت کرتی ہیں اور آپ جان لوگے کہ بے شک نماز ہر حال میں فرض ہے اور اس سے بچنے کا کوئی چارہ کار نہیں۔

یقیناً نماز ہر حال میں فرض ہے صاحب! کیونکہ نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے جو دنیا میں تو ساتھ دیتی ہی ہے مرجانے کے بعد قبر میں بھی ساتھ دیتی ہے اور کل بروز قیامت آپ کی نماز آپ کے ساتھ ہوگی اور آپ کی شفاعت کرے گی اور کہے گی یا اللہ یہ تیرا بندہ ہے جو دنیا میں نماز صحیح وقت پر صحیح طریقے سے ادا کیا کرتا تھا اور میری بہت قدر کیا کرتا تھا۔

رسول اکرم سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں نماز کی فضیلت اور اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں: آقائے دو جہاں فخر کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: " صلوا كما رأيتموني "کہ جس طرح میں نے نماز ادا کی اسی طرح تم بھی ادا کرو۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: "جس نے نماز ادا کی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو چھوڑا اس نے دین کو چھوڑا"۔

(منیۃ المصلی، ص:13)

بلا شبہ نماز مسلمانوں کی ذمہ داری ہونے کے ساتھ ساتھ عام طور پر اسلام کی سب سے اہم عبادت ہے مگر نئی نسل نماز کے معاملے میں بہت کوتاہی برت رہی ہیں اور نماز سے کوسوں دور نظر آرہی ہے۔ تیسری جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

"العهد الذى بيننا و بينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر"

کہ ہمارے اور ان کے درمیان کا فرق نماز ہے جس نے اس کو چھوڑا وہ کافر ہوگیا۔(مشکاۃ المصابیح، ص56)

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز کی طرف رغبت دلاتے ہوئے چوتھی جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"الصلوات الخمس والجمعة ورمضان إلى رمضان مكفرات لما بينهن إذا اجتنبت الكبائر."

پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے جو ان کے درمیان میں کیے جائیں اگر کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

پانچویں جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"أحب الأعمال الى الله الصلاة."

اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے زیادہ جو عمل محبوب ہے وہ نماز ہے۔(مشکاۃ المصابیح، ص58)

چھٹی جگہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من صلى سجدتين لا يسهو فيهما غفر الله له ما تقدم من ذنبه."

جس کسی بھی شخص نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں کچھ بھی نہیں بھولا تو اللہ تعالی اس بندے کے پچھلے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔(مشکاۃ المصابیح، 58)

ساتویں جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا

"أى الأعمال أفضل إلى الله قال الصلاة."

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا عمل پسندیدہ ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمام تر عبادتوں میں سب سے افضل عمل اللہ کے نزدیک نماز ہے۔"(مشکاۃ المصابیح، ص:60)

آپ غور کریں کہ اللہ رب العزت نے نماز کو کیوں کر اتنی اہمیت کا حامل بنایا ہے اور کیوں سعادت کی ساری کنجیاں اسی نماز میں پوشیدہ ہیں۔ حبیب کائنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "بندے کے کفر اور ایمان کے درمیان جو چیز حائل ہے وہ نماز ہے اگر کسی نے

mohammedfidaulmustafa938@gmail.com

اسے چھوڑا تو دین سے خارج ہو گیا"۔ اور ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جس نے نماز کا اعتبار نہیں کیا تو نماز اس کے لئے نور، روشنی اور نجات نہیں بنے گی بلکہ وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا (امام احمد بن حنبل)۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلے کو مانے اور ہمارے ذبیحہ کو کھائے وہ ہماری ہی طرح ہے اور ہمارے حقوق اس کے لیے بھی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "ہر چیز کی بنیاد اسلام ہے اسلام کی بنیاد نماز ہے"۔

محجن بن ادرعی الاسلامی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے واپس آئے تو محجن کو ادھر ہی بیٹھا پایا۔ یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اچھا تم نے نماز کیوں نہیں پڑھا؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ یہ سن کر محجن نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے گھر سے ہی پڑھ لیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مسجد میں آئے ہو تو لوگوں کے ساتھ ہی نماز پڑھو اگر چہ تم نے گھر سے نماز پڑھ لیا۔

(احمد بن حنبل، نسائی)

میں نے یہاں بہت سی احادیث اور قرآنی آیات کو پیش کیا ہے تاکہ آپ تمام حضرات نماز کی اہمیت اور افادیت کو جان سکیں اور صحیح معنوں میں نماز کو ادا کر سکیں کیونکہ نماز ہی سے آپ کی دنیا سنورے گی، قبر کی اندھیری رات میں نماز ہی کام آئے گی اور روز محشر نماز ہی آپ کی شفاعت کرے گی اور آپ کے حق میں گواہی دے گی کہ اے اللہ اس شخص کو معاف کر دے یہ مجھے پابندی کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ مگر مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے کہ آج ہم اس دور جدید میں نماز کو بھلا بیٹھے ہیں، نماز پڑھنے میں کوتاہی برت رہے ہیں اور چھوڑنے کے عادی اس طرح بن چکے ہیں گویا نماز فرض ہی نہیں معاذ اللہ! اللہ ہمیں ہدایت دے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی دنیاوی اور اخروی زندگی کامیابی کے ساتھ ہم کنار ہو اور آپ یہاں بھی سعادت مندوں کی فہرست میں شمار ہو اور وہاں بھی سعادت مندوں کی فہرست میں آپ کا شمار ہو تو آپ نماز کو اپنی زندگی کا جز و لاینفک بنا لو یقیناً نماز ہر مشکل حالات میں آپ کے ساتھ کھڑی رہے گی اور کامیابی قدموں کے نیچے ہوگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "الصلاۃ مفتاح الجنۃ" کہ بے شک نماز جنت کی کنجی ہے۔ بس آپ اس حدیث سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو شخص بھی اس فانی دنیا میں نماز کی پابندی کرے گا اور صحیح طریقے سے نماز پڑھے گا تو بے شک نماز اس کے حق میں جنت کی کنجی ہے اور دو جہاں میں وہ شخص کامیاب ہو جائے گا اور کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوگا۔

آپ کو یہ بتاتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ بحمد للہ میں جامعہ دارالہدیٰ اسلامیہ میں زیر تعلیم ہوں اور یہیں علم کی تشنگی بجھا رہا ہوں۔ یہ جامعہ بحسن خوبی اپنے طلبہ کو مختلف علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ کر رہا ہے۔

یہ جامعہ جہاں ایک جانب اپنے بچوں کو عصری تعلیم فراہم کرتا ہے وہیں دوسری جانب اپنے بچوں کو دینی اور مادی تعلیم بھی فراہم کرتا ہے تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا کے ہر چھوٹے بڑے علاقے میں بآسانی پہنچایا جائے اور جو لوگ دین سے غافل ہیں انہیں راہ راست پر لایا جائے۔ اسی مقصد کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے جامعہ دارالہدیٰ اسلامیہ اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر تعلیم فراہم کر رہا ہے۔ اور میں محمد فداء المصطفیٰ اسی چمنستان علم و فن کا طالب علم ہوں جو تبلیغ دین کی خاطر رواں دواں ہے۔ اگر آپ کو جامعہ دارالہدیٰ اسلامیہ کے بارے میں اور بھی زیادہ معلومات چاہیے تو دیے گئے نمبر سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں نماز کے ساتھ مساجد کی بھی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز کو پابندی کے ساتھ اس کے مقررہ وقت پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے ہمیں مالا مال کرے آمین بجاہ سید المرسلین۔

◎◎◎

mohammedfidaulmustafa938@gmail.com

مناقب

سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل علم کی نظر میں

سراج احمد قادری مصباحی

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کبھی بھی نیک صالح متقی، عبادت گزار، شب زندہ دار بندوں سے خالی نہ ہوئی اور نہ ان شاء اللہ خالی ہوگی، ان صفات سے متصف اللہ کے مقربین، بندگانِ خدا کو خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ کا مودب و مقرب بنانے کی ہمہ وقت کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ سلسلہ انبیائے کرام سے شروع ہوتا ہے اور پھر اس دائمی نبوی فیضان کو علمائے راسخین، اولیائے کاملین، صوفیائے عاملین علی حسب الطاقہ پوری دنیا میں عام و تام کرتے رہتے ہیں، چوں کہ یہ حضرات انبیائے کرام کے سچے وارث اور جانشین ہوتے ہیں اور یہ وراثت انہیں اہل کمال کے حصے میں آتی ہے جنہیں خلاق عالم نے علوم ظاہری و باطنی سے کثیر اور وافر مقدار میں فیوضات و کرامات عطا فرما کر معرفت و حقیقت کے زیوروں سے مزین فرمایا ہے۔ انہیں جلیل القدر نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے ایک ہستی کا نام امام اجل، قطب اکمل، استاذ العلماء، امام الاولیاء، عارف باللہ، سلطان العارفین حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ تواریخ و سیر سے منسلک افراد بخوبی جانتے ہیں کہ شیخ سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار اولیائے کاملین، سرخیلِ اصفیا، اغواث و اقطاب میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت 15/رجب المرجب 512ھ، بروز جمعرات مسترشد باللہ عباسی کے زمانۂ خلافت میں مقام ام عبیدہ کے "حسن" نامی ایک قصبہ میں ہوئی۔ یہ مقام بطائح میں واسط و بصرہ کے درمیان واقع ہے۔

آپ نے دین و سنیت کی وہ خدمات انجام دی ہیں جنہیں فراموش کرنا آپ کی عظیم خدمات کو بھلا دینا ہے، مختلف علوم و فنون میں آپ کی تصانیف موجود ہیں، آپ کو مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی مگر جس فن کے ذریعہ آپ کو شہرت ملی وہ تصوف ہے، اس فن میں آپ کا انہماک اتنا بڑھا کہ آپ نے ایک ممتاز اور نمایاں مقام حاصل کر لیا، آپ کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں، یہی وجہ ہے کہ سیر و تواریخ کی بے شمار کتابوں میں آپ کی تعریف و توصیف کا تذکرہ ملتا ہے اور آپ کے معاصرین و متاخرین نے آپ کا ذکر اعلیٰ اوصاف عمدہ خصلتیں، بلند محاسن و محامد کے ساتھ کیا ہے۔ ذیل میں چند اہل علم کے اقوال و فرمودات نقل کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

✻- امام اجل سیدی ابو الحسن علی بن یوسف نور الملۃ والدین شطنوفی بہجۃ الاسرار میں فرماتے ہیں:

الشيخ احمد بن أبي الحسن الرفاعي رضى الله تعالى عنه هذا الشيخ من اعيان مشائخ العراق واجلاء العارفين وعظماء المحققين وصدار المقربين صاحب المقامات العلية والجلالة العظيمة والكرامات الجليلة والاحوال السنية والافعال الخارقة والانفاس الصادقة صاحب الفتح المونق والكشف المشرق والقلب الانور والسر الاظهر والقدر الاكبر (الاسرار ومعدن الانوار ج : ٢٣٥ مصطفى البابى مصر)

ترجمہ: حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران مشائخ و اکابر عارفین و اعاظم محققین و افسران مقربین سے ہیں، جن کے مقامات بلند اور عظمت رفیع اور کرامتیں جلیل اور احوال روشن اور افعال خارق عادات اور انفاس سچے عجیب فتح اور چمکا دینے والے کشف اور نہایت نورانی دل اور ظاہر تر سر اور بزرگ تر مرتبہ والے۔

✻- حضرت شیخ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

السيد احمد سلك الى الله طريقا اقعب به السالكين واخرس السنته المتكلمين واقعر في ديوان التفتيش المحمدى اهل الدعوى اذل نفسه فعز واخرها فتقدم وطمس انانيته استراق النفس والسمح فصار نورا يستضاء به وجيلا ابلق يلتجاء

seraj.misbahi17@gmail.com

اليه وانه لوجيه الوجه عند الله ورسوله نحن اشياخه بالاسم وهو شيخنا الوقت بالحكم."

(المجالس الرفاعية ، ص: ٢٣)

ترجمہ: سید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریق الی اللہ کے لیے ایسا راستہ اپنایا ہے کہ سالکین اس پر چلنا چاہیں تو عاجز رہ جائیں، اس راستے کی وضاحت کرنا چاہیں تو ان کی زبانیں ساتھ نہ دیں، انھوں نے اپنے نفس کو تواضع وانکسار کا پیکر بنایا تو اللہ رب العزت نے ان کو معزز ومکرم کردیا، انھوں نے اپنے نفس کو موخر کیا تو پروردگار عالم نے اسے مقدم فرمادیا، انھوں نے اپنی انانیت کو کچل دیا تو رب تعالیٰ نے ان کو ایسا منور کردیا کہ دوسرے لوگ نور پا رہے ہیں، اللہ پاک نے آپ کو ایسا پہاڑ بنایا کہ لوگ اس کی پناہ لے رہے ہیں، آپ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک بڑی وجاہت ومرتبت والے ہیں، ہم بظاہر ان کے شیخ ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارے شیخ ہیں۔

✽-امام شہاب الدین ابو الفلاح عبد الحی بن احمد بن محمد العکری الحنبلی الدمشقی فرماتے ہیں:

ترجمہ: آپ تواضع اختیار کرنے والے آلودگیوں سے پاک سینہ والے تھے دنیا سے بے نیاز تھے، آپ نے کبھی بھی ذخیرہ اندوزی نہ کی۔

✽-حضرت شیخ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

كل الاصحاب يفتخرون بمشايخهم الا انافاني افتخر بالسيد احمد الرفاعي ، ويحق له ان يفتخر بهذا الامام الذي ايد الله به السنة و احيا به الطريقة ، واعلى به منارة الحقيقة "

(ارشاد المسلمین لطریقة شیخ المتقین، ص: ٨)

ترجمہ: سب لوگ اپنے مشایخ پر فخر کرتے ہیں مگر میں سید احمد رفاعی پر فخر کرتا ہوں، اور ان کی ذات یقیناً فخر کے لائق ہے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ سنت کو تقویت بخشی، طریقت کو زندہ فرمایا، اور حقیقت کے منار کو بلند فرمایا۔

✽-نیز فرمایا: اگر سر امتثال نہ ہوتا تو میں سید احمد سے بیعت ہوتا، اس میں شک نہیں کہ میں ان کا صورتاً شیخ ہوں مگر حقیقتاً وہ میرے شیخ ہیں۔

✽-قطب ربانی حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ان لله عبدا متمكنا فى مقام عبديته ، يمحوا سم مريده من ديوان الاشقياء ويكتبه في ديوان السعداء .

(المعارف المحمديه – ص: ٤٩)

ترجمہ: اللہ رب العزت کا ایک بندہ (سید کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے جو مقام عبدیت پر ممکن ہے۔ جو اپنے مریدوں کا نام بدبختوں کی فہرست سے ہٹا کر نیک بختوں کی فہرست میں درج کردیتا ہے۔

✽-امام رافعی قاضی ابو شجاع شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

كان السيد أحمد الرفاعى علما شامخا وجبلا راسخا، وعالما جليلا، محدثا فقيها، مفسرا، ذا روايات عاليات واجازات رفيعات قارئا مجودا، حافظا مجيدا، حجة رحلة ، متمكنا فى الدين اعلم اهل عصره بكتاب الله وسنة رسوله ، واعملهم بها بحرا من بحار الشرع ، سيفا من سيوف الله، وارثا اخلاق جده رسول الله ﷺ۔

(المعارف المحمديه ص: ٤٤)

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ شخصیت، جبل راسخ، عالم جلیل، محدث، فقیہ، مفسر، صاحب روایات عالیہ واجازات رفیعہ، عمدہ قاری قرآن، اچھے حافظ قرآن، حجت کاملہ، دین پر مضبوطی سے کاربند، اپنے ہم عصروں میں کتاب وسنت کے سب سے بڑے عالم و عامل، بحر شریعت، سیف اللہ اور اپنے جد کریم رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے سچے وارث تھے۔

✽-مورخ ابن اثیر جزری رقم طراز ہیں:

كان صالحاذ قبول عظيم عند الناس ، وعنده من التلاميذة ما لا يحصى .

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرد صالح اور عوام و

خواص کے مابین حد درجہ مقبول تھے، آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

✽-فقیہ صلاح الدین صفدی فرماتے ہیں:

الامام القدوة العابد الزاهد، شيخ العارفين .

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام و پیشوا، عابد وزاہد اور اہل اللہ کے شیخ تھے۔

✽-محدث عبدالسمیع ہاشمی واسطی فرماتے ہیں:

كان السيد احمد أية من آيات الله معجزة من معجزات رسول الله ، كان طريقه الكتاب والسنة ، كان فعالا ولا قوالا ، لورايته رأيت كل السلف، وليس على الله بمستنكر أن يجمع العالم في واحد.

(المعارف المحمديه، ص: ٤٩)

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ رب العزت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسول اللہ لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصلاح و تزکیہ کا طریق کارکتاب وسنت سے ماخوذ ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمل کے دھنی تھے نہ کہ قول کے۔ اگر تم نے انھیں دیکھ لیا تو گویا تمام اسلاف کو دیکھ لیا۔ اور اللہ کی ذات سے یہ کچھ بعید نہیں کہ ایک شخص واحد میں پوری دنیا کو سمیٹ دے۔

✽-شیخ منصور بطائحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

ترجمہ: میں نے اپنے جملہ اصحاب اور خود سے آپ کا موازنہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سب سے بالاتر پایا۔

✽-ابن خلکان فرماتے ہیں:

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرد صالح اور شافعی المذہب فقیہ تھے۔

✽-ابن عماد خیلی کہتے ہیں:

الشيخ الزاهد القدوة .

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ، زاہد اور امام تھے۔

✽-ابن قاضی شہبۃ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ابن قاضی شہبہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر طبقات شافعیہ میں کیا اور شافعی فقہا میں آپ کو شمار کیا۔

✽-امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

ترجمہ: آپ عظیم زاہد اور بلند پایہ اولیاے عارفین اور بڑے درجہ کے سید اور واضح کرامتوں کے حامل ہیں۔

✽-شیخ عبدالوہاب شعرانی کا قول ہے:

هو الغوث الاكبر والقطب الاشهر احد اركان الطريق وائمة العارفين الذين اجتمعت الامة على امامتهم واعتقادهم. (لواقح الانوار، ج:۱)

ترجمہ: آپ غوث اکبر مشہور زمانہ قطب اور ان اصحاب طریقت اور ائمہ عارفین میں سے ایک ہیں جن کی امامت اور عقیدت امت کے نزدیک مسلم ہے۔

✽-حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ان کا اخلاق سر تا پا شریعت اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور ان کا دل اللہ رب العزت کے ساتھ مشغول ہے۔ انھوں نے سب کچھ چھوڑ کر سب کچھ پالیا (یعنی رضاے الٰہی کی خاطر کائنات کو چھوڑا تو رب کو پالیا اور جب رب مل گیا تو سب کچھ مل گیا۔

(سیرت سلطان الاولیا، ص:200 ملخصا)

ولی کبیر حضرت سیدنا ابراہیم ہوازنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں سید احمد کبیر کی کیا تعریف کر سکتا ہوں۔ ان کے جسم کا ہر بال ایک آنکھ بن چکا ہے جس کے ذریعہ وہ دائیں بائیں مشرق و مغرب ہر سمت میں دیکھتے ہیں۔ (سیرت سلطان الاولیاص:200 ملخصا)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

آپ کا شمار اقطاب اربعہ سے یعنی ان چہارم میں جو اقطاب میں اعلیٰ 2 ممتاز گنے جاتے ہیں۔ اول حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوم سید احمد رفاعی، سوم حضرت سید احمد کبیر بدوی، چہارم حضرت سید ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(فتاویٰ رضویہ ص550، ج:21، جدید)

-*-*-*-*-*-

1857ء کی جنگ آزادی کا ایک مجاہد

مبلغ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ

سید منور علی شاہ بخاری قادری رضوی غور غشتوی

ڈاکٹر مانع تسلیم کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام 1283ھ/1866ء میں عمل میں آیا (الموسوعۃ المیسرۃ، ج 1، ص 308) لہٰذا اوپر دیے گئے حقائق کی روشنی میں بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا کیرانوی دارالعلوم دیوبند کے قیام سے آٹھ سال پہلے ہندوستان چھوڑ چکے تھے اور لوٹ کر نہیں آئے تا آں کہ مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں آپ کی عمر 49 برس سے زائد تھی اور آپ مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں تدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام میں آپ کے علم و فضل کا طوطی بول رہا تھا، چنانچہ یہ دعویٰ کہ مولانا کیرانوی نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی یا اس کے قیام میں کسی قسم کی معاونت کی، یا یہ کہ اس دارالعلوم کے فارغ التحصیل کسی عالم نے مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی، سراسر بے بنیاد ہے۔

مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ نے جب مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اس وقت مدرس صولتیہ پورے جزیرہ عرب کا سب سے اہم مدرسہ بن چکا تھا، آپ کے بعد آپ کے بھائی کے پوتے مولانا محمد سعید بن محمد بن علی اکبر بن خلیل الرحمٰن کیرانوی علیہ الرحمہ (پ: 1290ھ/1873ء- ف: 1357ھ/1938ء) نے ہم مدرسہ کی ذمہ داری سنبھالی۔ مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی معروف کتاب "تقدیس الوکیل" پر مولانا محمد سعید علیہ الرحمہ کی تقریظ موجود ہے، علاوہ ازیں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کی اختلافی مسائل پر فیصلہ کن کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" کا پہلا ایڈیشن انھی مولانا محمد سعید کے اہتمام سے مکہ مکرمہ سے شائع ہوا، جو ان کے اہل سنت ہونے کی بین ثبوت ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ صولتیہ کے مدرس اول مولانا حضرت نور افغانی پشاور مہاجر مکی رحمت اللہ علیہ (متوفی 1321ھ/1903ء) اور مدرس دوم مولانا عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی کتاب "تقدلس الوکیل" پر تقریظ لکھی، امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ علامہ سید احمد درس اور شیخ عبد الرحمٰن دحلان حنفی مکی مدرس اول رہے، جن علمائے مکہ مکرمہ نے مسجد الحرام میں اور بعد ازاں مدرسہ صولتیہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے تعلیم پائی اور پھر مسلک اہل سنت پر اپنی تحریریں یادگار چھوڑیں، ان میں مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن سرج مکی، مفتی احناف و چیف جسٹس شیخ عبد اللہ سراج، شیخ الخطبا شیخ احمد ابوالخیر مرداد، قاضی مکہ شیخ دحلان، علامہ سید حسین دحلان، مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد بن حسین مالکی، قاضی مکہ شیخ عبد اللہ ابوالخیر مرداد شہید، مبلغ اسلام علامہ سید عبد اللہ دحلان، قاضی جدہ علامہ سید حامد احمد جداوی اور قاضی جدہ و مفتی احناف شیخ محمد صالح کمال حنفی کے اسمائے گرامی اہم ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ 1307ھ/1889ء میں مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو مدرسہ صولتیہ میں قیام فرمایا، اس وقت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے اور مدرسہ میں موجود تھے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے زندگی کے آخری ایام میں محلہ جیاد (مکہ مکرمہ) میں ایک اور مدرسہ احمدیہ قائم کیا، جس میں تجوید و حفظ قرآن پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتاب "حسام الحرمین" کے مقرظ (تقریظ لکھنے والے قاری حافظ شیخ احمد مکی بنگالی رحمت اللہ علیہ اس مدرسہ کے مدرس و مہتمم تھے۔

سعودی عہد شروع ہوا تو اس مدرسہ کے ذمہ داران نے دیوبندیت اختیار کر لی اور انھی ایام میں مدرسہ کے زوال کی ابتدا ہوئی، مولانا محمد سعید کیرانوی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مولوی محمد سلیم کیرانوی اور پھر مولوی ماجد کیرانوی نے یہ ذمہ داری سنبھالی، 1354ھ/1945ء میں اس مدرسہ کے طلبہ کی تعداد 643 تھی جو 1379ھ/1960ء میں گھٹ کر محض 78 طلبا تک آ گئی، اس مدرسہ کا وجود آج بھی باقی ہے، لیکن اعلیٰ تعلیم میں اس کا کردار ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ (امام احمد رضا محدث بریلوی اور علمائے مکہ مکرمہ، از محمد بہاء الدین شاہ، مطبوعہ کراچی 1427ھ/ص: 27، تا 30، 48)

مولانا کیرانوی کے عقائد:

مولانا کیرانوی کے عقائد خود ان کی تحریروں سے واضح ہیں، چنانچہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1317ھ) کے مرید و خلیفہ مولانا عبد السمیع بیدل رحمۃ اللہ علیہ (رام پور، منہاراں، ضلع میرٹھ، یوپی، ہندوستان) متوفی 1318ھ/1900ء لکھتے ہیں کہ "تصحیح عقائد اہل سنت کا حصہ میں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی سے لیا، آپ میرے اساتذہ میں اول استاذ ہیں۔" (انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ، طبع 1346ھ، مطبع مجتبائی دہلی، ص297)

1302ھ میں جب مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ علمائے دیوبند نے مسلک اہل سنت کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا تو مولانا عبد السمیع میرٹھی نے اسی برس اس کی تردید میں ایک ضخیم کتاب "انوار ساطعہ" لکھی جس کے دوسرے ایڈیشن پر ہندوستان بھر کے چوبیس اکابر علمائے اہل سنت نے تقریظات لکھیں، ان میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ کی تقریظ بھی شامل ہے، جو درج ذیل ہے۔

تقریظ

مجدد زمان پایۂ حرمین شریفین شیخ العلما حضرت مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی مد ظلہ العالی مد الایام واللیالی:

اس رسالہ کو میں نے اول سے آخر تک اچھی طرح سنا اسلوب عجیب اور طرز غریب، بہت ہی پسند آیا، اگر اس کے وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اسے مبالغہ پر حمل کریں گے، اس لیے اسے چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس کے مصنف کو اجر جمیل اور ثواب جزیل عطا فرمائے، اور اس رسالہ سے منکروں کے تعصب بیجا کو توڑ کے ان کو راہ راست پر لاوے اور مصنف کے علم اور فیض اور تندرستی میں برکت بخشے اور میرے اساتذۂ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے، بلکہ بحلف سچ سچ کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہی ہے کہ ،ع: "برین زیستم ہم برین بگذرم" اور عقیدہ یہ ہے کہ انعقاد مجلس بشرطے کہ منکرات سے خالی ہو، مغنی، باجا اور کثرت روشنی بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت ﷺ سے کیا جاوے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے، اس میں حرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت ﷺ اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف سے آریہ لوگ جو، خدا ان کو ہدایت کرے، پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد ان شرائط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں، اس وقت میں فرض کفایہ ہے، میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں، ہرگز التفات نہ کریں، اور تعین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ حرج نہیں، اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علمائے صلاحین نے متکلمین اور صوفیہ اور علمائے محدثین نے جائز رکھا ہے، اور صاحب رسالہ نے اچھی طرح ان امور کو ظاہر کیا ہے، اور تعجب ہے ان منکروں سے ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا، اور ان کو ضال مضل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں ان لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے، مثل حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی اور ان کے صاحب زادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحب زادے شاہ رفیع الدین دہلوی اور ان کے بھائی شاہ عبد العزیز دہلوی اور ان کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس اللہ اسرار ہم سب کے سب انھی ضال مضل میں داخل ہوئے جاتے ہیں، اف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیار افریقہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر، یا اللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے رستہ پر چلا، آمین ثم آمین۔

وہ جو بعضے میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عربوں کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور ظاہر نہیں کرتا، بالکل جھوٹ ہے اور ان کا قول مغالطہ وہی ہے۔ بحلف کہتا ہوں کہ میں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے جو میرے نزدیک خلاف واقع ہو ان کی رعایت یا ان کے وزرا و امرا کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ جب میں بلایا گیا ہوں، کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا ان کے وزرا ناراض ہوں گے، اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پاشا کہ بڑے مہیب اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین امور کا سمجھتے تھے، میری گفتگو سخت جو مجلس علم میں آئی، تمام حجاز عالی خاص کی حرمین کو بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں، بلکہ اگر میں تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا، مجھے یقین ہے کہ جب ان کے ہاتھ سے امام سبکی اور جلال الدین سیوطی اور ابن حجر اور ہزار ہا علمائے تقوی شعار خاص کر ان کے استادوں اور پیروں میں شاہ ولی اللہ وغیرہ قدس اللہ اسرار ہم نہ چھوٹے تو میں غریب نہ ان کے سلسلہ استادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ

پیروں میں، کس طرح چھوٹوں گا؟ تو ہر طرح سے تفسیق اور بلکہ تکفیر میں قصور نہ کریں گے، پر میں ان کی حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند مؤلف رسالہ نے جابجا تحریر فرمائی ہے، اسی پر اکتفا کرتا ہوں، واللہ اعلم وعلمہ اتم فقط امر برقمہ وقال بفمہ الراجی رحمتہ ربہ المنان محمد رحمت اللہ ابن خلیل الرحمٰن غفر لہما اللہ المنان۔

(انوار ساطعہ، مطبوعہ لاہور، سنِ اشاعت ندارد، ص:294 تا297)

انعقاد محفل میلاد کے بارے میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا، اب دیوبندیوں کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ ”انعقاد مجلس میلاد بدون قیام (بغیر قیام) بروایت صحیح درست ہے یا نہیں؟“

جواب: ”انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاوی رشیدیہ، مطبوعہ کراچی، حصہ دوم، 150)

سوال: محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

(فتاوی رشیدیہ، مطبوعہ کراچی، حصہ دوم، ص155)

مولانا کیرانوی کی تقریظ

بر کتاب ”تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد اور نعت کے کہتا ہے راجی رحمتِ ربہ المنان، رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن، غفر لہما الحنّان کہ مدت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا۔ جو میرے نزدیک وہ اچھی نہ تھیں، اعتبار نہ کرتا تھا کہ انھوں نے ایسا کہا ہوگا۔ اور مولوی عبدالسمیع صاحب کو جوان کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظمہ میں نہیں آئے تھے تحریراً منع کرتا تھا۔ اور مکہ معظّمہ میں آنے کے بعد تقریباً بہت تاکید سے بالمشافہ منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں، اور علمائے مدرسہ دیوبند کو اپنا بڑا سمجھو۔ پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا؟ اور میرا اعتبار نہ کرنا کہ کس طرح ممتد رہتا کہ حضرات علمائے مدرسہ دیوبند کی تحریر اور تقریر بطریق تواتر مجھ تک پہنچی کہ تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا، اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔

”سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے“۔ جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔

حضرت نے اول قلم اس پر اٹھایا کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جماعت ہوئی ہو اس میں دوسری جماعت کو بغیر اذان اور تکبیر کے ہو، اور دوسری جگہ ہو جائز نہیں۔ آپ کا اور آپ کے متبعین کا وہ حکم تو نہ تھا جو نجدیوں کا وقت حکومت مکہ معظّمہ کے تھا کہ جو جماعتِ اول میں حاضر نہ ہو اس کو سزا دیتے تھے، سو آپ کا اور آپ کے متبعین کا ایسا حکم جاہلوں کے واسطے من وسلویٰ ہو گیا کہ سب موسموں میں خاص کر شدت گرمی کے موسم میں عذر ہاتھ لگ گیا، کہ عذر کے سبب اب تو جماعت فوت ہوگئی ہے، دوسری جماعت جائز نہیں، دوکان اور گھر چھوڑ کر مسجد میں کس واسطے جاویں؟ اور علما نے مخالف ان کے لکھا کب سنتے تھے؟ اپنی ہٹ پر روز بروز بڑھتے تھے۔

پھر ایک فاسق مردود کو جو اپنے کو حضرت عیسیٰ کے برابر سمجھتا تھا، اور سب انبیائے بنی اسرائیل سے اپنے کو افضل گنتا تھا، اور اپنے بیٹے کو درجۂ خدائی پر پہنچاتا تھا، عیسیٰ اور موسیٰ اور پیغمبر علیہم السلام کا کیا ذکر ہے۔ اور اس کے مرید تو کھلم کھلا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت بہاء الدین نقش بندی اور حضرت شہاب الدین سہروردی اور حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو کہ جن کے سلسلوں میں لکھو کھہا صالحین اور ہزارہا اولیائے مقبولِ رب العالمین گزرے ہیں کافر اور گم راہ بتلاتا تھا، اور بکھوائے۔

ایں سلسلہ از طلاے ناب است
ایں خانہ تمام آفتاباست

بڑا بھائی اس مردود کا دنیا کی کمائی کے لیے اور ہی طریقہ برتتا ہے، اور دوسرا چھوٹا بھائی اس کا امام الدین نام چوہڑوں اور بھنگیوں کی پیغمبری کا دعوی کرتا ہے، اور ان کے نزدیک بڑا مقبول پیغمبر ہے، حضرت مولوی رشید احمد اس مردود کو مرد صالح کہتے تھے، اور جو علما اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مرد صالح ہے۔ الحمد للہ کہ خداے تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا، اور بیٹے کے حق میں جو دعویٰ کرتا تھا اس میں بالکل ہی جھوٹا کیا۔

پھر حضرت مولوی رشید احمد رسول اللہ ﷺ کے نواسے کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں گو کیسا ہی روایت صحیح سے ہو منع فرمایا۔ اور حالاں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحاق مرحوم تک عادت تھی کہ عاشورے کے دن بادشاہِ دہلی کے پاس جاکر روایاتِ صحیح سے بیان حال شہادت کرتے تھے۔ سو یہ سب ان مشائخ کرام و

اساتذۂ عظام میں ہیں، سو آپ کے تشدد کے موافق ان مشایخ کرام و اساتذۂ عظام کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے۔ اور میرے نزدیک اگر روایاتِ صحیحہ سے حال شہادت کا بیان ہو، تو فائدہ سے خالی نہیں۔ میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ جب میں ہندوستان میں تھا اور عاشورے کے دن حال شہادت کا بیان کرتا تھا، اُس مجلس میں کم سے کم ہوں تو ہزار آدمی سے زیادہ ہی ہوتے تھے، اور اس بیان شہادت میں تعزیوں کے بنانے کی برائی اور جو رسوم اور بدعات تعزیوں کے سامنے کی جاتی ہے ان کی برائی بیان کرتا تھا، اور اس میں تین فائدے تھے:

اول یہ کہ میں چھ گھڑی دن چڑھے اس وعظ کو شروع کرتا تھا اور دوپہر تک اِس مجلس کو ممتد بناتا تھا۔ سو ہزار سے زیادہ آدمی تعزیوں کے دیکھنے اور ان رسوم اور بدعات کے کرنے سے رکے رہتے تھے۔

دوسرے یہ کہ اس بستی میں ساٹھ تعزیے بنتے تھے، جن میں سے دو شیعوں کے اور اٹھاون اہل سنت و جماعت کے، سو اٹھاون میں سے دو ہی برس میں اکتیس کم ہوگئے تھے۔ دو برس بعد غدر پڑ گیا اور میں ہندوستان سے نکل کھڑا ہوا۔ امید کہ ایک برس اگر رہنا میرا اور ہوتا یہ ستائیس جو اٹھاون میں سے باقی تھے یہ بھی موقوف ہو جاتے۔

تیسرے یہ کہ ہزارا آدمیوں سے اونچے کو بلا واسطہ اور ہزاروں مرد اور عورت اور بچوں کو بہ واسطہ ان ہزار کے برائی تعزیہ کی اور ان بدعات کی معلوم ہو جاتی تھی۔

پر شکر کرتا ہوں کہ حضرت رشید نے حرمت بیان شہادت پر قلم اٹھایا اور شہادت کے باطل کرنے پر لب نہ کھولی۔

پھر حضرت رشید نے جو نواسے کی طرف توجہ کی تھی، اس پر بھی اکتفانہ کر کے خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ والہ واصحابہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ پہلے مولود کو کنھیّا کا جنم اَشٹمی ٹھہرایا اور اس کے بیان کو حرام بتلایا اور کھڑے ہونے کو گو کوئی کیسے ذوق و شوق میں ہو بہت بڑا منکر فرمایا۔ اس ٹھہرانے، بتلانے، فرمانے سے لکھو۔ کھا علماے صالحین اور مشائخ مقبول رب العالمین ان کے نزدیک بڑے نفرتی ٹھہر گئے۔ پھر ذات نبوی میں اس پر بھی اکتفانہ کر کے اور امکان ذاتی سے تجاوز کر کے چھ خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے، اور امکان ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی اور ان کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑا نہ رہا۔ اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کم تر ہے، اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔

پھر اس توجہ پر جو ذات اقدس نبوی کی طرف تھی اکتفانہ کیا ذات اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ کی بڑی وصف کمال کی فرمائی۔ نعوذ باللّٰہ من ھذہ الخرافات۔

میں تو ان امور مذکورہ کو ظاہر اور باطن میں بہت برا سمجھتا ہوں، اور اپنے محبین کو منع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید کے اور ان کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ مجھ پر کھلم کھلا تبرّا ہوگا، لیکن جب جمہور علماے صالحین اور اولیاے کاملین اور رسول رب العالمین اور جناب باری جہاں آفرین ان کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھے کیا شکایت ہوگی؟

قصبہ گنگوہ مدت ہاے دراز تک محل اولیاے کرام سلسلہ چشتیہ صابریہ کا رہا۔ ان میں سے ایک ناپاک اللہ بخش نامی بعد مرنے کے خلق کے نزدیک ایسی روح نجس موذی مشہور ہوا کہ صدہا کوس تک اس کی ایذا سے خلق ڈرتی ہے۔ کیا اس روح نجس کے سبب ان اولیا کو جو بکثرت ہوئے برا کہہ سکتا؟ حاشا و کلّا، وہ تو اپنی زندگی جہل کے سبب بڑا اعتبار نہ رکھتا تھا۔ خوف یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا اعتبار والا حضرت گنگوہ میں نکل کھڑا ہوا تو اس سے کتنا خوف ہوگا؟

اور جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں کتاب الامارہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے:

"نعوذ باللّٰہ من رأس السبعین وامارۃ الصبیان"

میں بھی اس زمانے کے حالات اور حضرت رشید اور ان کے چیلے چانٹوں کی تقریر اور تحریر سے پناہ مانگتا ہوں۔

جو اس مقدمہ میں وہ کچھ میرے اوپر تحریر کریں گے، تین سبب سے اس کے جواب کی طرف التفات نہ کروں گا۔

اول: یہ کہ شدت کا ضعف ہے، اور مجھ میں طاقت ان چیزوں کی طرف توجہ کی ہی نہیں۔ **دوسری:** یہ کہ اس امر میں توجہ مصلحت زمانہ کے بالکل مخالف ہے۔ **تیسری:** یہ کہ اور بہت اللہ کے بندے ان کے مقابلہ پر کھڑے ہیں۔

باقی رہی اور دو بات۔ ایک یہ کہ فرماتے ہیں بموجب خواب کسی شخص کے کہ علما دیوبند کے علماے حرمین سے افضل ہیں۔

سبحان اللہ چھوٹا منھ بڑی بات۔ شیخ عبد الرحمٰن سراج نے بیس برس منصب افتا پر قیام کیا، اس بیس برس میں صغیر اور کبیر موافق، مخالف ان کی دیانت کے قائل ہیں۔ ان سے پہلے سید عبد اللہ مرغنی جو

مفتی تھے، ان کی دیانت، امانت بھی ضرب المثل ہے۔ اور اکثر علماے صالحین یہاں موجود ہیں، گو بعض غیر صالحین بھی یہاں موجود ہیں۔ بعض کی خطا سے اکثر کے حق میں بدگمان ہونا شان مسلم کی نہیں۔

دوسرے یہ کہ فرماتے ہیں: مسجد الحرام میں ایک عالم نابینا سے مولود کا حال پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا: بدعت و حرام۔

شاید وہ نابینا مولوی محمد انصاری سہارن پوری ہوں گے جو تقیہ سے نام ان کا نہیں لیا کہ ان کو مکہ کا ہر صغیر و کبیر اہل علم سے برا کہتا ہے، یا اور کوئی ایسا اندھا عقل اور بینائی کا ہو گا۔ سبحان اللہ! خواب ایک شخص مجہول سے دیوبند کے علما حرمین کے علما سے افضل ٹھہریں، اور ایک بینائی کے اندھے کے کہنے سے جو حقیقت میں وہ عقل کا بھی اندھا ہے، مولود بدعت اور حرام ٹھہر جائے۔

اس پر مجھے ایک نقل یاد آئی کہ مداری فقیروں میں کہ اکثر ان میں کے رند و بد مذہب ہوتے ہیں گو شاذ و نادر بعض ان میں کے اچھے بھی ہوں، ایک اپنے مرید کو کہتا تھا کہ بعد کچھ خدمت کے تجھے ایک نکتہ فقیری کا بتاؤں گا۔ بعد چند مدت کے اس نے خدمت کر کے جو وہ نکتہ پوچھا تو کہا کہ مولیٰ، محمد، مدار، تینوں کے اول میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ تینوں کا درجہ ایک ہی رہا۔ دوسرا نکتہ تجھے بعد اور کچھ خدمت کے بتاؤں گا۔ بعد گزرنے مدت اور کرنے خدمت کے جو وہ دوسرا نکتہ پوچھا تو کہا کہ مکہ مدینہ، مکھن پور تینوں کے اول میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ تینوں آپس میں برابر ہیں۔

اس رند نے مکہ مدینہ کو مکھن پور کے برابر بتلایا تھا، حضرت مرجح نے بفحواے "ہر کہ آمد براں مزید کرد" دیوبند کو مکہ مدینہ دونوں سے افضل ٹھہرا دیا۔ کیوں نہ ہو؛ شاباش ع:

"ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

اور دوسری بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں انوار ساطعہ کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہو گا کہ اس کے مصنف کو صراحۃً کلماتِ فحش سے یاد نہ کرتے ہوں۔ اس پر مجھے دوسری نقل یاد آئی کہ جامع مسجد کے شہدے کہ رندی اور گالی گلوج بکنے میں مشہور ہیں، ان میں سے ایک کی بیعت کا جو میں نے حال سنا تو معلوم ہوا کہ اس کے مرشد نے وقت بیعت لینے کے یہ کہا تھا کہ سن لے، جوا کھیلیو، گالی گلوج بکیو، پر کاف لام سے رُکیو۔ سن کر کے یہ مضمون میری سمجھ میں نہ آیا۔ میں نے ان کے ایک معتبر سے پوچھا کہ اس قول کے کیا معنیٰ ہیں؟ کہا کاف سے مراد کسی کو کافر کہنا اور لام سے لعنت کرنا۔

سبحان اللہ! جامع مسجد کے شہدے کافر کہنے اور لعنتی کہنے کو ایسا برا سمجھیں، اور براہین قاطعہ کے مصنف انوار ساطعہ کے مصنف کو مشرک اور کافر بتلاویں۔

بعض جگہ، بعض چیزوں میں مشہور ہیں، جیسے میری بستی کیرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیرہما تھے نحوست میں مشہور ہے کہ عوام صبح کو ان کا نام بھی نہیں لیتے۔ کیرانہ کو بیریوں والا شہر اور نانوتہ کو چھوٹا شہر کہتے ہیں، اور کرسی اور کاندھلہ اور انبیٹھ جو حمق میں مشہور ہیں، اور ان بستیوں کے اہالی میں کچھ نہ کچھ تاثر ہوتے ہیں۔ میری بستی کی تاثیر میرے میں یہ ہوئی کہ ایسا زمانۂ نحوست دیکھا۔ اللہ تعالیٰ مولوی خلیل احمد کو ان کی بستی کے خواص سے بچاوے۔ اور حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو ان کے رد میں جزاے خیر عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

(العبد محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما المنان - 15/ ذی قعدہ 1307ھ از مکہ معظّمہ) مہر - محمد رحمت اللہ 1293ھ

تقدیس الوکیل پر
مولانا کیرانوی کے بھائی کے پوتے کی تقریظ

حامدًا و مصلّیًا و مسلّمًا۔ رسالہ تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل پر علاوہ تصدیق حضرت مولانا و مولیٰ الکل حامی دینِ متین سید الرسل ﷺ حضرت مولانا الحاج المہاجر فی اللہ مولانا محمد رحمت اللہ عافاہ اللہ جو مخاطب بہ خطاب پایۂ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ عزۃً و شرافۃً کے، مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کی تصحیح و تعریف و تقریظ سے مزین ہوا۔ اور اب بتداے ربیع الاول 1308ھ میں جناب حاجی صاحب پیشواے سالکان شریعت و طریقت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظّمہ نے بھی اس رسالہ کی ملخص تحریر پر اپنے دستخط خاص سے تصدیق تسطیر فرمائی، اور اس کے مؤلف کے حق میں امداد دعا لکھ کر اپنی مہر شریف ثبت کی۔ ایسے جلسہ میں جہاں اکثر مولوی صاحبان و دیگر صالحانِ طریقت و مفتیانِ سلسلہ حاضر تھے، چناں چہ آپ کی تقریظ اور مہر کے نیچے مولانا مولوی انوار اللہ صاحب جو مشاہیر علماے حیدر آباد و استاذِ نظامِ ریاستِ موصوفہ ہیں، اور نیز مولوی سید حمزہ صاحب (شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی) وغیرہما

مریدان حضرت حاجی صاحب موصوف و ممدوح نے اپنے تصحیحات و مواہیر درج کیں۔ الحق یعلو ولا یُعلیٰ کا مضمون خوب ظاہر ہوا۔

اب غالب امید ہے کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان مع دیگر ہم مشربوں اور مؤیدین کے اپنی خطاؤں سے باز آئیں گے، اور ہٹ دھرمی نہ فرماویں گے کیوں کہ ان کے خطا حضرت مولانا صاحب پایۂ حرمین شریفین کی شہادتِ صادقہ سے جن کی حقانیت و تبحر علم و فضل کا ان کو خود اقرار ہے، جیسا کہ بجاہاے متعدّدہ براہین قاطعہ میں اس کا اشتہار ہے، اور نیز ان کے پیر و مرشد جناب حاجی صاحب موصوف و ممدوح کے ارشاد سے ثابت ہوگئے ہیں اور کوئی شک و شبہہ مردود ہونے اعتقاد امکان کذب باری تعالیٰ و امکان نظیر رسول اکرم ﷺ و تصریح قلّتِ علم سرور عالم ﷺ شیطان لعین کے علم سے معاذ اللہ بدگمان ہونا معاذ اللہ شانِ مسلم نہیں۔

دوسرے یہ کہ فرماتے ہیں: مسجد الحرام میں ایک عالم نابینا سے مولود کا حال پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا: بدعت و حرام۔ شاید وہ نابینا مولوی محمد انصاری سہارن پوری ہوں گے جو تقیہ سے نام ان کا نہیں لیا کہ ان کو مکہ کا ہر صغیر و کبیر اہل علم برا کہتا ہے، یا اور کوئی ایسا اندھا عقل اور بینائی کا ہوگا۔

سبحان اللہ! خواب ایک شخص مجہول سے دیوبند کے علما حرمین کے علما سے افضل ٹھہریں، اور ایک بینائی کے اندھے کے کہنے سے جو حقیقت میں وہ عقل کا بھی اندھا ہے، مولود بدعت اور حرام ٹھہر جائے۔

اس پر مجھے ایک نقل یاد آئی کہ مداری فقیروں میں کہ اکثر ان میں کے رند و بد مذہب ہوتے ہیں گو شاذ و نادر بعض ان میں کے اچھے بھی ہوں، ایک اپنے مرید کو کہتا تھا کہ بعد کچھ خدمت کے تجھے ایک نکتہ فقیری کا بتاؤں گا۔ بعد چند مدت کے اس نے خدمت کرکے جو وہ نکتہ پوچھا تو کہا کہ مولیٰ، محمد، مدار، تینوں کے اول میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ تینوں کا درجہ ایک ہی رہا۔ دوسرا نکتہ تجھے بعد اور کچھ خدمت کے بتاؤں گا۔ بعد گزرنے مدت اور کرنے خدمت کے جو وہ دوسرا نکتہ پوچھا تو کہا کہ مکہ مدینہ، مکھن پور تینوں کے اول میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ تینوں آپس میں برابر ہیں۔

اس رند نے مکہ مدینہ کو مکھن پور کے برابر بتلایا تھا، حضرت مرجح نے بفحواے "ہر کہ آمد بر اں مزید کرد" دیوبند کو مکہ مدینہ دونوں سے افضل ٹھہرا دیا۔ کیوں نہ ہو؛ شاباش ع:

"ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

اور دوسری بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں انوار ساطعہ کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہوگا کہ اس کے مصنف کو صراحۃً کلماتِ فحش سے یاد نہ کرتے ہوں۔ اس پر مجھے دوسری نقل یاد آئی کہ جامع مسجد کے شہدے کہ رندی اور گالی گلوج بکنے میں مشہور ہیں، ان میں سے ایک کی بیعت کا جو میں نے حال سنا تو معلوم ہوا کہ اس کے مرشد نے وقت بیعت لینے کے یہ کہا تھا کہ سن لے، جوا کھیلیو، گالی گلوج بکیو، پر کاف لام سے رُکیو۔ سن کر کے یہ مضمون میری سمجھ میں نہ آیا۔ میں نے ان کے ایک معتبر سے پوچھا کہ اس قول کے کیا معنیٰ ہیں؟ کہا کاف سے مراد کسی کو کافر کہنا اور لام سے لعنت کرنا۔

سبحان اللہ! جامع مسجد کے شہدے کافر کہنے اور لعنتی کہنے کو ایسا برا سمجھیں، اور براہین قاطعہ کے مصنف انوار ساطعہ کے مصنف کو مشرک اور کافر بتلاویں۔

بعض جگہ، بعض چیزوں میں مشہور ہیں، جیسے میری بستی کیرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیرہما تھے نحوست میں مشہور ہے کہ عوام صبح کو ان کا نام بھی نہیں لیتے۔ کیرانہ کو بیریوں والا شہر اور نانوتہ کو چھوٹا شہر کہتے ہیں، اور کرسی اور کاندھلہ اور انبیٹھہ جو حمق میں مشہور ہیں، اور ان بستیوں کے اہالی میں کچھ نہ کچھ تاثر ہوتے تھے۔ استغفر اللہ وغیر ذلک من الھفوات ہیں نہیں رہا ہے، اللہ تعالیٰ توبہ توفیق اشتہار توبہ نصوح رفیق فرماوے، اور ناحقہ فساد کو رفع و دفع کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

محررہ 17/ربیع الاول 1298ھ از مکہ معظّمہ، مدرسہ صولتیہ

العبد محمد سعید عفی عنہ۔

حضرت مولانا کیرانوی کی وفات:

مبلغ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی پچھتر برس کی عمر میں 22/رمضان 1308ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، جنت المعلی میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے جوار میں دفن ہوئے، آپ کے ساتھ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ الدلائل مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی، مولانا عزیز بخش، مولانا حضرت نور افغانی، مولانا عبد اللہ غازی، اور نواب عبد العلی رئیس چھتاری ضلع بلند شہر کی آخری آرام گاہیں ہیں، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے آپ کے برادر زادہ مولانا سعید عثمانی مدرسہ صولتیہ کے مہتمم ہوئے۔ (تجلیات مہر انور، از شاہ حسین گردیزی، مطبوعہ مکتبہ مہریہ گولڑا شریف، اسلام آباد 1992ء ص:318، 319) ❊❊ —

ذکر خیر

سلسلۂ تیغیہ کے عالمِ ربانی، جامع العلوم

مولانا خطاب علی صدیقی قادری

محمد ولی اللہ قادری

شیخ المشائخ حضرت شاہ تیغ علی قادری آبادانی قدس سرہ (1883-1958ء) کی شخصیت سے منسوب سلسلۂ تیغیہ میں ہزاروں کی تعداد میں علما و فضلا پیدا ہوئے۔ کیوں کہ شیخ المشائخ محض صوفی نہیں بلکہ ایک عالم گر بھی تھے۔ دارالعلوم علیمیہ انوار العلوم دامودر پور ضلع مظفر پور راقم الحروف کے دعویٰ پر شاہد عدل ہے۔ اس کے باوجود ایک طبقے کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی ہے کہ سلسلہ تیغیہ میں ان پڑھ صوفی کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ بات اس لیے بھی قابل مذمت ہے کہ شیخ المشائخ کے چھتیس خلفا میں نصف سے زائد خلفا باضابطہ علما و حفاظ ہیں۔ باقی حضرات کی تعلیمی اسناد تحقیق طلب ہیں۔ اس لیے ان حضرات کو ان پڑھ کے زمرے میں شامل کرنا اصول تحقیق کا منافی ہے۔ شمالی بہار کے مسلمانوں کے دور پیغمبری میں شیخ المشائخ اور انکے خلفا و مریدین نے جو خدمات انجام دیں ان سے انکار کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ حضرت شیخ المشائخ کے فیض یافتہ اور جلیل القدر خلفا میں حضرت مولانا خطاب علی صدیقی قادری تیغی کی شخصیت نمایاں ہے۔ آپ شیخ المشائخ کے چھٹے خلیفہ ہیں۔ مولانا موصوف سے سلسلہ تیغیہ کا جو فروغ ہوا وہ نا قابل انکار حقیقت ہے۔ شیخ المشائخ کی نظر میں مولانا خطاب علی صدیقی قادری تیغی کی شخصیت بہت ممتاز اور محبوب تھی۔ اس بات کا اندازہ ہی نہیں بلکہ یقین حضرت علامہ علی احمد جید القادری کے درج ذیل قول سے ہوجاتا ہے۔ موصوف رقم طراز ہیں:

”آپ (شاہ مولانا خطاب علی) اور خلیفہ اوّل حضرت شاہ محمد حنیف صاحب کے بارے میں حضرت شیخ المشائخ سرکار سرکانہی رحمۃ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ حافظ شاہ محمد حنیف صاحب اور مولانا شاہ محمد خطاب علی صاحب یہ دونوں ہمارے سلسلہ کے عالم ہیں۔“

[انوار صوفیہ، صفحہ نمبر284]

حضرت مولانا شاہ خطاب علی نے پوری زندگی سلسلہ تیغیہ کے فروغ کے لیے وقف کردی تھی۔ ان کی خدمات یقیناً جلی حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ حضرت مولانا کی خدمات کا اجمالی خاکہ علامہ جید القادری فاضل دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی شریف نے یوں کھینچا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”آپ کا تعلق حضرت سرکار قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کی خانقاہ و مدرسہ سے بے نہایت ہے۔ آپ برابر اپنے وطن سے جب یہ معلوم ہوجاتا کہ سلسلۂ رشد و ہدایت سے خانقاہ آبادانیہ پر تشریف لائے تو فوراً حاضر بارگاہ ہوتے۔ آپ بہت دنوں تک مدرسہ علیمیہ انوار العلوم ملحقہ خانقاہ آبادانیہ سرکانہی شریف میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ آپ کو منزل طلب وعشق میں بڑی دشوار گزار منزلوں سے گزرنا پڑا لیکن ہر امتحان میں کامیاب ہوتے چلے گئے۔ آپ کو عرس قادری تیغی و خانقاہ آبادانیہ و مدرسہ علیمیہ کے انتظامات سے کافی دلچسپی ہے۔“

[انوار صوفیہ، مولفہ علامہ جید القادری، صفحہ 284-285]

پیش نظر اقتباس کی ہی اگر تشریح ہوجائے تو مولانا خطاب صدیقی کی خدمات پر ایک طویل مضمون تیار ہوسکتا ہے۔ اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ خانقاہ آبادانیہ تیغیہ اور دارالعلوم علیمیہ کی بے لوث خدمات کا نتیجہ ہے کہ حضرت شیخ المشائخ نے مولانا کو بہت نوازا۔ حضرت شیخ المشائخ کی کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کی مثال حضرت شیخ المشائخ کے اس خط سے مل جاتی ہے جس کو آپ نے امیر شریعت دوم حضرت شاہ محی الدین قادری، پھلواری شریف کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا۔ شیخ المشائخ کا خط اور امیر شریعت دوم کا جوابی خط دونوں خطوط کو یہاں پیش کرنا اہمیت و افادیت سے خالی نہیں:

حضرت پر نور سیدی و مرشدی قبلہ مدظلہ الاقدس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ایں کہ میری حالت عزیزی حافظ محمد حنیف سلمہ سے

معلوم ہوگی۔ عرصہ چھ ماہ سے بستر علالت پر پڑا ہوں، کمزوری دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے لیکن ہنوز کوئی صورت افاقہ نظر نہیں آرہی ہے۔ واللہ اعلم کیا مشیت ہے دعا فرمائیں۔

ضروری عرض یہ ہے کہ اپنے علالت کی زیادتی کو مد نظر رکھتے ہوئے حافظ محمد حنیف و مولوی خطاب وغیرہ کو میں نے سلسلہ آبادانیہ و سلسلہ وارثیہ مجیبیہ دونوں کی اجازت و خلافت دے دی ہے چوں کہ ان لوگوں کو دونوں سلسلہ کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ یہ لوگ سلسلہ آبادانیہ میں مرید بھی کرتے ہیں۔ مجھے ایک خیال پیدا ہو گیا کہ حضور والا سے مشورہ نہیں لیا گیا۔ لہٰذا عرض ہے کہ سلسلہ وارثیہ مجیبیہ کی اجازت اس خادم تک ہی محدود رہے گی یا یہ لوگ آگے ترقی کی کوشش کر سکتے ہیں جیسا حضور والا تحریر فرمائیں ویسا ہی عمل میں لایا جاوے۔ ان لوگوں کو اجازت دے دینا حضور کو پسند ہو تو نور علی نور ورنہ منع کر دیا جائے گا۔

اور زیادہ کیا عرض کروں امید کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

فقط والسلام

نیاز عقیدت گزیں آستانۂ عالیہ

مورخہ 22/ محرم الحرام 1365ھ

فقیر محمد تیغ علی غفرلہ آبادانی مجیبی

مقام: سرکاہی، کانٹی، ضلع مظفر پور

جواب:

مجی و مخلصی شفاء اللہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعا گو ہوں۔ اللہ پاک آپ کو جلد صحت و شفائے کلی اور عافیت دارین عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سلسلہ مجیبیہ کی اجازت صرف آپ تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ آپ جس کو چاہیں اس کی اجازت دے سکتے ہیں۔ حافظ محمد حنیف صاحب اور مولوی خطاب صاحب کے لیے بھی اس اجازت کو میں پسند کرتا ہوں۔

اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اسی کے تصور میں بسر کریں۔ جب طبیعت گھبرائے تو اسی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ والسلام

محمد محی الدین قادری، پھلواروی

5/ صفر المظفر، پنجشنبہ 1365ھ

دونوں خطوط شیخ المشائخ کی سوانح حیات (انوار قادری) سے ماخوذ ہیں۔ دونوں خطوط کے مطالعہ سے جہاں شیخ المشائخ کی دیانت داری کا ثبوت مل جاتا ہے وہیں حافظ شاہ محمد حنیف مولفہ انوار قادری اور مولانا شاہ محمد خطاب کی دونوں بزرگوں کی نظر میں ان کے محبوبیت کی سند فراہم ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ شاہ محی الدین قادری کی والد محترم حضرت مولانا سید شاہ محمد بدر الدین قادری پھلواروی سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے فیض سے مولانا خطاب علی کا خاندان خوب فیض یاب ہوا ہے۔ فردنامہ بیتاب صدیقی کے مولف ڈاکٹر نسیم اختر نے لکھا ہے کہ مولانا بیتاب صدیقی (برادر صغیر) مولانا خطاب علی کی باقاعدہ رسم مکتب خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین مولانا سید بدر الدین قادری کے ذریعہ 1923ء میں ادا ہوئی۔ حضرت سجادہ نشین کی آمد باعث خیر و برکت سمجھتے ہوئے بیتاب صدیقی کے پھوپھی زاد اور خالہ زاد بھائیوں کا مکاتب بھی ان کے ساتھ ہوا۔ ڈاکٹر نسیم اختر کی تحریر سے واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا خطاب صدیقی کا پورا خاندان مولانا سید بدر الدین قادری کا ارادت مند رہا۔

مولانا خطاب علی کی پیدائش کا سال تحقیق طلب ہے۔ البتہ قیاس اغلب ہے کہ مولانا کی پیدائش گوپیاڈمری ضلع مظفر پور (موجودہ شیوہر) میں ہوئی ہوگی۔ سال پیدائش 1910ء کے آس پاس تسلیم کرنا چاہیے۔ یہ بات دو وجہ سے درست معلوم ہوتی ہے۔ اول یہ کہ مولانا خطاب کے چھوٹے بھائی اور بہار میں تحریک اردو کے روح رواں مولانا بیتاب صدیقی کی پیدائش کا سال 1916ء ہے۔ اور دونوں بھائیوں کے درمیان ایک بہن ہیں جو پھلواری شریف میں بستی تھیں۔ دوسری وجہ یہ کہ مولانا خطاب شاہ کے نواسے مولانا اسرار الحق منظری مظفر پوری کے بہ قول ان کے بڑے ماموں حافظ عبد الاحد تیغی نور اللہ مرقدہ اسی سال کی عمر مکمل کر کے 2008ء میں وصال فرمایا۔ دونوں دلائل کی بنیاد پر 1910ء کے آس پاس سال پیدائش تسلیم کرنے میں کوئی تردد معلوم نہیں ہوتا۔ بہرکیف! مولانا خطاب علی شاہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

”مولانا محمد خطاب علی بن عبد المجید بن عبد الغنی بن جعفر حسن

بن طیب الل بن گوہر علی بن نعمت اللہ بن خضر حسین"۔

مولانا خطاب علی کا خاندان ہر دور میں باوقار رہا۔ اس خاندان کی علمی اور ملی خدمات ناقابل فراموش ہیں تفصیل سے قطع نظر ان کے دادا عبد الغنی صاحب حیثیت اور نامور مجاہد آزادی تھے۔ انھوں نے بلا تفریق مذہب وملت سبھوں کی خدمات انجام دیں۔ چنانچہ ڈاکٹر نسیم اختر رقم طراز ہیں:

"عبد الغنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان آپسی خیر سگالی کی فضا کو پروان چڑھانے میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ اس اعتبار سے بھی وہ اپنے علاقے میں مقبول اور ہر دل عزیز تھے۔ وہ خلافت تحریک میں بھی بہت فعال تھے۔ جس کی وجہ سے بہت مصروف رہتے تھے۔ ملک کی ممتاز مذہبی وسیاسی شخصیتیں جب شمالی بہار کے دورہ پر آئیں تو عموماً ان کا قیام عبد الغنی کے یہاں ہی ہوتا تھا۔ مولانا محمد شوکت علی اور مولانا محمد علی انہیں کی دعوت پر22۔1921 میں ان کے مہمان ہوئے۔ علی برادران کی آمد کے موقع پر علاقہ میں اور اس کے باہر بڑے جلسہ واجتماع کا اہتمام انھوں نے ہی کیا۔ مظفر پور اور موتی ہاری کی ممتاز شخصیتوں کے ساتھ ایک بڑی تعداد میں خلافت تحریک میں شامل ہوگئے۔"[فردنامہ، بیتاب صدیقی، صفحہ16]

مولانا خطاب علی صدیقی کے والد عبد المجید نے بھی سماجی وملی اور تعلیمی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مدارس ومکاتب کا قیام آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر نسیم اختر لکھتے ہیں:

"خاندانی وراثت میں کاشت کاری ملی تھی۔ علاوہ ازیں ہیرے جواہرات کی تجارت بھی کرتے تھے۔ وہ (عبد المجید والد مولانا خطاب) جنگ آزادی کی تحریک کو فروغ دینے میں پیش پیش رہے۔ ان کا انتقال 64 سال کی عمر میں غالباً 1930ء میں ہوگیا۔ ان کی بستی کی ایک مسجد کے علاوہ ڈمری کسٹری میں پرائمری اسکول، فاطمہ چک میں مدرسہ اصلاح المسلمین اور ہیرا ما موضع میں ایک مدرسہ سمیت اودے چھپرہ، رام پور کیشو، گوپیا، نیا گاؤں کے چند قدیم مکاتب و مدارس ان کی ملی دینی وفلاحی خدمات کی یادگار ہیں۔"

[فردنامہ، بیتاب صدیقی: صفحہ18]

مولانا خطاب صدیقی قادری کی تعلیمی تفصیلات کی تاریخ نہیں ملتی۔ لیکن قیاس اغلب ہے کہ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم مدرسہ عالیہ کلکتہ میں۔ کیوں کہ ان کے خاندان کے ایک عالم مولانا وصی احمد مدرسہ عالیہ کے صدر المدرسین تھے۔ خود مولانا کے پیرو مرشد شیخ المشائخ حضرت تیغ علی قدس سرہ کا بھی مدرسہ عالیہ سے تعلیم حاصل کرنے کی ایک روایت ملتی ہے۔ علم ظاہر مولانا نے کہیں سے حاصل کی ہو لیکن باطنی اور تصوف کی تعلیم وتربیت شیخ المشائخ کے ذریعہ ہوئی۔ مولانا عالم شباب میں ہی سرکار سرکانہی کے دامن فیض سے وابستہ ہوگئے۔ مضمون کے آغاز میں ہی مولانا جید القادری کے حوالے سے اطلاع دی گئی ہے کہ سلسلہ تیغیہ کے دو عالم تھے۔ ایک مولانا خطاب علی کی شخصیت تو دوسری حافظ محمد حنیف قادری تیغی نور اللہ مرقدہ کی۔ دونوں درس وتدریس کے نباض تو تھے ہی لیکن دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مولانا میدان خطابت کے شہسوار تھے جب کہ حافظ صاحب تالیف وتصنیف کے باب میں درنایاب گزرے ہیں۔ مولانا خطاب علی قادری سلسلہ تیغیہ کا مستند واعظ اور مقرر تھے تو حافظ محمد حنیف تیغی معتبر ومستند مصنف تھے۔ شیخ المشائخ مولانا خطاب صدیقی کی تقریر خود سماعت فرماتیاور اپنی دعاؤں سے خوب نوازتے تھے۔ مولانا خطاب شاہ کی تقریری صلاحیتوں کا اعتراف علامہ جید القادری نے یوں فرمایا ہے:

"آپ (شاہ مولانا خطاب) اسٹیج کے ممتاز ترین خطیب وواعظ وامام مسجد اور رات کے عابد وزاہد ہیں۔ سادگی آپ کا تمغہ امتیاز ہے۔ ان کو دیکھتے ہی بزرگان سلف کا عکس روبرو آجاتا ہے۔ انداز کلام ایسا کہ ایک ایک جملہ اور ہر ہر کلام بلکہ لفظوں تک شمار کرتے چلے جایئے۔ آپ کی تقریر دل پذیر حضرت شیخ المشائخ سرکار سرکانہی رحمۃ اللہ علیہ بھی بے حد پسند فرماتے تھے۔ آپ جب بھی تقریر کرتے تو حضرت شیخ المشائخ کی زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوتا کہ بابو مولوی شاہ محمد خطاب صاحب تقریر نہیں کرتے بلکہ سمندر سے موتی نکالتے ہیں۔"

[انوار صوفیہ، صفحہ284]

پیش نظر اقتباس سے جہاں مولانا شاہ خطاب کی طرز خطابت پر روشنی پڑتی ہے وہیں عہد حاضر کے خطبا ومقررین کے لیے ایک اہم پیغام بھی جس عالم کے خطاب کی داد وتحسین شیخ المشائخ جیسی

شخصیت کی زبان سے ملے اس خطیب کا مقام خود بہ خود واضح ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علمائے کرام کی بالخصوص سلسلہ تیغیہ کے منبر سے مولانا خطاب کی طرز پر تقریر ہو تا کہ شیخ المشائخ کا فیض بھی تقریر کو متاثر کر سکے۔ حضرت مولانا شاہ خطاب کی خطابت کی ایک انفرادی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ انگریزی الفاظ بھی بوقت ضرورت خطاب میں استعمال فرماتے تھے۔ شیخ المشائخ کے حکم سے انگریزی میں خطاب کرنے کا ایک واقعہ علامہ جید القادری نے یوں رقم فرمایا ہے:

”ایک مرتبہ حضرت سرکار قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (ایک بار ایسے مجمع میں جہاں انگریزی طبقہ بھی موجود تھا) آپ (مولوی شاہ خطاب) سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بابو یہ لوگ موجود ہیں جنھیں انگریزی سے دل چسپی ہے۔ ایسے انداز میں تقریر کر دیجیے جوان لوگوں کے بھی سمجھ میں آسکے۔ آپ نے اپنے اس مخصوص انداز ہی میں مگر انگریزی الفاظ لئے ہوئے پر مغز تقریر فرمائی۔ حاضرین بہت زیادہ دل چسپی سے آپ کی تقریر دل پزیر سنتے رہے۔ میں جب بھی انھیں دیکھتا ہوں تو خدا لگی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر فوراً سامنے آجاتا ہے کہ:

نرم دم گفتگو ،گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو ،پاک دل و پاک باز

[انوار صوفیہ،284]

شیخ المشائخ کی پہلی سوانح حیات 'انوار قادری' مولفہ حضرت حافظ شاہ محمد حنیف قادری تیغی کے مطالعہ کے دوران مولانا شاہ خطاب علی قادری تیغی کی خدمات کی آگہی حاصل ہو جاتی ہے۔ 'انوار قادری' میں کرامات کے باب میں دو کرامتوں کی روایت مولانا سے ہے۔ دونوں روایات کو پیش کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کیوں کہ ان میں ہمارے لیے بے شمار پیغامات ہیں۔ حافظ شاہ محمد حنیف قادری تیغی رقم طراز ہیں:

'برادر طریقت جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب ساکن گو پیاڈمری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سرکار قبلہ دعوت میں پکھیاں جا رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ راستے میں ایک بہت بڑا میدان ملا۔ جب ہم لوگ بیچ میدان میں پہنچے تو بڑے زور کی آندھی اور بارش شروع ہو گئی۔ مجھ کو تشویش ہوئی کہ ہم لوگ مع اسباب کے (کذا) بھیگ جائیں گے۔ کتابیں خراب ہو جائیں گی۔ مگر حضرت سرکار قبلہ بالکل مطمئن نظر آتے تھے۔ خدا کی شان دیکھیے کہ راستہ کے چاروں طرف کچھ دور کے فاصلہ پر بڑے زور کی بارش ہو رہی ہے مگر راستہ کے متصل دائیں بائیں اور سامنے ایک بوند بھی نہیں گرتی، ایک عجیب منظر تھا۔ بادل گھر گھر کے آتا تھا مگر سامنے سے چھٹ جاتا۔ میلوں دور جا کر ایک جھونپڑی نظر آئی۔ سرکار قبلہ نے فرمایا کہ اب گاڑی روکو۔ جب گاڑی روک کر اسباب اتارے گئے اور اس جھونپڑی میں ہم لوگوں نے پناہ لی۔ تب موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ بہت دیر کے بعد جب پانی برسنا موقوف ہوا تو وہاں سے روانہ ہو کر پکھیاں پہنچے۔"[انوار قادری، صفحہ 131]

پیش نظر اقتباس سے یہ بات خود بہ خود اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ شیخ المشائخ اور ان کے رفقا کا اسباب سفر کتابیں ہوتی تھیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کتابوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ صاحب انوار قادری، مولانا شاہ محمد خطاب سے روایت کردہ ایک اور کرامت کو یوں لکھتے ہیں:

”مولوی (شاہ خطاب علی) صاحب موصوف ایک اور سفر کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت سرکار قبلہ ایک مرتبہ موضع چترہٹی علاقہ تھانہ پارو سے خانقاہ شریف واپس آرہے تھے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ راستے میں ایک میدان ملا جس میں چرواہے لوگ مویشیاں چرا رہے تھے۔ ایک بہت شریر اور خطرناک سانڈ جو لوہا کے تار سے نا تھا ہوا تھا۔ گاڑی دیکھ کر دوڑا۔ ہم لوگ بہت خوف زدہ ہوئے اور اس کے حملہ کے دفعیہ کا سامان کرنا ہی چاہ رہے تھے کہ وہ ہماری گاڑی کے بالکل قریب آگیا اور بڑی مستی میں گاڑی کے پہیا میں سینگ لگا کر گاڑی کو الٹ دینا چاہا کہ معاً حضرت سرکار قبلہ کی زبان مبارک سے نکلا 'ہیہ' اتنا کہنا تھا کہ اس سرکش سانڈ کا پاؤں زمین سے ایسا بندھ گیا کہ نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا۔ سکتے کے عالم میں کھڑا تک رہا تھا۔ تمام لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے کہ آخر سانڈھ کو کیا ہو گیا کہ نہ آگے بڑھتا نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ جب گاڑی بہت دور نکل گئی تو زمین نے سانڈھ کے پاؤں کو چھوڑا اور اس نے مویشیوں کے غول کی طرف رخ کیا۔

اسی سفر میں آگے چل کر یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک بستی میں پہنچ کر ایک چوراہا ملا۔ اُس کے کونے پر بغل میں ایک بڑا گڑھا تھا۔ وہاں پہنچ کر گاڑی بان پر غنودگی طاری ہوگئی۔ گاڑی کے بیل یکایک بستی کی طرف مڑ گئے۔ اور گاڑی اس گڑھے کی نشیب کی طرف چلی گئی اور گاڑی کا جو اکھڑا ہو گیا کہ معاً حضرت سرکار قبلہ کی زبان مبارک سے نکلا تھم "گاڑی رک گئی۔ خدا کی شان دیکھیے کہ باوجود یہ کہ گاڑی نشیب کی طرف جارہی تھی مگر جونہی آپ نے فرمایا تھم "گاڑی رک گئی اور جلدی سے ہم لوگوں نے اتر کر گاڑی کو پکڑ لیا اور کندھے پر کھینچ کر باہر لائے۔ یہ کھائی ایسی تھی کہ ذرا اور گاڑی کھسک جاتی تو چاروں شانے چت الٹ جاتی اور سب لوگ مع اسباب کے اس گڑھے میں آجاتے اور خدا جانے کیا حشر ہوتا۔" [انوار قادری، صفحہ 132 اور 133]

مذکورہ بالا اقتباس سے جہاں شیخ المشائخ کی کرامات پر روشنی پڑتی ہے وہیں ان کے مرید صادق اور خلیفہ مولانا شاہ محمد خطاب کی کسر نفسی بھی کہ ایک معتبر عالم ہونے کے باوجود بیل گاڑی کو اپنے کندھے سے باہر نکالتے ہیں۔ مولانا موصوف کی حد درجہ خانقاہ سے وابستگی کا نتیجہ ہے کہ شیخ المشائخ نے محض مولانا پر ہی لطف و کرم کی بارش نہیں فرمائی بلکہ ان کے خاندان پر بھی۔ اس سلسلے میں 'انوار قادری' میں درج اس واقعہ سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے۔ مولف انوار قادری لکھتے ہیں کہ:

"برادر طریقت جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سرکار قبلہ کے ہمراہ سفر میں تھا۔ آپ شام کے وقت خانقاہ شریف میں واپس آئے۔ علی الصبح آپ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ مکان جائیے۔ میں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا۔ میں پھر بھی خاموش رہا۔ کیوں کہ اپنی طبیعت کس مند تھی۔ جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ آپ نے سہ بار فرمایا کہ جائیے۔ بلی بھائی کے یہاں گھسوت کھانا کھا لیجیے گا اور چلے جائیے گا۔ تیسری بار جب آپ نے جانے کو فرمایا تو میں جانے کو تیار ہوگیا اور خانقاہ شریف سے چل کر بمقام گھسوت برا در طریقت بلی میاں صاحب کے یہاں پہنچا۔ وہاں کوئی تقریب تھی۔ جس میں مہمان آئے ہوئے تھے۔ کھانا تیار تھا۔ ابھی مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ میرے جانے کے بعد دستر خوان بچھا اور مہمانوں کے شامل ہو میں نے بھی کھانا کھایا اور فوراً وہاں سے روانہ ہوا۔ قریب چار بجے مکان پہنچ گیا۔ وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ میری خوش دامن صاحبہ قریب المرگ ہیں اور پہلے سے مجھے بار بار یاد کر رہی ہیں۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ آپ سے بھی ملاقات ہوگئی۔ خطا کی معافی کرائی۔ کچھ دیر ان سے گفتگو کرتا رہا۔ اور بعدہ ان کی زبان بند ہوگئی اور کل ہو کر ان کا انتقال ہوگیا۔ اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ سرکار قبلہ کے بار بار اصرار کرنے کا کہ گھر جاؤ یہی مطلب تھا۔

[انوار قادری، صفحہ 158-159]

شیخ المشائخ جب تک باحیات رہے مولانا خطاب علی ان کی خدمت میں رہے۔ شیخ المشائخ کے وصال کے بعد آپ نے سلسلہ تیغیہ کو اپنی بساط کے مطابق خوب فروغ دیا۔ آپ کے مریدین بلیا اتر پردیش، چھپرہ، مظفر پور اور موتی ہاری مشرقی چمپارن میں کثیر تعداد میں ہیں۔ مریدین میں موتی ہاری والے مریدین خوش قسمت رہے کہ حضرت کی آخری آرام گاہ شہر موتی ہاری بنی۔ 5/ صفر المظفر 1401ھ مطابق دسمبر 1980ء کو آپ کا وصال ہوا اور تدفین جان پل، رحمت نگر شہر موتی ہاری میں ہوئی۔ جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

حاصل کلام یہ ہے مولانا خطاب علی صدیقی تیغی کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے بھی سچی عقیدت تھی اور اعلیٰ حضرت کا رنگ انکی ذات میں نمایاں تھا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنے صاحب زادے حضرت مولانا انیس الرحمٰن مرحوم و مغفور کو بریلی شریف بھیجا اور انھوں نے بریلی شریف سے فراغت حاصل کی۔ اللہ نے آپ کو چار صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں دیں جن کے اسما حسب ذیل ہیں۔

(1) حافظ عبدالاحد تیغی مرحوم (2) طفیل احمد مرحوم (3) مولانا انیس الرحمٰن (4) محمد انوار مرحوم۔

(1) آمنہ خاتون زوجہ محمد سراج الحق تیغی (2) سہیلہ خاتون زوجہ ماسٹر عبدالقیوم۔

آپ کے نواسوں میں مولانا اسرار الحق صاحب منظری (جو منظر اسلام بریلی شریف کے فارغ ہیں) کی شخصیت شامل ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت مولانا محمد خطاب علی صدیقی قادری تیغی مجیبی علیہ الرحمہ کی خدمات کو قبول فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ہمیں خوب خوب مالا مال کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ ○○○

ذکرِ جمیل

ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

نام ونسب اور خطابات:

آپ کا نام عائشہ ہے۔ خطاب اُم المومنین ہے۔ القاب صدیقہ، حبیبۃ الرسول، موفقہ، طیبہ، محبوبۂ محبوب رب العالمین اور حمیرا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بنت الصدیق سے بھی آپ کو یاد فرمایا ہے۔علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یَا عَائِشَۃُ کے نام سے بھی خطاب فرمایا ہے۔آپ کا مبارک نسب نامہ یہ ہے

والد کی طرف سے نسب یوں ہے: عائشہ بنت ابی بکر الصدیق بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔

والدہ کی طرف سے نسب یوں ہے: عائشہ بنت اُمِ رومان زینب بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

والد کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مرہ بن کعب پر آٹھویں پشت پر ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ ﷺ کے نسب سے مالک بن کنانہ پر گیارہویں پشت پر ملتا ہے۔

والدین:

آپ کے والد ابوبکر صدیق ابن ابی قحافہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے۔آپ کی والدہ ام رومان زینب بنت عامر ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت با سعادت بعثت نبوی کے پانچویں سال ماہ شوال مطابق ماہ جولائی 614ء کو مکہ مکرمہ میں کاشانۂ صدیق میں ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے جلوہ فگن ہوئیں اسی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا، مسلمان پایا۔

رسول اکرم ﷺ سے نکاح:

ایک دن رسالت مآب ﷺ گھر میں آرام فرمارہے تھے کہ عالم خواب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سبز ریشمی پارچہ پر سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لائے اور عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! یہ خاتون اس دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہے"۔

بیوی کا چہرہ دیکھنے کے بعد آپ ﷺ نے خواب میں ہی ارشاد فرمایا: "اگر یہ خواب اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ضرور پورا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایسی زوجہ ضرور عطا فرمائے گا"۔

اور یہ خواب مسلسل تین رات آتا رہا اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے بہت بڑی منقبت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو ان کے آنے سے پہلے ہی ان کے جمال پُرانوار کا محب و مشتاق بنادیا۔

ایک روز رسول کریم ﷺ گھر میں تشریف فرما رہے تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں:

"یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ دوسرا نکاح کرلیں"۔

"کس سے؟" حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا۔

"بیوہ اور کنواری دونوں طرح کے رشتے ہیں جسے پسند فرمائیں"۔ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: "کون ہیں؟"

حضرت خولہ زوجہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "بیوہ تو حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کنواری آپ کے قریب ترین دوست اور عاشق زار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں"۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "دونوں جگہ بات کرو"۔

حضور اکرم ﷺ سے اذن پانے کے بعد حضرت خولہ

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بنت حکیم رضی اللہ عنہا سیدھی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے در دولت پر پہنچیں اور حضور کا پیغام دیا۔

دوسرے دن ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"خولہ! مجھے تمھارے توسط سے حضور اکرم ﷺ کا پیغام ملا ہے، میرا جو تعلق آپ ﷺ سے ہے اس کی روشنی میں کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی ہیں"۔

"میں حضور اکرم ﷺ سے اس ضمن میں بات کروں گی پھر اطلاع دوں گی"۔ حضرت خولہ بنت حکیم نے کہا اور اٹھنے لگیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک اور بات ہے"۔ "وہ کیا ہے؟" "میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں، وعدہ خلافی ہوگی تاوقتیکہ اس طرف سے کوئی جواب نہ ملے"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور سیدھی آنحضرت ﷺ کے کاشانۂ اقدس پر پہنچیں اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! سودہ (رضی اللہ عنہا) نے آپ کو اختیار دے دیا ہے کہ جو چاہیں اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمائیں"۔

پھر عرض کیا: "میں آپ کے دوست اور جانثار کے ہاں بھی گئی تھی"۔ "کیا کہتا ہے؟" "حضور ﷺ! وہ کہتے ہیں کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) تعلق کے لحاظ سے آپ کی بھتیجی لگتی ہے، کیا یہ رشتہ جائز ہوگا؟" حضور ﷺ نے یہ سن کر ارشاد کیا: "ابوبکر (رضی اللہ عنہا) میرا صرف دینی بھائی ہے، نکاح جائز ہے"۔

ایک بات انہوں نے یہ بھی بتائی تھی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے انہوں نے جبیر بن مطعم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ "ٹھیک ہے"۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اور پھر حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوگئی جنہوں نے اپنے آقا و مولا ﷺ کی بیٹیوں کی اپنی اولاد سے بڑھ کر دیکھ بھال کی۔

چند دنوں کے بعد جبیر بن مطعم نے خود ہی رشتہ کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا جب آئیں تو کہا:

"جبیر نے عائشہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے اب آپ جاکر آنحضرت ﷺ سے کہہ دیں کہ جب چاہیں، عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کر لیں"۔

چونکہ یہ نکاح مشیت الٰہی میں مقدر ہو چکا تھا اس لی سیدنا ابوبکر بھی رضامند ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں ہجرت سے 3 سال پہلے چھ شوال کو ہوا جبکہ رخصتی تین سال کے بعد شوال ہی کے مہینے میں ہجرت کے بعد ہوئی۔ اس بے مثال و بے نظیر نکاح پاک کا مہر 500 درہم تھا جسے حضرت صدیق اکبر کو ادا کیا گیا۔

ازدواجی زندگی:

رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔ تمام امور میں پیدائش سے موت تک نبی کریم ﷺ کی ذات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ گھریلو زندگی کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ ایک معمولی سا حجرہ تھا۔ بلندی اتنی تھی کہ ایک آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت کو لگ جاتا تھا۔ چھت کھجوروں کے ٹہنیوں کی تھی۔ ایک چارپائی، چٹائی، بستر، کھجور کی چھال سے بھرا تکیہ اور چند برتن ہی کل مال و متاع تھا۔ کاشانہ مصطفی تو مرکز انوار و تجلیات تھا لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتیں اور ہمارے گھر کا چراغ نہیں جلتا تھا۔ کھانا پکانے کی نوبت بھی کم ہی آتی تھی۔ کبھی تین دن ایسے نہیں گزرے کہ خانہ نبوت نے پیٹ بھر کر کھایا ہو۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ رفاقت کا دورانیہ نو برس رہا۔ اس تمام عرصہ آپس میں محبت و شفقت اور ہمدردی، میں گزرے۔ گھر میں خادمہ کے ہوتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کے کام اپنے ہاتھ سے انجام دینے کو باعث فخر و عزت گردانتی تھیں۔ کبھی کبھار نوک جھوک ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ ناراض ہو جاتے تو اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کو راضی نہ کر لیتیں۔

فضائل و کمالات:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ عرض کی مردوں میں کون ہے؟ فرمایا: اس کا باپ۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ ام المؤمنین کو سمجھاتے ہوئے کہا: بیٹی عائشہ کی ریس نہ کیا کرو، رسول اللہ ﷺ کے دل میں اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں میں بہت کامل گزرے لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوا اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ پوری امت کی عورتوں سے زیادہ عالمہ، فاضلہ، فقیہہ تھیں۔ عروہ بن زبیر کا قول ہے: میں نے حرام وحلال، علم وشاعری اور طب میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں فخر نہیں کرتی بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کہتی ہوں کہ دنیا میں 9 چیزیں ایسی ہیں جو صرف اللہ نے مجھے عطا کی ہیں میرے سوا کسی کو نہیں ملیں:

(1) خواب میں فرشتے نے حضور ﷺ کے سامنے میری صورت پیش کی۔

(2) جب میں سات برس کی تھی تو آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا۔

(3) جب میرا سن 9 برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی۔

(4) میرے سوا کوئی کنواری بیوی آپ ﷺ کی خدمت میں نہ تھی۔

(5) آپ ﷺ جب میرے بستر پر ہوتے تب بھی وحی آتی تھی۔

(6) میں آپ ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھی۔

(7) میری شان میں قرآن کی آیتیں اتریں۔

(8) میں نے جبریل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(9) آپ ﷺ نے میری گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ حضور اکرم ﷺ کی محبوب ترین رفیقہ حیات تھیں۔ وہ حسین و جمیل ہی نہیں بلکہ نہایت ذہین، عقل مند، معاملہ فہم، دور رس نگاہ کی حامل تھیں۔ تفسیر، علم حدیث فقہ و قیاس، عقائد اور خواتین کے بارے میں خصوصی علوم کی حامل تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار اور وفا شعار خاتون تھیں سخت گرمی میں بھی روزے رکھا کرتی تھیں۔ خادمہ کی موجودگی میں بھی آٹا خود پیستیں، حضور اکرم ﷺ کو روٹی پکا کر دیتیں، آپ ﷺ کا بستر بچھاتیں، کپڑے دھوتیں وقت نماز وضو کیلئے پانی اور مسواک مہیا کرتی تھیں۔ بیوی کا سب سے بڑا جوہر شوہر کی فرمانبرداری ہوتا ہے جو آپ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ نو برس تک خلوت

حضرت عائشہ اور خدمت حدیث:

احادیث مصطفٰی خواتین میں سب سے زیادہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، حضرت عائشہ مکثرین الروایۃ صحابیات میں سے ہیں، آپ کی مرویات کی تعداد 2210 بیان کی گئی ہے جن میں 286 حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں مرویات کی کثرت کے لحاظ سے صحابہ کرام میں ان کا چھٹا نمبر، مرویات کی کثرت کے ساتھ احادیث سے استدلال اور استنباط مسائل، ان کے علل واسباب کی تلاش و تحقیق میں بھی ان کو خاص امتیاز حاصل تھا اور ان کی اس صفت میں بہت کم صحابہ ان کے شریک تھے کتب حدیث میں کثرت سے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ امام زہری جو کبار تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں:

"كانت عائشة اعلم الناس يسالها الاكابر من اصحاب رسول الله ﷺ".

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والی تھیں اجلہ صحابۂ کرام ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

دوسری جگہ یوں رقم طراز ہیں:

"اگر تمام ازواج مطہرات کا علم بلکہ تمام مسلمان عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم سب سے اعلیٰ و افضل ہوگا"۔ (الاستیعاب)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ مرویات کی کثرت کے ساتھ احادیث سے استدلال اور استنباط مسائل، ان کے علل واسباب کی تلاش و تحقیق میں بھی آپ کو خاص امتیاز حاصل تھا اور آپ کی صفت میں بہت کم صحابہ ان کے شریک تھے، کتب حدیث میں کثرت سے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کے معاملے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے آگے تھیں۔ ان کے ذہن میں جو بھی اشکال پیدا ہوتا وہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کا اظہار کرتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وضاحت فرما دیتے۔

آپ کی روایات سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سیرت مقدسہ کے ان گوشوں اور پہلوؤں کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کی گھریلو زندگی میں تقسیم کار کیا، ازواج مطہرات سے آپ کا سلوک کیسا تھا، آپ کی راتیں کیسے بسر ہوتی تھیں، آپ کتنا سوتے اور کتنا جاگتے تھے، اور کس قدر عبادت و ریاضت میں شب بسر کرتے، کیسے ہم کلام ہوتے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت عائشہ کی فقہی بصیرت:

شریعت کے اکثر مسائل جن میں بیشتر خواتین سے متعلق ہیں وہ آپ اور دیگر ازواج مطہرات کے ذریعے امت کو معلوم ہوئے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فقہی امور پر کامل دسترس حاصل تھی اور علم کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کے بارے میں آپ کو کمال درجے کی معلومات نہ ہوں۔ آپ قرآن مجید کی حافظہ تھیں، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اپنے اختلافی مسائل آپ کے سامنے پیش کرتے آپ اپنی اجتہادی بصیرت اور وسعت علمی سے انہیں حل کر دیتیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَن حُوسِبَ عُذِّبَ. (روزِ قیامت جس کا حساب لیا گیا وہ گرفتارِ عذاب ہوگا۔)

اس پر حضرت عائشہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! قرآن میں تو کہا گیا ہے: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَسِيْراً (اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس سے مراد اعمال کی پیشی ہے۔ جس کے اعمال میں جرح شروع ہوگئی وہ تو ہلاک ہو گیا“۔ (بخاری، کتاب العلم، 103)

حضرت عائشہ کے شاگردِ خاص اور بھانجے حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں: ”میں حضرت عائشہ کی صحبت میں رہا۔ میں نے ان سے زیادہ آیات کی شانِ نزول، فرائض، سنت، شعر و ادب، عرب کی تاریخ اور قبائل کے انساب وغیرہ اور مقدمات کے فیصلوں، حتیٰ کہ طب کا جاننے والا کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

عطا بن ابی رباح کہتے ہیں: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں میں سب سے بڑی فقیہ سب سے زیادہ علم رکھنے والی اور عوام میں سب سے اچھی اصابت رائے رکھنے والی تھیں۔“ امام ذہبی فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کی امت میں، بلکہ مطلقاً سب ہی عورتوں میں ان سے زیادہ علم والی کسی عورت سے میں واقف نہیں ہوں۔“ حضرت عائشہ فتوی اور درس دیا کرتی تھیں، یہی نہیں بلکہ آپ نے صحابہ کرام کی لغزشوں کی بھی نشاندہی فرمائی۔

دیگر علوم وفنون:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہ صرف قرآن وحدیث پر مہارت رکھتی تھیں بلکہ تاریخ ادب، خطابت اور شاعری میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ علم طب میں بھی انہیں اچھی خاصی واقفیت حاصل تھی۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ میں نے قرآن، فرائض، فقہ، شاعری، عرب کی تاریخ اور علم الانساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ عالم اور واقف کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اسی قسم کا فرمان زرقانی نے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک شخص نے پوچھا: آپ شاعری کرتی ہیں اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ اسی طرح عرب کی تاریخ اور علم الانساب میں حضرت صدیق اکبر خاصی مہارت رکھتے تھے۔ ان علوم کی آشنائی حضرت عائشہ کی وراثت ہے مگر آپ کو علم طب سے کیسے واقفیت ہوئی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود فرماتی ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ آخری عمر میں بیمار رہا کرتے تھے۔ عرب کے طبیب آکر جو آپ ﷺ کو بتاتے وہ یاد کر لیتی تھی۔

وصال پر ملال:

اُمّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمضان المبارک 58 ہجری میں بیمار ہوگئیں۔ چند روز علیل رہیں۔ مرض الموت میں وصیّت فرمائی کہ مجھے دیگر ازواجِ مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں رات کے وقت دفن کیا جائے، صبح کا انتظار نہ کیا جائے۔

17 رمضان المبارک کو منگل کی رات 63 سال کی عمر میں رات کو نماز وتر کے بعد اس دارِ فانی سے پردہ فرمایا۔ ان کے انتقال سے تمام عالم اسلام صدمے میں مبتلا ہو گیا۔ نمازِ جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی جو اُس وقت مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ اور حسبِ وصیت رات کے وقت جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ محمد ابی بکت کے بیٹے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر میں اُتارا۔ ☼

منفی سوچ کے برے اثرات

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

غور وفکر اور حساسیت انسانی فطرت ہے، حالات وواقعات اور تجربات ومشاہدات کے سلسلے میں مثبت یا منفی رائے قائم کرنا بھی انسانی جبلت ہے، بنی نوع آدم میں بعض بے حد حساس ہوتے ہیں اور بعض انتہائی درجہ کے بے حس، بے حس انسان پر گرد وپیش کے حالات کا کوئی اثر نہیں ہوتا، انھیں اپنے سود وزیاں کا بھی ادراک نہیں ہوتا، ایسے لوگوں کی زندگی ندی کے دھارے کی طرح ہوتی ہے جو اپنے رُخ پر بہتی جاتی ہے۔

حساس لوگوں میں بعض مثبت فکر وخیال اور تعمیری ذہن ودماغ کے حامل ہوتے ہیں، وہ ہر کام میں مثبت پہلو ڈھونڈ نکالتے ہیں، نامساعد حالات وواقعات میں بھی انھیں خیر کا پہلو نظر آجاتا ہے، وہ قنوطیت کی تاریکیوں میں امیدوں کے چراغ روشن کر لیتے ہیں، ایسے لوگ زندگی کے کسی موڑ پر ناکام نہیں ہوتے، بڑے سے بڑے مسائل ان کی کام یابی کے سفر میں رکاوٹ نہیں بنتے، وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں، اور دوسروں کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں، کسی کی خوشی یا کسی کی کامیابی ان کے اندر حسد وکینہ پیدا نہیں کرتی، وہ نقد بے جا سے بھی پرہیز کرتے ہیں ،بد ظنی وبد گمانی کے گناہ سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

دوسری جانب انسانوں کا ایک طبقہ منفی فکر وخیال کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوتا ہے، منفی سوچ کی یہ بیماری ان کے ذہن ودماغ کو کمزور کر دیتی ہے، ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے، ان کے فکر وخیال کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے، کائنات کی وسعتیں ان کے لیے تنگ ہو جاتی ہیں، ایسے لوگوں کی دنیا بہت چھوٹی ہوتی ہے، منفی سوچ کے حامل افراد کو کسی میں اچھائیوں سے زیادہ برائیاں اور خامیاں نظر آتی ہیں۔

گندی اور غلیظ ذہنیت، گستاخانہ ومتعصبانہ رویہ، غیر اخلاقی خیالات، تخریبی رجحانات، نفرت وعداوت، طنز وتوہین، شک وشبہہ، دھوکا وفریب، ذہنی انتشار وانتشار پسندی، افسردگی ومایوسی، بے رغبتی ولاپرواہی، حوصلہ شکنی، عدم اطمینان، عدم تحفظ، عدم استحکام، عدم یقین، عدم تعاون وغیرہ اوصاف منفی سوچ وفکر کے حامل لوگوں کے اندر بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ دراصل منفی سوچ ڈر، خوف، شکست، ناکامی، ناامیدی، غصہ، بد مزاجی، مایوسی، پریشانی، غیبت، چغل خوری، کینہ، بغض، حسد، تعصب اور دوسروں کو نیچا دکھانے یا ذلیل کرنے کی خواہش کا نتیجہ ہوتی ہے۔

ایسے لوگ سماج ومعاشرہ کے لیے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے پوری کمیونٹی بدنام ہوتی ہے، پوری تحریک وتنظیم متاثر ہوتی ہے، ایسے لوگ بنے بنائے کام آسانی سے بگاڑ دیتے ہیں، اچھے خاصے پڑھے لوگوں کو بھی یہ طبقہ گمراہ کرنے میں کام یاب ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کی منفی سوچ صرف ان کی ذات تک محدود رہتی ہے، لیکن بعض اپنی منفی اور متعصبانہ وحریصانہ سوچ سے دوسروں کی زندگی میں زہر بھر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ''منفی لوگ'' [Negative People] یا ''زہریلے لوگ'' [Toxic People] بھی کہتے ہیں۔ایسے لوگ سماج کے لیے زہریلا ہونے کے ساتھ شرعی نقطۂ نظر سے بھی انتہائی مذموم ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا١ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ١ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۝۱۲ [الحجرات/12]

ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو

استاذ دار العلوم غریب نواز داہو گنج، کشی نگر، یوپی

یہ تمھیں گوارا نہ ہو گا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

در اصل بدگمانی منفی طرز فکر کی پیداور ہے جب کہ حسن ظن مثبت فکر وخیال کا لازمی تقاضا ہے۔ مثبت فکر وخیال کا حامل شخص کبھی بھی بدگمانیوں میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ احادیث مبارکہ میں بھی ایسے لوگوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔ [صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع برقم]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گمان سے بچو کیوں کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے ہمیشہ مثبت طرز فکر کو اختیار کیا، تبلیغ دین کی راہ میں کفار و مشرکین نے آپ پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑے، لیکن آپ نے ہمیشہ مثبت طرز عمل کو اپناتے ہوئے ان کی ہدایت کے لیے دعائیں کیں، فتح مکہ کے موقع پر جب ہر طرح اسلام غالب اور کفر مغلوب ہو چکا تھا، آپ نے مکۃ المکرمہ کے کفار و مشرکین کی گستاخیوں اور چیرہ دستیوں کو یک لخت معاف فرما کر جو طرز عمل پیش فرمایا وہ یقینا رہتی دنیا تک پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے، طائف کی گلیوں میں آپ کو لہو لہان کیا گیا، رب کائنات کے حکم سے پہاڑوں کا فرشتہ آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ اجازت ہو تو ان پر پہاڑ گرا کر ہمیشہ کے لیے نیست نابود کر دیں، آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

”بل أرجو أن يخرج الله تعالى من أصلابهم من يعبدالله وحده ولا يشرك به شيئا۔“

امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور وہ شرک نہیں کریں گے۔ [صحیح مسلم، ج:2، ص:109] بلا شبہہ یہ سرکار دو عالم ﷺ کے مثبت فکر وخیال کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

اب ذیل میں ہم منفی فکر وخیال کے چند اہم دینی و دنیاوی نقصانات پر قدرے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے:

منفی سوچ ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے:

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ مثبت سوچ کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے اور انسان کے اندر خود اعتمادی پیدا کرتی ہے، جب کہ منفی فکر رکھنے والے لوگ ہمیشہ تذبذب کے شکار ہوتے ہیں، کسی بھی مسئلے میں وہ صحیح نتیجے تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں اور غلط نتیجے اخذ کر کے اپنی زندگی تباہ و برباد کر لیتے ہیں، ہمارے گرد و پیش ایسے بے شمار لوگ ہوتے ہیں جن کے منفی رویوں سے ان کی پہچان آسانی سے ہو سکتی ہے، وہ کسی پروجیکٹ کو شروع کرنے سے قبل ہی خدشات اور امکانات کے بھنور میں پھنس کر قدم پیچھے ہٹا لیتے ہیں، ہر کام میں انھیں ناکامی کا ڈر ستانے لگتا ہے، وہ مفادات سے زیادہ مضرات پر غور کرتے ہیں، مثلا: انھیں کوئی بزنس شروع کرنا ہے تو طرح طرح کے خیالات دل میں لاتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس بزنس کے ذریعہ کتنے لوگوں نے معاشی ترقی کی بلندیوں تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی بلکہ وہ اس پر زیادہ ریسرچ کرتے ہیں کہ اس بزنس میں کتنے لوگ ناکام ہو کر معاشی تباہی کے شکار ہوئے۔ اس طرح وہ اپنا ارادہ وہیں ترک کر دیتے ہیں اور معاشی ترقی کا ایک سنہرا موقع گنوا دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سارے کام بہت سے لوگ صرف اس منفی سوچ کی وجہ سے نہیں کر پاتے کہ ہمارے پاس اس کام کے لیے سرمایہ اور وسائل نہیں، یا ہمارے پاس ویسی توانائی نہیں جو اس کام کی تکمیل کے لیے ضروری ہے، ایسی منفی سوچ احساس محرومی کو بڑھاتی ہے اور ہم موجود وسائل کو بھی اپنے کام کے لیے بروے کار نہیں لا پاتے۔

منفی سوچ رکھنے والے لوگ ہر کام میں کوئی منفی پہلو نکال لیتے ہیں، مثلا ایک مصنف کسی منفی سوچ رکھنے والے کے پاس اپنی کتاب لے کر چلا جائے تو وہ ان سے کہے گا، آج کل کتابیں کون پڑھتا ہے، سوشل میڈیا کا زمانہ ہے، لوگ موبائل اور ٹیلی ویژن میں مصروف رہتے ہیں، یا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ کتاب کا موضوع بہت پرانا

ہے اس پر تو سیکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں، وہی کتابیں پڑھنے کے لیے کافی ہیں۔ اس کتاب کی کیا ضرورت تھی۔ اس طرح منفی سوچ رکھنے والے نہ صرف اپنا مستقبل تباہ کرتے ہیں بلکہ اپنے گرد و پیش کے لوگوں کی حوصلہ شکنی میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

منفی سوچ رشتوں کی پامالی کا باعث ہے:

منفی سوچ رکھنے والے افراد رشتوں کو نبھانے میں اکثر ناکام رہتے ہیں، بدظنی اور بدگمانی ان کی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے، وہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے خطرناک نتائج نکال لیتے ہیں، مثلاً ایک منفی سوچ رکھنے والا شخص اپنے دوست کو فون کرتا ہے، اتفاقاً وہ باتھ روم میں ہوتا ہے، باہر آکر آفس جانے کی عجلت میں اپنے دوست کے فون کو بھول جاتا ہے، آفس کے کاموں کے دوران پھر فون آتا ہے، لیکن آفس کے اصول و قوانین کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے وہ فون ریسیو نہیں کر پاتا، ادھر منفی سوچ رکھنے والا دوست کئی کئی طرح کی بدگمانیاں دل میں پیدا کر لیتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ میرا دوست مجھے اہمیت نہیں دے رہا ہے، جان بوجھ کر میرے فون کو نظر انداز کر رہا ہے، مرے دوست کو پیسوں کا گھمنڈ ہو گیا ہے، میرا دوست مجھ سے دوستی برقرار نہیں رکھنا چاہتا، میرے دوست کو کسی نے بہکا دیا ہے۔ پھر اسی طرح بدگمانیوں کی بنیاد پر وہ شکوہ و شکایت کی ایک پوری عمارت کھڑی کر لیتا ہے، دھیرے دھیرے دوستی کا یہ پاکیزہ رشتہ ٹوٹنے لگتا ہے اور منفی سوچ برسوں کی دوستی کو تہ و بالا کر دیتی ہے۔

شوہر اور بیوی کے مابین تعلقات کی ناخوش گواری میں بھی منفی سوچ اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بدگمانیوں کا بڑا دخل ہوتا ہے، غلط اور منفی سوچ سگے بھائیوں اور بہنوں میں دشمنی، ساس بہو میں لڑائی، میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے پر اعتماد کی کمی پھر لڑائی اور بالآخر طلاق اور جدائی کی نوبت آجاتی ہے۔

لہذا ہمیں اپنے تمام احباب سے ہمیشہ گزارش کرنی چاہیے کہ اگر کبھی کوئی شکوہ ہو تو براہ راست رابطہ کریں، شیطانی اثرات سے پیدا ہونے والی بدگمانیوں کی وجہ سے کوئی منفی خیال دل میں نہ بسائیں، اچھے تعلقات اور رشتے داریاں اللہ کی نعمت ہیں، ان کو اس طرح پامال کرنا نعمتوں کی ناقدری کے مترادف ہے۔

منفی سوچ تخریب کو فروغ دیتی ہے:

منفی سوچ رکھنے والے تعمیری فکر سے کوسوں دور ہوتے ہیں، ایسے لوگ کسی سماج میں ہوں یا کسی تحریک و تنظیم میں، وہ ہمیشہ نقد بے جا کے عادی ہو جاتے ہیں، ہر معاملے میں ان کی تنقید کا نشتر چلتا رہتا ہے جو ماحول کو پراگندہ کرنے اور تخریبی عناصر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، ایسے افراد ہزاروں خوبیوں کے بیچ چھپی ہوئی معمولی خامیوں کو بھی ڈھونڈ نکالتے ہیں، پھر ان بے شمار خوبیوں کا چرچا کرنے کی بجائے اس خامی کو ہائی لائٹ کر کے خوبیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ ایسے لوگوں کی کوششیں اکثر کام یاب نہیں ہوتی ہیں اور وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ کسی اچھے کام پر حوصلہ افزائی کے دو بول بولنے کی بجائے اس کام کے اثرات کو زائل کرنے اور اس کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں، ان کی زندگی انھی کاموں میں گزر جاتی ہے، اچھے اور مثبت لوگ ایسے لوگوں کے سایہ سے بھی دور بھاگتے ہیں، منفی فکر والے دنیا میں تو مبغوض رہتے ہی ہیں دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے بدنامیوں کا تمغہ بھی ساتھ لیے جاتے ہیں۔

منفی سوچ ذہنی و جسمانی بیماریوں کا باعث ہے:

منفی سوچ اور جذبات جسمانی و دماغی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جو لوگ منفی سوچ رکھتے ہیں ان میں بیمار رہنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ خوش رہتے ہیں اور ہر بات کو مثبت نظریے سے دیکھتے ہیں وہ خطرناک بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔
آج مغربی ممالک میں بے شمار لوگ منفی سوچ کی وجہ سے ڈپریشن، ذہنی دباؤ [Stres]، ذہنی تناؤ [Tension]، ذہنی انتشار [Mental disturbances] وغیرہ میں مبتلا ہیں جس کی علاج کے لیے موٹیویشنل اسپیکرز [Motivational Speakers] اور لائف کوچز [Life Coaches] وغیرہ انہیں منفی سوچ ختم کرنے اور مثبت سوچ اپنانے کی ذہنی تربیت دیتے ہیں۔

طبی تحقیقات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ منفی سوچ رکھنے والے دل کی بیماریوں میں کثرت سے مبتلا ہوتے ہیں۔ (باقی ص: 75 پر)

جہد مسلسل

تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا

یونیورسٹی کا رخ کرنے والے طلبۂ مدارس کے لیے

محمد علم اللہ

ہندوستان میں مدارس کے بہت سے فارغ التحصیل افراد یونیورسٹیوں میں اپنی تعلیم جاری رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں، سب سے پہلے یہ یقین پیدا کریں کہ دنیا میں کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، بس اپنے اندر اعتماد اور ذرا حوصلہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اس کے بعد رہ جاتی ہے انتھک محنت اور ہوش مندی۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ملک کی بیشتر یونیورسٹیز نے خود ہی ایسے پروگرام متعارف کرانے شروع کر دیے ہیں جن کا مقصد روایتی تعلیمی ماحول سے آنے والے طلبہ کے لیے داخلے کو آسان بنانا ہے۔

ریاستی یا مرکزی کالجوں یا یونیورسٹیوں میں درخواست دینے کے لیے مدرسے کے فارغ التحصیل طلبہ کو بارہویں کے مساوی ایک تسلیم شدہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے، جو ان کی تعلیمی قابلیت کو ظاہر کرتا ہو۔ بعض مدارس کی اسناد کو کچھ یونیورسٹیاں اپنے یہاں داخلے کے لیے تسلیم تو کرتی ہیں لیکن کئی مرتبہ وہاں سے تعلیم کی تکمیل کے بعد بھی ملازمت کے حصول میں انھیں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کے پاس دسویں اور بارہویں کے اسناد نہیں ہوتے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ سرکاری اداروں سے منظور شدہ اسناد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ آنے والے دنوں میں کسی بھی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کے لیے سی بی ایس ای، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ یا دیگر سرکاری بورڈ کے ذریعہ تسلیم شدہ اداروں سے امتحان دے کر اسناد حاصل کی جاسکتی ہیں، ان اداروں کے اپنے کورس اور اپنے نصاب ہیں۔ این سی ای آر ٹی نصاب متعیّن کرنے والا قومی ادارہ ہے اور سی بی ایس ای امتحان کے ذریعے دسویں اور بارہویں کی سند فراہم کرنے والا قومی ادارہ ہے۔ مدارس کے طلبہ کو چوں کہ سند کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے انہیں دوران تعلیم ہی ایسے اداروں سے رجوع کر لینا چاہیے، جہاں سے انھیں دسویں اور بارہویں کی سند مل سکے۔ اس سلسلے میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ سب سے اچھا ادارہ ہے جہاں سے مدارس کے دوران ہی دسویں اور بارہویں کا امتحان دے کر سند حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس ضمن میں جامعہ ملیہ اسلامیہ، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جانب سے جاری برج کورس سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جو اب تک کا سب بہترین متبادل ثابت ہوا ہے۔

اسناد حاصل کرنے کے بعد بات آتی ہے ان یونیورسٹیوں میں داخلہ پانے کے لیے عملی جدوجہد کی۔ تو پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ کسی بھی اچھے کورس میں داخلہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انگریزی زبان میں اچھی مہارت ہو، کیوں کہ تقریباً ہر یونیورسٹی میں ذریعۂ تعلیم انگریزی ہی ہے، ساتھ ہی ساتھ عام معلومات، ریاضی اور سائنس بھی بے حد ضروری موضوعات ہیں۔ اس کے لیے کوچنگ کلاسوں کی مدد لی جاسکتی ہے۔

اگر آپ نے عربی زبان پر ہی اچھی محنت کر لی ہے اور آپ کو اس زبان میں اظہار خیال پر قدرت حاصل ہے تو یہ بھی اپنے آپ میں بڑی بات ہے اور محض اسی ایک صلاحیت سے آپ کے سامنے ملازمت، بزنس اور کاروبار کے بیشتر مواقع کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ بس اتنا خیال رہے کہ انگریزی کی بھی تھوڑی بہت شد بد ہو تو نور علی نور ہے۔ عرب ممالک کے علاوہ یورپی ممالک میں بھی متعدّد شعبوں میں آپ مترجم کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں، ملٹی اسپیشلٹی ہسپتالوں اور عالمی منڈی میں بھی مواقع دستیاب ہیں۔ اگر آپ تھوڑی سی محنت کر کے اپنی زبان درست کر لیتے ہیں اور مستند اداروں سے ڈپلوما اور

mohammadalamullah@gmail.com

ایڈوانسڈ ڈپلوما وغیرہ کے سرٹیفکیٹ حاصل کر لیتے ہیں تو یہ قدم آپ کے لیے غیر معمولی طور پر کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ خلیجی ممالک کے مقابلے ہندوستان میں سستا علاج فراہم ہونے کی وجہ سے بڑے اور چھوٹے آپریشن کے لیے عرب ممالک سے آنے والے مریضوں کی بڑی تعداد کو عربی مترجم کی فوری ضرورت ہوتی ہے اور دہلی این سی آر کے بعض مہنگے ہسپتال بھی باضابطہ عربی مترجمین کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ اس ضمن میں این سی پی یو ایل سے جاری فنکشنل عربک کورسوں اور کمپیوٹر کورسوں سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے، یہ ادارہ سرکاری ہے اس لیے اس کی اسناد بھی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔

عربی زبان میں لکھنے پڑھنے اور اظہار خیال کی قدرت رکھنے کی وجہ سے عرب ممالک میں بھی داخلے کی راہ ہموار ہوتی ہے، عرب ممالک کی جامعات میں داخلہ، آن لائن فورم اور ریکمنڈیشن (توصیہ) کی بنیاد پر بھی ملتا ہے۔ مدارس و جامعات کے فارغین تخصصات کے لیے جامع ازہر قاہرہ وغیرہ میں داخلہ لے سکتے ہیں، ان کی ویب سائٹ پر ہر سال اشتہارات آتے ہیں، ان کے ذریعہ فراہم کی گئیں لنکس کے ذریعے داخلے کے لیے اپلائی کرسکتے ہیں، جس میں تمام مصدقہ اسناد اپلوڈ کرنا ہوتا ہے۔ وہاں کی یونیورسٹی کی طرف سے اگر منظوری مل جاتی ہے تو متعلقہ ملک کے سفارت خانے سے رابطہ کرنا ہوتا ہے اور وزارت تعلیم سے تمام اسناد کی تصدیق کرانی ہوتی ہے۔

جہاں تک ہندوستانی یونیورسٹیوں میں داخلے کی بات ہے تو سب سے پہلے کورسیز کے انتخاب کا اور داخلے کی کارروائی کا مرحلہ ہوتا ہے۔ مدرسے کے فارغ التحصیل طلبہ، بڑے شہروں جیسے لکھنؤ، دہلی، علی گڑھ اور حیدر آباد وغیرہ میں جاری کوچنگ کلاسز میں شرکت کر کے اور پرانے ٹیسٹ پیپر کے ذریعہ امتحانات کی تیاری کر سکتے ہیں۔

ہندوستان میں کچھ ایسی یونیورسٹیاں ہیں جو دوسروں کے مقابلے میں مدارس کے فارغین کا زیادہ خیر مقدم کرتی ہیں، ان میں خاص طور پر جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی وغیرہ کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ طلبہ ان یونیورسٹیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں جن میں وہ درخواست دینے میں دلچسپی رکھتے ہیں تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ ان کے مطالبات اور اصول وضوابط کیا ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ان کے علاوہ دیگر یونیورسٹیاں مدارس کے طلبہ کے لیے زیادہ مفید نہیں ہیں، بہتر یہی ہے کہ آپ درجہ بندی کے حساب سے اچھی یونیورسٹیوں کا انتخاب کریں اور ایک ساتھ کم از کم تین سے چار جگہ درخواست کریں۔

ان یونیورسٹیوں میں آپ کے لیے اردو، عربی، اسلامک اسٹڈیز کے علاوہ بھی بہت سارے شعبے ہیں، اس لیے ان کے دیگر موضوعات کے بارے میں بھی غور وخوض کریں۔ کیوں کہ سائنس کو چھوڑ کر آپ کسی بھی موضوع کا انتخاب کرسکتے ہیں، جن میں سب سے پہلے تو ہیومینیٹیز اینڈ سوشل سائنسز ہیں۔ مدارس کے جو طلبہ ہیومینیٹیز اور سوشل سائنسز میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات، سماجیات، نفسیات، اقتصادیات، فلسفہ اور ادب جیسے کورسوں میں داخلہ کی درخواست دے سکتے ہیں۔ یہ کورس لبرل آرٹس اور سماجی علوم میں وسیع میدان فراہم کرتے ہیں اور طلبہ کو تعلیم، تحقیق، صحافت اور عوامی خدمت جیسے شعبوں میں کیریئر کے لیے تیار کرتے ہیں۔

اسی طرح متعدّد زبانوں میں ادب کے شعبہ میں بھی آسانی سے داخلہ مل جاتا ہے۔ وہ طلبہ جن کو انگریزی، ترکی، فرنچ، عربی، اردو، ہندی اور فارسی وغیرہ زبانوں میں دلچسپی ہے یا کسی زبان کے سیکھنے میں ان کی کوئی مادی منفعت وابستہ ہے، وہ اپنی پسندیدہ زبانوں کے کورسوں میں داخلہ کی درخواست دے سکتے ہیں۔ یہ کورس زبان و ادب کی گہری تفہیم اور ترجمہ وتشریح اور تحریر وتقریر میں اچھی صلاحیت ومہارت کے حصول میں مدو معاون ہیں۔

مدارس کے طلبہ آج کل قانون کے کورس میں بھی داخلہ لے رہے ہیں۔ وہ طلبہ جو قانون میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ بیچلر آف لاز (ایل ایل بی) میں درخواست دے سکتے ہیں۔ یہ کورس ہندوستانی قانونی نظام، سول قانون، فوجداری قانون اور بین الاقوامی قانون جیسے مضامین کا احاطہ کرتا ہے اور طلبہ کو قانونی پیشے میں کیریئر بنانے کے لیے تیار کرتا ہے۔

تعلیم کا شعبہ بھی اہم شعبہ ہے۔ مدارس کے جو طلبہ درس وتدریس میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ بی اے کر کے بیچلر آف ایجوکیشن (بی

ایڈ) کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔ یا گریجویشن کے بغیر، ڈپلوما ان ایلیمنٹری ایجوکیشن (ڈی ایل ایڈ) میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ یہ کورس تعلیمی اصول اور تدریس میں مضبوط بنیادیں فراہم کرتے ہیں اور طلبہ کو اساتذہ، مربیین اور تعلیمی منتظمین کے طور پر کیریئر کے لیے تیار کرتے ہیں۔

مینجمنٹ بھی ایک اچھا متبادل ہو سکتا ہے، جو طلبہ کاروبار اور انتظام میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ مینجمنٹ کے کورس (جیسے بیچلر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (بی بی اے) میں داخلہ کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔ یہ کورس اکاونٹنگ، فنانس، مارکیٹنگ اور انسانی وسائل جیسے مضامین کا احاطہ کرتا ہے۔

موجودہ وقت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ کوئی تکنیکی تربیت ضرور حاصل کرلیں، اگر صرف کمپیوٹر کی بات کریں تو ہزاروں کورسز ہیں، اس بابت روزگار سے جڑنے اور لوگوں کو خودکفیل بنانے کے لیے بہت سی یونیورسٹیاں انٹرپرینور شپ ڈیولپمنٹ کے تحت مختلف قسم کے مہارت پر مبنی (اسکل بیسڈ) پروگرام چلاتی ہیں، جن میں نوجوانوں کو ٹیلرنگ، بیکنگ اور الیکٹرک وغیرہ کے چھوٹے موٹے سرٹیفکیٹ کورس کرائے جاتے۔ ان کی فیس بھی بہت معمولی ہوتی ہے، بلکہ کئی جگہوں پر تو فیس بھی نہیں لی جاتی۔ جو لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کرنا چاہتے اور کاروبار میں توجہ مرکوز کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ ایک بہترین آپشن ہو سکتا ہے کیوں کہ ان میں داخلے کے لیے محض آٹھویں پاس اور بعض جگہوں پر تو ابجد شناسی کی بنیاد پر ہی آپ کو اس کا اہل سمجھ لیا جاتا ہے۔

آج کے کالم میں یہ چند مختصر باتیں اشارہ کے طور پر عرض کی گئی ہیں، اگر آپ مدارس کی تعلیم کے بعد یونیورسٹیوں کا رخ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لیے یہ باتیں یقینا کارآمد ہوں گی۔ باقی آپ کا عزم، محنت، لگن اور آپ کا اپنا جذبہ بلکہ جنون ہی سب کچھ ہے۔

آج کل کے مخصوص حالات میں یہ بات بھی بہت ضروری ہوجاتی ہے کہ کسی بھی قسم کی مایوسی، کمزوری اور حالات کے سامنے سپر ڈال دینے والی ذہنیت بالکل بھی پیدا نہ ہونے دیں۔ مثبت سوچ، سخت محنت اور کارگر منصوبہ بندی کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں۔ کیونکہ زندگی میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو کل کے لیے آج ہی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور پھر اس پر یکسوئی کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ ▪▪▪

(ص:72 کا بقیہ)

منفی سوچ رکھنے والے لوگ عموماً اداسی، غم، غصہ، خوف، دباؤ اور تناؤ جیسی کیفیات میں مبتلا ہوتے ہیں جو جگر اور معدہ کی خطرناک بیماریوں کا باعث ہیں، ذہنی دباؤ آپ کے دماغ اور دل پر اثرانداز ہوتا ہے۔ فالج کے شکار ہونے والے اکثر افراد ذہنی تناؤ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

UK کے ایک ماہرِ نفسیات ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ جو لوگ بھی مینٹل ہیلتھ پرابلمز کا شکار ہوتے ہیں ان میں سے اکثر کی وجہ منفی سوچ ہوتی ہے، ان کی سب سے بڑی پرابلم یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ ہونے والے صرف منفی رویوں کو ہی یاد رکھتے اور ان چیزوں کو سوچتے رہتے ہیں، پھر بالآخر ایسے افراد ذہنی طور پر پریشر، اسٹریس، ڈپریشن، گھبراہٹ، اعصابی بیماریوں اور پاگل پَن کے شکار ہوجاتے ہیں۔

ایک کامیاب انسان کے لیے اس کے خیالات کا مثبت اور پاکیزہ ہونا انتہائی ضروری ہے، حسن ظن انسان کو بہت ساری دشواریوں سے بچاتا ہے، احادیث مبارکہ میں بھی حسن ظن رکھنے اور ذہن و دماغ میں منفی خیالات پیدا کرنے کی ممانعت وارد ہے:

عن جابر رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل وفاته بثلاث يقول: لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللهِ الظَّنَّ-[متفق علیہ]

ترجمہ: تم سے ہرگز ہرگز کسی کی موت نہ ہو مگر وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ مثبت فکر و خیال کے حامل رہیں، منفی سوچ اور منفی سوچ والوں سے دور رہیں، ورنہ ان کے منفی رجحانات سے ہمارے کام بھی متاثر ہوسکتے ہیں اور ان کی نحوستوں سے ہمارے حوصلے بھی پست ہو سکتے، ہمیں ہمیشہ یہ سمجھنا چاہیے کہ سوچ ایک مقناطیس کی طرح ہے۔ اچھی سوچ سے اچھے نتائج اور بُری سوچ سے بُرے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ ❊❊❊

تصحیح

جنوری 2023ء کے شمارہ میں صفحہ 40 پر "ایل کے ایڈوانی کو ایک دن کی سزا دی گئی" یہ غلط ہے، قارئین حضرات نوٹ فرمالیں، یہاں ایل کے ایڈوانی کے بجائے "کلیان سنگھ کو ایک دن کی سزا ہوئی تھی" اس طرح پڑھیں۔ (ادارہ)

پیش رفت

اسلام کی طرف دنیا کے بڑھتے قدم

محمد زاہد رضا، دھنباد

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے، یہ روئے زمین پر صلاح و فلاح چاہتا ہے، اپنے ماننے والوں کو سکون و اطمینان سے رہنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام شعبہ جات میں مکمل رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اسلام کے واضح احکام اور روشن تشریحات موجود نہ ہوں۔ پیدائش سے لے کر تجہیز وتکفین تک کے جملہ مسائل اور ان کا حل ایسے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے جس کی کسی بھی مذہب میں نظیر نہیں ملتی۔ اسلام چاہتا ہے کہ دنیا میں رہنے والے انسان اخوت و محبت کے حقیقی جذبات سے سرشار ہو کر زندگی کی ایک نئی صبح کا آغاز کریں۔ دراصل اسلام احترام انسانیت کا مذہب ہے۔ وہ نبی برحق کے لائے ہوئے نظام حیات اور کتاب الٰہی کے احکام وفرامین اور اس کے زریں اصولوں پر عدل وانصاف پر مبنی معاشرے کی تعمیر وتشکیل کرنا چاہتا ہے اور دہشت گردی، قتل وغارت گری اور شر وفساد کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

لیکن آج اسی دین اسلام کے خلاف کفار سازشیں رچ رہے ہیں۔ دین اسلام کو مٹانے کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہر چہار جانب سے اسلام اور عبادت گاہوں پر حملے کیے جا رہے ہیں۔ طرح طرح کی پابندیاں قوم مسلم پر عائد کی جا رہی ہیں۔ شریعت مصطفی کو تبدیل کرنے کی مکمل تیاری کی جا چکی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں موجودہ دور میں متحد ہو کر اس طرح اس پر ٹوٹ پڑی ہیں کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ مگر اللہ کی شان ہادی اور اس کی ربوبیت کے قربان، کہ اسلام، قرآن اور مسلمانوں کے خلاف اس پروپیگنڈے سے عام انسانوں کے دلوں میں اسلام جاننے کا شوق بڑھ رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ اسلام کو مسلمانوں کے کردار، معاملات اور اخلاق سے جانتے تھے مگر اب جدید ذرائع ابلاغ کی کثرت خصوصاً انٹرنیٹ کی ایجاد نے حقیقی اسلام لوگوں کے بستر تک پہنچا دیا ہے، جس کی وجہ سے کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ قبول اسلام کے واقعات مغربی ملکوں میں زیادہ ہو رہے ہیں جہاں سے خاص طور پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ ہوا ہے۔

اسلام کتنی عظیم نعمت ہے اس کا احساس یہودیت اور عیسائیت سے توتائب ہو کر اسلام لانے والوں کے حالات پڑھ کر بھی ہوتا ہے۔ چند شخصیات کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے جنھوں نے اپنے مذہب کو چھوڑ کر دامن اسلام کو تھاما اور مشرف بہ اسلام ہو کر ایمان کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

کچھ دنوں پہلے امریکی ریاست کیلیفورنیا کے مسیحی برادری کے سب سے بڑے سربراہ پادری ہیلین ہنگی نے عیسائیت مذہب کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔ ہیلیرین ہنگی کے اسلام لانے بعد پوری دنیا میں کہرام مچ گیا کہ دنیا میں عیسائی تعلیمات کو عام کرنے والا ایک انسان اچانک مسلمان کیسے بن گیا۔

حالاں کہ ان کے دوستوں اور جاننے والوں کا کہنا ہے کہ ہیلین ہنگی کئی سالوں سے اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے اور قرآن میں خامیاں تلاش کر رہے تھے لیکن خامیاں تلاش کرتے کرتے وہ خود مسلمان ہوگئے۔ ریسرچ کے دوران ہیلین ہنگی کو پتہ چلا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھیجے گئے آخری نبی ہیں۔ موصوف نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام عبد اللطیف رکھا ہے۔ ہیلین ہنگی نے قبول اسلام کے بعد دنیا کے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ "اسلام قبول کر کے انھیں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ اپنے پرانے گھر میں واپس آگئے ہیں۔"

میرین الہامر:

یہ فرانس کی ایک مشہور ماڈل ہونے کے ساتھ ایک ایکٹر بھی

تھیں۔ گزشتہ سال انھوں نے اسلام قبول کیا اور عمرہ کرنے کے لیے مکہ شہر گئیں، بعد عمرہ اس نے انسٹاگرام پر ایک ویڈیو اور مکہ مکرمہ کی تصویر شیئر کرتے ہوئے کہا کہ "اس وقت انھیں جو خوشی محسوس ہو رہی ہے اس کو بیان کرنے کے ان کے پاس الفاظ نہیں ہے، امید ہے کہ میری مغفرت ہو جائے گی اور صحیح راستہ نظر آئے گا انشاء اللہ۔" یہ سوشل میڈیا کے بہت مشہور شخص ہیں انھیں سوشل میڈیا پر کروڑوں لوگ فالو کرتے ہیں۔

سبری مالاجیا کنتھن:

یہ ہمارے ملک کی ایک سماجی کارکن کے ساتھ ساتھ موٹی ویشنل اسپیکر بھی ہیں۔ انھوں نے بھی گزشتہ سال اسلام قبول کر لیا۔ جب یہ عمرہ کرنے کے لیے گئی تو دوران عمرہ ٹھیک کعبہ کے سامنے ایک ویڈیو شوٹ کیا جس کے بیک گراونڈ میں کعبہ دکھ رہا تھا، انھوں نے اس ویڈیو میں دنیا کے سامنے برملا یہ اعلان کیا کہ اب وہ مسلمان ہو چکی ہیں اور نام "فاطمہ" رکھی ہے۔ جب ان سے بعد میں اس کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ اچانک انھوں نے اسلام کو کیسے قبول کیا تو اس کے جواب میں انھوں نے لکھا تھا کہ "اکثر میں اپنے آپ سے سوال کیا کرتی تھی کہ آخر میں اسلام سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ اسی کو جاننے کے لیے میں ٹھنڈے دماغ سے مقدس قرآن مجید کو پڑھنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ سچائی کو جانا اور آج حالت ایسی ہے کہ میں اسلام سے محبت کرتی ہوں۔"

ڈاکٹر ماک تھامسن:

یہ دراصل برٹن کے ایک سینئر ریسرچز ہیں جو سعودیہ عربیہ کے "کنگ فہد یونیورسٹی" میں پروفیسر ہیں، یہ ایک لمبے وقت سے اسلام کے بارے میں مطالعہ کر رہے تھے۔ بالآخر انھوں نے بھی گزشتہ سال ماہ اپریل میں دین اسلام قبول کر لیا۔ رمضان میں انھوں نے ٹویٹ کے ذریعہ سے یہ خبر دی کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا کیا۔

ڈرچ ویلی:

یہ ایک برٹش ریپر ہے۔ گزشتہ سال اس نے بھی اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے۔

داوؤدکم:

(اصل نام جے کم) یہ ایک مشہور و معروف یوٹیوبر ہے جو کوریا کا رہنے والا ہے۔ اس نے اپنے آبا و اجداد کا مذہب چھوڑ کر 2019ء میں دین اسلام قبول کر لیا۔ یہ یوٹیوبر سے پہلے ایک گلوکار کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ داوؤدکم نے ایک انٹرویو میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ (گلوکاری کا زمانہ) ان کی زندگی کے سب سے برے دن تھے اور اب وہ داخل اسلام ہو کر اپنی زندگی میں سب سے زیادہ سکون محسوس کر رہے ہیں۔

محترمہ کملاثریا:

سابق نام "کملاداس" ایک انٹرویو میں ان سے سوال کیا گیا کہ آپ ہندو مذہب میں پیدا ہوئیں، پلی، بڑھیں عمر کے اس کے دہانے پر وہ کون سی بات تھی جس سے متاثر ہو کر آپ نے اسلام قبول کیا، اس پر اس نے جواب دیا کہ میں ہندو مذہب کے کسی بھی رسم و رواج سے کبھی بھی متاثر نہیں ہوئی اور نہ ہی پابند رہی۔ تیس سال سے زیادہ مجھے اسلام کو سیکھنے، دیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملا، مجھے ہمیشہ اسلام سے لگاؤ تھا، اسلامی تہذیب نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ مزید انھوں نے کہا کہ میں برسوں سے تمام مذاہب کا مطالعہ کرتی رہی تو مجھے لگا کہ دوسرے مذاہب میں کئی جگہ کھوکھلی ہے اور اسلام کی بنیاد بے حد مضبوط اور مستحکم ہے، اس میں امن و شانتی، سچائی اور سکون ہے۔

جینیفر گراوٹ:

یہ امریکہ کی بہت مشہور گلوکارہ ہے۔ یہ اسلام کے بارے میں ہمیشہ تحقیق کرتے رہتی تھی اور معلومات حاصل کرتی تھی۔ سنہ 2013ء میں اس نے اسلام قبول کیا اور اپنا نام "شہناز گل" رکھا۔ اب گانا گانے کے بجائے یہ قرآن مقدس کی تلاوت کرتی ہے۔

سارا بوکر:

یہ امریکہ میں پیدا ہوئی تھی اور فحش فلموں میں کام کرتی تھی۔ اس کی ابتدائی جوانی فحاشی اور نائٹ کلبوں میں گزری۔ (باقی ص:80 پر)

جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کی ذمہ داریاں

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

مئی 2023 کا عنوان	شاعروں اور مقرروں کا متعین اوقات کی اجرت طے کرنا — شرعی نقطۂ نظر
جون 2023 کا عنوان	عید قرباں اور ہماری ذمہ داریاں

چمنستانِ حافظ ملت کے لعل و گہر

از: مولانا ناظم علی مصباحی

جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کی ہمہ جہت دینی و ملی خدمات آفتاب روز روشن سے زیادہ نمایاں و آشکارا ہیں۔ تصنیف و تالیف، تحقیق و تدقیق، خطابت و تدریس، مناظرہ و مکالمہ، مباحثہ و محاکمہ اور تنظیم و تحریک وغیرہ میں فرزندانِ اشرفیہ نے اپنی گراں قدر خدمات کے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں، آج حضور حافظِ ملت کی روشن یادگار جامعہ اشرفیہ کا جھالا نہ صرف ملک ہند بلکہ بیرونِ ہند بھی برس رہا ہے۔ فرزندانِ اشرفیہ اپنی گراں قدر علمی و ملی خدمات سے عالمِ اسلام کو فیض یاب کر رہے ہیں اور ان کی سیرابی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ فرزندانِ اشرفیہ کی ہمہ جہت خدمات کی رم جھم بارش عالمِ اسلام کو نہ صرف فیض بخش رہی ہے بلکہ اس بات کا اذعان کامل عطا کر رہی ہیں کہ استاذ العلما، جلالۃ العلم، ابو الفیض، سیدنا سرکار حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے یقینِ محکم کے ساتھ جو علمی گلشن لگایا تھا اس کا ہر گل و غنچہ اپنی ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ نہ صرف دینی دانش گاہوں میں فرزندانِ اشرفیہ کی دینی و علمی خدمات کی دھوم مچی ہوئی ہے، بلکہ دنیاوی دانش گاہیں زبانِ حال سے اس بات کی روشن شہادت دے رہی ہیں کہ چمنستانِ حافظِ ملت کے لعل و گہر دینی علوم و فنون کے ساتھ دنیاوی علوم و فنون میں بھی اہم و امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ طالبانِ تحقیق کی روشن تحقیقات کو حرزِ جاں بناتے ہیں اور ان کی علمی تحقیقات کے حضور اپنی جبینِ نیاز خم کرتے ہیں، بافیض خانقاہوں کے مقتدر مشائخ کرام کی زبانِ فیض ترجمان جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کی گراں قدر خدمات کا برملا اعتراف کرتی ہے اور اس کے علمی کارواں کا بامِ فلک اور اوجِ ثریا تک پہنچانے کی دعوت دیتی ہے۔

فرزندانِ اشرفیہ دینی مناصب کے ساتھ اہم دنیاوی مناصب پر فائز ہو کر مکمل امانت و دیانت کے ساتھ اپنے فرائضِ منصبی کو انجام دینے میں سرگرمِ عمل ہیں۔ حضور حافظِ ملت نے اخلاص و للّٰہیت کے جذبۂ صادق کے ساتھ جو شجرِ طوبیٰ لگایا تھا، اس شجرِ طوبیٰ کی بوئے مشک بار ہر جا محسوس کی جارہی ہے۔ اربابِ علم و دانش، صاحبانِ فکر و نظر اور طالبانِ تحقیق فرزندانِ اشرفیہ کی علمی تحقیقات کو قدر کی نگاہوں

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔

سے دیکھتے ہیں۔ فرزندانِ اشرفیہ کی علمی دھمک ہر جا محسوس کی جاتی ہے اور ان کی قدر دانی ہوتی ہے۔ جامعہ اشرفیہ اپنی روشن خدمات کی بنیاد پر عالمِ اسلام میں از ہر ہند کے مبارک نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ فرزندانِ اشرفیہ نے جو علمی دانش گاہیں، تحقیقی ادارے، تنظیمیں اور تحریکیں قائم کی ہیں، ان پر غائرانہ نظر ڈالنے والا فرزندانِ اشرفیہ کو داد و تحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کی روشن خدمات کی بنیاد پر اربابِ علم و دانش اور طالبانِ تحقیق جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آج جامعہ اشرفیہ لوگوں کے دلوں کی دھڑکن ہے، جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کی گراں قدر خدمات قابلِ تقلید، لائقِ عمل اور مشعلِ راہ ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس علمی کارواں کو آگے بڑھایا جائے اور فرزندانِ اشرفیہ کے نقوش و خطوط کو اختیار کیا جائے اور طالبانِ علم و فن کی علمی تشنگی بجھائی جائے۔ آج پھر امت کو لائق افراد کی حاجت ہے، اگر جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کے نقوش و خطوط و اختیار کیا جائے اور اس کی قائم کردہ زمین پر کام کیا جائے تو لائق افراد کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا جاسکتا ہے اور ملتِ بیضا کے کارواں کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے اور دینِ حق کی حقانیت کا پرچم عالمِ اسلام میں بلند کیا جاسکتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و علیہ انیب.****

جامعہ اشرفیہ کا تعاون

از: زیبا ارم عزیزی

جامعہ اشرفیہ مبارک پور بر صغیر کا عظیم ترین دینی اور علمی ادارہ ہے۔ یہاں ملک اور بیرون ملک سے طالبانِ علوم نبویہ کثیر تعداد میں علم و آگہی اور فکر و فن کے حصول کے لیے آتے ہیں۔ ہم یہ بہ خوبی جانتے ہیں کہ تمام امیدواروں کا داخلہ ممکن نہیں ہوتا مسئلہ صرف ایڈمشن کا نہیں ہے ان کے قیام وطعام کا انتظام اور قیام گاہوں کی قلت ہے۔ مثال کے طور پر شعبان 1444ھ مارچ 2023ء میں صرف اعدادیہ میں آٹھ سو انتیس کے قریب طلبہ ٹیسٹ میں بیٹھے، اب اگر ان سب کو لے لیا جائے تو ان کے قیام وطعام اور ہاسٹل اور درس گاہوں کا انتظام کہاں سے ہوگا، اس لیے ہوتا یہی ہے کہ ضرورت بھر طلبہ کو داخل کر لیا جاتا ہے۔

بفضلہ تعالیٰ فرزندانِ اشرفیہ اپنے ناموں کے ساتھ لفظ مصباحی لکھتے ہیں یہ عام طور پر دینی، علمی، فقہی اور ادبی میدانوں میں ممتاز اور فائز المرام ہیں۔ ماشاء اللہ سیاست اور صحافت کے میدانوں میں بھی اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں، رشد و ہدایت کے بلند مقامات پر بھی فائز ہیں، آج دنیا کے کروڑوں لوگ ان کی خانقاہی نسبتوں سے وابستہ ہیں۔ سلسلہ قادریہ،، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ سہروردیہ وغیرہ جس خانقاہ پر نظر ڈالیں عام طور پر فرزندانِ اشرفیہ نظر آئیں گے آپ ہند اور بیرون ہند کی درسگاہوں میں دیکھیں

عام طور پر منصبِ صدارت پر یہی نظر آئیں گے، بے شمار شیخ الحدیث ہیں جو مسند حدیث پر بیٹھ کر درس حدیث دیتے ہیں۔ علم و ادب کے دیگر گوشوں پر بھی ان کی باوزن اور علمی شناخت ہے، عربی ادب کے بڑے بڑے اکابر بھی مصباحی برادران ہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدانوں میں انہیں کی کج کلاہی ہے۔ جس شعبے پر نظر ڈالو انھی کی عظمت اور سربلندی مسلّم نظر آتی ہے۔ درس گاہی کتب کے حواشی اور شروحات پر بھی ان ہی کی دسترس ہے۔ مجلس برکات نے اعدادیہ سے دورۂ حدیث تک کی تمام کتب اہل سنت کے حواشی کے ساتھ شائع کریں اور مصنفین اور حاشیہ نگاروں کے احوال کے ساتھ طبع کرنا ایک تاریخی کارنامہ ہے جو ان ہی اہل قلم نے انجام دیا۔

اگر آپ سنجیدگی سے موجودہ حالات کا جائزہ لیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ علمی، تحقیقی کتابیں ان ہی کے فکر و قلم کی دین ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ بخاری، مسلم اور موطا وغیرہ کی شراحات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ شخصیات اور رضویات پر بھی انہیں کی عظیم خدمات ہیں۔ جہاں تک ہماری معلومات ہے رضویات پر انہیں حضرات کا علمی اور تحقیقی کام اہم ہے۔ صحافت کے میدان میں بھی انہوں نے کلیدی کارنامے انجام دیے۔ المیزان کا ضخیم امام احمد رضا نمبر بھی مصباحی قلم

کاروں کی دین ہے اور ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کا سیدین نمبر بھی انہیں کا یادگار کارنامہ ہے اور جو رسالہ ایک لمبے عرصے سے پابندی سے جاری ہے اس کا نام ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ہے جو جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا علمی اور دینی ترجمان ہے۔

بلا شبہ حضور حافظ ملت ایک عظیم بزرگ اور دور اندیش عالم ربانی اور منصوبہ ساز شیخ طریقت تھے۔

قناعت جس پہ کرتی ناز تقویٰ جس کا شیدائی
ہزاروں محفلوں پر بھاری جس کی ایک تنہائی

آج فرزندان اشرفیہ ملک کے بڑے شہروں میں بڑے مناصب پر فائز ہیں، اسی طرح عالمی سطح پر جو دین و دانش اور دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دے رہے ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ ان کے بھی بڑے اثرات ہیں۔ اب در اصل رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہے، اہل خیر نماز و روزے کے ساتھ زکات و صدقات بھی نکالتے ہیں، بلا شبہ بعض مصباحی برادران اس جہت سے بھی توجہ دیتے ہیں اور اپنے متعلقین سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا تعاون کراتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی ابھی اس کی ضرورتیں زیادہ ہیں ابھی تعمیری امور کی ایک لمبی فہرست ہے، آپ جانتے ہیں کہ اس مہنگائی کے دور میں چند اینٹیں لگوانا بھی مشکل ہوتا ہے، خیر یہ تو ایک ادارہ ہے، قوم کے نیک حضرات تعاون فرماتے ہیں تو کام بھی ہو ہی جاتے ہیں، مگر ابھی متعدّد بلڈنگیں نامکمل ہیں، نئی عمارتیں اشرفیہ کی زمین پر اترنے کے لیے آواز دے رہی ہیں۔ عزیز المساجد کا اکثر کام تو ہو چکا ہے مگر ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ مزید آپ غور کریں کہ طالبانِ علوم نبویہ کی تعداد، اگرچہ کثیر رہتی ہے اہل سنت کے مدارس میں تو خیر سب سے زائد ہے مگر دیگر اداروں کے مقابل ابھی کم اور بہت کم ہے۔ طلبہ کی تعداد بڑھے گی تو اسٹاف بھی بڑھانا ہوگا، ہاسٹل اور درسگاہوں میں بھی اضافہ کرنا ہوگا۔ ہم آپ سب مسلمانون سے اور خاص طور پر مصباحی برادران سے گزارش کرتے ہیں کہ الیکٹرانک ذرائع سے زیادہ سے زیادہ مدد کریں اور احباب ومتعلقین سے کرائیں۔

تعاون کے لیے چند تجویز پیش ہیں:

(1)- گیارہ ہزار ایک سو گیارہ روپئے ادا کر کے اعزازی ممبری قبول فرمائیں۔

(2)- تعمیرات میں حصہ لیں۔

(3)- عزیز المساجد کی تعمیر میں شرکت قبول کریں۔

(4)- لائبریری کے لیے کتب وقف کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

(ص:77 کا بقیہ)

اس کا شوق تھا وہ اپنے جسم کی نمائش کر کے پوری دنیا میں مشہور ہو جائے اور ایسا ہی ہو رہا تھا، یہ لڑکی روز بروز ترقی کے منزل کو طے کر رہی تھی لیکن وہ اپنی زندگی میں سکون نہیں حاصل کر پا رہی تھی، اس کا معیار زندگی جتنا اونچا ہو رہا تھا اس کا سکون اتنا ہی ختم ہوتا جا رہا تھا۔ آخر اس زندگی سے تنگ آکر خود کو مصروف رکھنے کے حقوق نسواں اور سماجی خدمات کا کام شروع کیا مگر اس کے باوجود اس کا مرض بڑھتا ہی چلا گیا، پھر اچانک اس کے سامنے 11/9 کا واقعہ رونما ہوا، اس نے دیکھا کہ ہر طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، یہودی، عیسائی اور ہندو سب اپنی ساری طاقتیں اسلام کو نقصان پہنچانے میں صرف کر رہے ہیں۔

پھر اس نے اسلامک ریسرچ سینٹر سے رابطہ کر کے قرآن مجید کا ترجمہ منگوایا اور اس کا مطالعہ کرنے لگی۔ بعد مطالعہ قرآن اور دین اسلام سے اتنا متاثر ہوئی کہ وہ اسلام قبول کر لی۔ جب اس نے اپنا تاثر پیش کیا تو اس نے مذہب اسلام کی خوب تعریف کی اور کہا:

"اسلام میں داخل ہونے کے بعد مجھے جو خوشی ملی میں اسے اپنی زبان سے بیان نہیں کر سکتی ہوں میں نے دیکھا کہ اسلام میں عورتوں کا جو مقام اور عزت ہے وہ دیگر ادیان میں نہیں ہے"۔

علاوہ ازیں عالم گیر غیر سیاسی تحریک "دعوت اسلامی" ہزاروں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کر چکی ہے۔ حالیہ دنوں میں ایک مبلغ کے ہاتھوں جنوبی افریقہ کے ایک گاؤں میں پینتیس لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگ ہیں جن کا ذکر کرنا اس مختصر سے مضمون میں گنجائش نہیں ہے۔

غیر مسلم مورخین جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر اور طاقت کے بل پر دنیا میں پھیلا ہے یہ سراسر جھوٹا اور انصاف سے خالی ہے، کیوں کہ اسلام کی مقبولیت کی وجہ قرآن کریم کا اعجاز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت و کردار کی اپنی قوت تھی۔ اسلام قرآن کی صداقت اور رسول اللہ کے کردار کی سچائی پر پھیلا ہے۔ ***

گوشۂ ادب

شیخ المسلمین علامہ

سید حسنین رضا قادری علیہ الرحمہ کا اسلوبِ نگارش

وزیر احمد مصباحی

زبان وادب کی دنیا میں اسلوب کی بڑی اہمیت ہے۔ تنقید نگار کسی ادیب کا "ادب پارہ" یا فن کار کے "فن پارہ" کو میزانِ تنقید پہ رکھ کر کھرے وکھوٹے سے متعلق فیصلہ سنانے میں جن امور کو سامنے رکھتا ہے، ان میں ایک اہم شئ "اسلوب" بھی ہے۔ کسی بھی نظم ونثر نگار کی حذاقت ومہارت سے ہم کما حقہٗ واقفیت اسی وقت حاصل کر سکتے ہیں جب ان کا اسلوبِ نگارش اپنے تمام خدوخال کے ساتھ ہماری نگاہ میں رہے اور ہم طرزِ تحریر کی خوبیوں وخامیوں کی تہ تک رسائی پانے میں کامیاب ہو جائیں۔ کیوں کہ جب ہم کسی فن پارہ کا مطالعہ کرنے کے بعد انصاف و دیانت داری کے ساتھ اس کا علمی تجزیہ کرتے ہیں تو اس درمیان محرر کی بھی ایک مکمل تصویر ہمارے ذہنی دریچے میں ثبت ہو جاتی ہے، ان کے افکار وخیالات ٹھیک طرح پہ مترشح ہوتے ہیں اور فن پارہ کو ایک درست معیار دینے میں ہم کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ لکھنے والا ایک گونہ اپنے ماحول سے بھی متاثر ہو کر لکھتا ہے، وہ سماجی، سیاسی، تہذیبی اور معاشی نظام وغیرہ سے آنکھیں نہیں چرا سکتا، سماج ومعاشرے کی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی اس کے اندر اس امر کے لیے تحریک پیدا کر دینے کے تئیں اپنی جگہ پہ بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں اور اس طرح مطالعہ کرتے وقت قاری کے سامنے عہدِ مصنف کی ایک واضح تصویر ابھرنے کے ساتھ ان کے افکار ونظریات بھی مثبت/منفی لباس پہن کر سامنے آجاتے ہیں۔ کیوں کہ ادبی اصطلاح میں کسی مصنف کے فہم وادراک کی خاص روش اور اس کے بیان کے افکار کو اس کی ترکیب کلمات، انتخاب الفاظ اور طرزِ تحریر پر غور کرتے ہوئے سمجھنے کے عمل کو ہی "سبک" یا "اسلوب" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ "اسلوب" ایک ایسا طرزِ اظہار ہے جو بالکل آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس میں انسانی شخصیت کی بہترین چھاپ نظر آتی ہے۔ کیوں کہ تحریر، محرر کے کردار وشخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اسلوب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہر لکھنے والا اپنے اسلوب میں اپنی پوری شخصیت کو پیش کر دیتا ہے، اگر وہ شخصیت کو پس پردہ رکھنا چاہے اور نفی شخصیت کے نظریے کا قائل ہو تب بھی اس کے اسلوب میں کسی نہ کسی زاویے سے اس کی پوری شخصیت کا عکس نظر آجاتا ہے۔ وہ شعوری طور پر چاہے بھی تو اس صورت حال سے دامن نہیں چھڑا سکتا۔

یہ اسلوب دو بنیادی چیزوں کا مرکب ہوتا ہے ایک تو خیال یا تجربہ جس میں لکھنے والے کی پوری شخصیت ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے اس تجربے کو ظاہر کرنے کے لیے الفاظ کا استعمال۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے اور اس بنیادی خیال سے سب ہی متفق ہیں کہ اسلوب درحقیقت شخصیت ہے جو الفاظ کا لباس پہن کر جلوہ نما ہوتی ہے"۔ [اسالیب نثر اردو، ص: 8، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان]

کسی بھی نوعیت کا اسلوب ہو وہ فکر اور صورت سے ہی مرکب ہوتا ہے، کمیت وکیفیت اس کے اجزا کے حیثیت رکھتے ہیں اور جب کوئی موضوع فکری ہو تو اس کی ترجمانی کسی نہ کسی خاص شکل یا قالب میں ضرور ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ایک ہی چیز (اسلوب) کے دو رخ (فکر وصورت) ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ لاکھ کوششوں کے باوجود اسلوب اور شخصیت کو جدا جدا نہیں کر سکتے ہیں، یہ لازم وملزوم ہیں، اسلوب کو صاحب اسلوب کی شخصیت سے الگ خانے میں ہرگز نہیں رکھا جا سکتا۔

پروفیسر نثار احمد فاروقی نے بھی نثر کے حوالے سے بڑی اچھی اور جامع بات کہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسلوب افکار وخیالات کے اظہار وابلاغ کا ایسا پیرایہ ہے جو دل نشیں بھی ہو اور منفرد بھی ہو، اسی کو انگریزی میں اسٹائل (Style) کہتے ہیں۔ اردو میں اس کے لیے "طرز" یا "اسلوب" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی اور جدید فارسی میں اسی کو "سبک" کہتے ہیں۔ ان الفاظ کی اصل

پر غور کرنے سے ہی یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اسلوب میں ترصیع یا صناعی کا مفہوم شامل رہا ہے۔ طرزِ نگارش یا اسلوبِ تحریر شخصیت کے اظہار کا ذریعہ اور آئینہ ہوتا ہے، جس میں مصنف یا شاعر کے فکر و خیال اور ذوق و وجدان کا عکس دکھائی پڑتا ہے۔ ڈاکٹر بوفان کا قول ہے ”اسلوب خود انسان ہے“۔

اردو دنیا میں اگرچہ بہت پہلے یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ اردو کے ناقدین و محققین اپنا زورِ قلم صرف اور صرف اردو شاعری پر ہی صرف کرتے ہیں، وہ نثری ادب اور اسلوبیات کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے ہیں__ لیکن دور حاضر میں اگر انصاف کے ساتھ اردو زبان و ادب کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اب حالات تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں اور نثری ادب کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرنے میں اردو خادمین بیدار ہوگئے ہیں، اردو اسالیب پہ بھی تیزی کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نثر کے اسالیب و ارتقا پر محمد یحییٰ تنہا اور حامد حسن قادری وغیرہ کی مفید کتابیں دستیاب ہیں۔

یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ اردو زبان و ادب کے فروغ و ارتقا میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، عبداللہ حسینی، شاہ میران جی، برہان الدین جانم اور امین الدین اعلیٰ جیسے صوفیاے کرام اور بزرگانِ دین کا بھی بڑا حصہ رہا ہے۔ جس دور میں شمالی ہند سے پہلے خطۂ دکن میں اردو بولی ٹھولی کی زبان کی حیثیت سے آگے بڑھ رہی تھی اس وقت انھی حضرات نے ہی مقامی بولیوں کے سانچے میں اردو صنفِ نثر و نظم کو بال و پر عطا کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔

اس ضمن میں یہاں ڈاکٹر امیر اللہ خاں شاہین [صدر شعبہ اردو: میرٹھ یونیورسٹی، میرٹھ] کا وہ اقتباس نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو انھوں نے پروفیسر مسعود حسین خان کی کتاب ”مقدمۂ تاریخ زبان اردو“ سے اخذ کیا ہے۔ مسعود حسین نے اردو نثر کی آٹھ سو سالہ تاریخ کو دکھانے کے لیے اپنی اس کتاب کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ ڈاکٹر امیر اللہ خاں شاہین لکھتے ہیں:

”پہلا دور قدیم دکنی نثر کے ان نمونوں کو پیش کرتا ہے جو ملا وجہی کی ”سب رس“ تک منتہی ہیں، دوسرا دور اورنگزیب عالمگیر کی وفات 1707ء سے 1824ء تک کے مطالعہ پر مشتمل ہے، اس میں شمالی ہند میں لکھی گئی شخصی اور سرکاری نثر کا جائزہ ہے جس کے ایک سرے پر فضلی کی ”کربل کتھا“ اور دوسرے سرے پر رجب علی بیگ سرور کا ”فسانہ عجائب“ ہے۔ تیسرا دور 1825ء سے 1875ء تک کل پچاس برسوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اخباری نثر واجد علی شاہ اور ان کی بیگمات کے خطوط، مطبعوں کی توسیع، اخباروں کی بڑھتی ہوئی اشاعت اور ان سب سے اردو اسالیب کی اثر پذیری کا حال ہے۔ چوتھا دور 1879ء سے 1914ء پر محیط ہے۔ اس عہد میں سرسید کی علی گڑھ تحریک مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں اردو کے کم و بیش چھ جان دار، بنیادی اور معیاری اسالیب سامنے آتے ہیں۔ اسی عہد میں سرسید، محمد حسین آزاد، چراغ علی، نذیر احمد، حالی اور شبلی انتقال کر جاتے ہیں۔ پانچواں دور 1914ء سے حال پر محیط ہے۔ اس میں ناول، سوانح نگاری، ڈرامہ، افسانہ، انشائیہ اور مضمون نگاری جیسے جدید اصناف ادب پر گفتگو کی گئی ہے“۔

[اردو اسالیب نثر، ص: 11، از: ڈاکٹر امیر اللہ خاں شاہین]

اردو اسالیب نثر کی ترقی میں فصیح الملک مرزا غالب دہلوی [1797ء-1869ء] کا نام تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ غالب ہی ہیں جنھوں نے بیانیہ اسلوب، توضیحی اسلوب، انانیتی اسلوب، تاثراتی و شگفتہ اسلوب، طنزیہ اور ظرافت آمیز اسلوب، خطیبانہ اسلوب، بنیادی اسلوب اور امتزاجی اسلوب کی بنا ڈالی، اس کی بہترین آبیاری کی اور باغِ اردو میں خوشنما پھول کھلائے۔ غالب کے بعد سرسید احمد خان [1817ء-1898ء] بھی ایک اہم کڑی کے طور پر نظر آتے ہیں، انھوں نے سپاٹ و سادہ اور بنیادی اسلوب کو فروغ بخشا۔ اردو نثر کے ارتقا میں محمد حسین آزاد [1833ء-1910ء] بھی اس لحاظ سے غالب، وجہی، رجب علی بیگ سرور اور سرسید سے کم نہیں ہیں کہ انھوں نے بھی ”اسلوب جلیل“ کی ابتدا کی۔ اس طرح اردو کی نثری تاریخ پر ایک تجزیاتی نگاہ ڈالنے سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اردو اسالیب نثر کو پروان چڑھانے میں وجہی، تحسین، میر امن دہلوی، رجب علی بیگ سرور، غالب، سرسید، محمد حسین آزاد، ابن صفی اور قرۃ العین حیدر کو سبقت و سیادت حاصل ہے۔

یہ حقیقت بالکل درست ہے کہ اردو دنیا میں مرصع نثر لکھنے کے ساتھ عاری اور سادہ و سپاٹ نثر لکھنے کا رواج شروع ہی سے رہا ہے۔ نثر مرصع کوئی عیب کی بات نہیں ہے، مگر سادہ و عاری نثر حلقۂ قارئین میں زیادہ مقبول ہیں۔ پر تکلف، مسجع و مقفّی اور رنگین اسالیب نگارش یقیناً لطف و چاشنی فراہم کرتے ہیں اور مطالعہ کے وقت دلچسپی بنی رہتی ہے۔ مگر کم پڑھے لکھے یا متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والوں کے لیے یہ نثر معانی و مطالب کی تفہیم میں مشکل پیدا کرتی ہیں، جب کہ سادہ نثر عام فہم پیرائے میں عرض مدعا کے لیے کافی مقبول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جن رابطہ عوام سے زیادہ ہوتا ہے وہ سادہ اسلوب نگارش کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔

اردو دنیا کے قابل ذکر ادبا و شعرا کی طرح علماے اہل سنت اور

مشائخ عظام کی بھی ایک ایسی لمبی فہرست ہے، جن کی تحریروں میں نثر مسجع، سادہ اور سلیس کی جھلک بخوبی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ماضی قریب میں فاضل بریلوی امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، علامہ ظفر الدین بہاری، رئیس التحریر علامہ ارشد القادری اور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی وغیرہم کے یہاں بھی سادہ، مسجع، مرصع اور علمی نثر کی بہترین ترجمانی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ایسے ہی دور حاضر کے سرخیل علمائے اہل سنت پر اس حوالے سے تجزیاتی نگاہ دوڑاتے ہیں تو ایک ایسی ہی مرنجاں مرنج ذات ابھر کر ہمارے سامنے آتی ہے، جنھوں نے اپنی خداداد علمی قابلیت کی بدولت تا حیات جہاں مختلف زاویوں سے خدمت دین کا پرچم بلند فرمایا وہیں اپنی شگفتہ اور دل نشین اسلوبِ تحریر سے اردو نثر کو بھی مالا مال کرنے میں اپنا بہترین حصہ ڈالا ہے۔ یقیناً حضور شیخ المسلمین، علامہ سید حسنین رضا قادری علیہ الرحمہ [15، اپریل 1951ء–4، مئی 2021ء] کی ذاتِ گرامی کو قدرت نے مختلف صلاحیتوں سے شاد کام فرمایا تھا۔ تبلیغ و خطابت کے ساتھ ساتھ آپ کا قلم بھی بڑا سیال اور زود رفتار واقع ہوا تھا۔ آپ نے خانقاہ رحمانیہ، کیری شریف، بانکا [بہار] کی تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ تصنیف و تالیف اور تحریر و قلم کے میدان میں بھی اپنے زر نگار قلم سے نصف درجن کتابیں منصہ شہود پر لا کر خلق خدا کی رہنمائی کا بڑا خوبصورت کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ تصوف کا میدان آپ کا خاص اور دلچسپ میدان تھا۔ جی ہاں! اس سچائی سے ہم قطعی انکار نہیں کر سکتے ہیں کہ آج ملک کی اکثر خانقاہوں میں جب کہ صوفی ازم کی تابندہ روایت دھندلی پڑ رہی ہے، اکثر ذمہ دارانِ خانقاہ یا تو دنیاداری میں اتر گئے ہیں یا پھر وہاں کے گدی نشین مادی زندگی کے حصار میں ایسے بندھ گئے ہیں کہ انھیں اس پاکیزہ عمل کے لیے ذرہ برابر بھی وقت نہیں مل پا رہا ہے، مگر شیخ المسلمین کی ذات گرامی تصوف کے پرچار و پرشار میں بھی کمال کا درجہ رکھتی ہے۔ اپنے اسلاف و بزرگوں کی روش پر ہی گامزن رہنے میں انھوں نے اپنے اور ساری انسانیت کے لیے فلاح و نجات کا ذریعہ سمجھا، یہی وجہ ہے کہ جہاں آپ کی پوری زندگی تصوف و ریاضت کے سنہرے رنگ سے نکھرتی رہی وہیں سماج و معاشرے کو بھی تمام تر برائیوں سے پاک و صاف کر کے ہمیشہ تصوف کے ڈگر پر چلانے کے لیے تگ و دو کرتے رہے، سفر و حضر میں بھی اپنے مریدین و متوسلین کے درمیان تصوف کے حوالے سے پند و نصائح فرماتے رہے اور یہی وہ علت جامعہ ہے جس نے آپ کو تصوف پر اہم کتابیں تصنیف کرنے کے لیے ابھارا۔

آپ کی تحریر بڑی جامع اور پر مغز ہوا کرتی تھی۔ قرطاس و قلم کی جس دولتِ لازوال سے آپ بہرہ ور ہوئے تھے، اس کا مثبت استعمال کر کے اردو نثر و ادب کے بکھرتے زلفوں کو سنوارنے میں بھی سعی محمود کی ہے۔ حسن اخلاق اور جامع کردار کے منصب جلیلہ پر ہی فائز ہونے کا یہ خوشگوار نتیجہ تھا کہ خلق خدا کی ایک کثیر تعداد آپ کا عقیدت کیش اور مداح تھی۔ راقم الحروف کا یہ آنکھوں دیکھا حال ہے کہ جب کبھی کسی علاقے میں تبلیغی امور کے غرض سے آپ کی آمد و رفت کی خبر پہنچتی تو وقت مقررہ پر سامعین کی ایک بھاری تعداد امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح کشاں کشاں چلی آتی تھی۔

ہاں! یہ حقیقت ہے کہ ترسیل کے نقطہ نظر سے نثر نگار تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جنھیں مخاطب یاد رہے یا نہ رہے، اپنی ذات ضرور یاد رہتی ہے۔ دوسرے وہ جنھیں اپنی ذات یاد رہے یا نہ رہے مگر مخاطب ضرور یاد رہتا ہے اور تیسرے وہ جنھیں نہ اپنی ذات کا پتہ ہوتا ہے اور نہ مخاطب کا۔ اس کسوٹی پر جب ہم شیخ المسلمین کی ذات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو کبھی نہیں بھولتے ہیں۔ معراج زندگی در بندگی، معراج الموحد علی الثنویۃ والتثلیثیۃ، معراج التصوف فی الاسلام، معراج روحانیت، معراج القلوب، معراج المؤمن فی اجتناب الغیبۃ اور حیاتِ مخدوم وغیرہ علمی گلدستوں سے آپ اپنی آنکھوں کا رشتہ بحال کریں تو معلوم ہوگا کہ شیخ المسلمین کی تمام تر تصنیفات میں یہ خوبی چاندنی کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور ان کی تحریر کی تاثیر و دل نشینی میں اضافہ کر رہی ہے۔

اردو نثر کی مختلف قسمیں رائج ہیں۔ مثلاً: نثر مرصع، نثر مرجز، نثر مسجع، نثر مقفی اور نثر عاری وغیرہ۔ اسی طرح معنی کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں، سلیس اور دقیق۔ حضور شیخ المسلمین کی نثر کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سلاست و روانی کے معیار پر کھری اترتی ہے۔ نثر عاری کی جھلکیاں بھی صاف نظر آتی ہیں۔ کیوں کہ ان کا تعلق عوام سے زیادہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ارشاد و تبلیغ کی کامیابی کے راز عام فہم زبان میں ہی پوشیدہ ہیں، نثر جس قدر سلجھی ہوئی اور پاکیزہ ہو وہ سامعین کے عقل و خرد پہ اتنی ہی جلدی اثر انداز بھی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ممدوح موصوف کی تصنیف لطیف ”معراج القلوب“ کو اختصاص و امتیاز حاصل ہے اور اس میں مختلف جہتوں سے معانی و مفاہیم کی ادائیگی میں علمی ہنر آزمائے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ”معراج القلوب“ کا یہ اقتباس دیکھیں:

”متکبرین کی فطرت میں ایک فطرت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کی توہین و تضحیک کرنا اپنا شعار بنا لیتے ہیں، رفتہ رفتہ یہ عادت ان پر غالب آجاتی ہے اور یہ شرعی اعتبار سے ممنوع اور گناہ کی راہ ہے۔ مذکورہ عادت

بد کا انجام یہ ہوتا ہے کہ متکبر کی جانب سے عوام الناس شفقت وہمدردی سے بری رہتے ہیں، دنیوی مصلحتوں کے پیش نظر اس کے روبرو خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرتے ہیں لیکن قلب اس کی طرف مائل نہیں ہوتی، قلبی طور پر اس سے نالاں رہتے ہیں۔ اس کا نقصان کسی ایسے وقت میں ظاہر ہوتا ہے کہ تغیر عالم کے تحت اگر اس پر کوئی آفت و مصیبت حملہ آور ہوتی ہے تو کوئی اس کا معاون و مددگار اور ہمدردی کا اظہار کرنے والا نظر نہیں آتا"۔[ص:61]

مذکورہ عبارت کے مطالعہ کے بعد ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا اور بھی آسان ہوجاتا ہے کہ شیخ المسلمین علیہ الرحمۃ نے نثر دقیق سے ہر گام دامن بچانے کا کام کیا ہے اور اپنے مخاطب کو پیش نظر رکھتے ہوئے سادہ نثر کے استعمال کو ترجیح دیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ممدوح موصوف سادگی و صفائی کے بڑے ہی دلدادہ تھے، یہی وجہ ہے کہ سادگی ان کی زندگی کا جلی عنوان بھی ہے اور ان کے اسلوب کا امتیازی نشان بھی۔

حضور شیخ المسلمین اپنے اسلوب کو مؤثر بنانے کے لیے جن حربوں کو استعمال میں لاتے ہیں ان میں شعوری طور پر تمثیل نگاری بھی سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ مثالوں کے ذریعے اپنے مدعا کو قاری کے ذہن و دل میں نقش کرادیا جائے۔ ان کے اسلوب کا یہی تو کمال ہے کہ تمثیل نگاری کی شعوری کوششوں کے باوجود نثر میں کہیں سے بھی مصنوعی پن پیدا نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ شیخ المسلمین لوح و قلم کو محض سیاہی میں ڈبوکر ہی نہیں لکھتے تھے بلکہ بھرپور خلوص اور قابل رشک جانفشانی کے جذبوں سے سرشار ہوکر اپنے افکار و نظریات کو صفحہ قرطاس پر اتارتے چلے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر "صفحاتِ توحید" کا یہ اقتباس دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ مصنف موصوف نے وحدۃ الشہود اور وحدۃ الوجود کی تفہیم میں کتنی عمدہ مثال کو اپنے ذہنی دریچوں سے صفحہ قرطاس پہ اتار لایا ہے:

"ذکر و اذکار، ریاضت و مجاہدات سے منازل معرفت حاصل کر لینے سے بندہ خدا نہیں ہوسکتا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ بندہ اپنے حقیقت سے محروم ہوجائے۔ نست و نابود اور نسیًا منسیاً ہونا ایک الگ امر ہے اور کسی شئ کا نادیدہ ہونا ایک الگ امر ہے۔ اس معمہ کو اس طرح فہم و فراست میں جاگزیں کیا جاسکتا ہے کہ آپ اس عالم کو اپنے تصور میں ایک آئینہ کی مانند تصور کریں اور یہ امر حقیقت ہے کہ آئینہ کے پیش نظر جو شئ بھی آئے گی آئینہ اس کی حقیقت کو من و عن واضح کردے گا۔ اس عالم کو تصورات و خیالات میں جو مثل آئینہ ہے، تصور کیا ہے۔ بعض اوقات اس آئینہ میں سالک کو خدا ہی نظر آتا ہے۔ وحدۃ الشہود کی منزل میں بعد رسائی سالک اس قدر دیدارِ محبوب میں مستغرق ہو جاتا ہے کہ یہ عالم جو اس کی نظر میں مثل آئینہ ہے اس کی نظر ہمت سے مفقود ہوجاتا ہے"۔[ص:54، ناشر: الرحمن اسلامک تحقیقاتی مشن، کیری شریف، بانکا]

شیخ المسلمین نے سادہ اسلوب کے ساتھ ساتھ علمی اسلوب تحریر بھی اختیار فرمایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ تبلیغی اسفار میں عوام الناس سے آپ کا رابطہ زیادہ رہا مگر خالص علمی نثر میں بھی دقیق سے دقیق تر مسائل کی تفہیم میں اپنے جوہر خوب بکھیرے ہیں۔ "معراج الموحد علی الثنویۃ و التثلیثیۃ" کے اسلوب میں آپ کی استعداد علمی اور زبان دانی کے گہرے اثرات موجود ہیں۔ جگہ جگہ فارسی الفاظ و تراکیب بھی بڑی خوبصورتی سے کھپائے گئے ہیں۔ اس ضخیم کتاب میں عالمانہ انداز و بیان کے پیرائے میں تصوف و وحدت کی بڑی قیمتی اور جامع باتیں تحریر کی گئیں ہیں۔ اسلوب سادہ اور سلیس ہے مگر اس میں محققانہ جلوہ سامانیوں کا ایک ہجوم سا بسا ہوا ہے، قلب و نظر کو جلا بخشنے کے لیے پوری کتاب میں جس طرح علمی بحثیں جال کی طرح پھیلی ہوئی ہیں وہ آپ کی وسعت علمی کے ثبوت میں روشن دلائل کا کام کرتی ہیں، استدلال کا انداز بھی بڑا انوکھا اور شگفتہ ہے، اہم دلائل کی جلو میں عرض مدعا کے طُرق بھی چاند کی طرح روشن ہیں۔ جن سے شائد ہی کوئی انکار کرسکیں۔ علم "ماکان و مایکون" کی میں پارہ نمبر:5، سورۃ النساء کی آیت کریمہ:

"لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا" کے تحت بطور تشریح بڑی فاضلانہ باتیں رقم کی گئی ہیں۔ لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں علم کے تعلق سے دو صیغہ کا استعمال ہوا ہے ایک "مالم تکن تعلم" میں "تعلم" ثلاثی مجرد سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دوسرا "علّمک" میں "علم" ثلاثی مزید فیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ثلاثی مزید فیہ کے اندروں عظیم خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم جو مختلف ذرائع سے کسی معلم کے اعانت اور تعاون سے بذات خود محنت و مشقت کرکے حاصل کیا ہو۔ لہذا قرآنی فرمان یہ ذہن دے رہا ہے کہ پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس فرش زمین پر کوئی معلم نہیں۔ آپ کا معلم حقیقی ذات باری تعالیٰ ہے، جس نے آپ کی شان اقدس میں "علمك مالم تكن تعلم" کا تاج زریں پیش کرکے آپ کو معلم کائنات کے شرف سے مشرف فرما دیا۔ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم عطائی کا ثبوت پایا جاتا ہے، کہ اللہ جل شانہ صفت علم "ما کان و ما یکون" سے متّصف فرما کر ابتدائے تخلیق کائنات

سے تاقیامت اور مابعد کے علم سے معمور فرماکر نوعِ انسانی کی جانب ارسال فرمادیا"۔[ص:265]

ملاحظہ کریں کہ اس تحریر میں وہ کیا چیز ہے جو ذہن کو سب سے زیادہ متاثر کر رہی ہے؟جس مسئلے کا ذکر ہے وہ خالص علمی نوعیت کا ہے، نثر بوجھل ہونے کی بجائے اس میں عالمانہ شیفتگی ہے اور لکھنے والے کی ذات الفاظ کے پیچھے چھپی ہوئی ہے، زبان علمی ہے، اندازِ پیشکش خوشنما ہے اور یہی وہ چیز ہے جو شیخ المسلمین کو ان کے ہم عصر نثر نگاروں میں مقامِ انفراد فراہم کرتی ہے۔ دراصل انشا پردازی کا کمال ہی یہی ہوتا ہے کہ اس میں مضامین وخیالات آبشار کی لہروں کی طرح بیان ہوتے چلے جاتے ہیں، ایک عجیب روانی سے کی کیفیت اپنا طلسم بکھیرتی ہے اور قاری اس کے رو میں بڑی سنجیدگی کے ساتھ بہتا چلا جاتا ہے۔ طبیعت نہ تو کہیں اوبتی ہے اور نہ ہی اضمحلال کا شکار ہوتی ہے، وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ مصنف/محرر اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کا اظہار اس چابک دستی سے کرتا ہے کہ قاری کے ذہن و دماغ پر پیش کردہ مواد بارگراں بن کر ہرگز نہیں گزرتا ہے بلکہ افہام وتفہیم کی راہیں آسان ہوتی چلی جاتی ہیں۔

ممدوح موصوف کی نثر میں یہ صفت بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ اپنے اندر بیانیہ حسن رکھتی ہے اور اس میں خطاب کی بھی آمیزش جلوہ گر ہوتی ہے۔ اصطلاح میں عام طور پر سادگی سے چھوٹے چھوٹے جملوں کا استعمال مراد لیا جاتا ہے، لیکن شیخ المسلمین کے یہاں جملے مختصر ہونے کی بجائے متوسط درجے کے ہیں، نہ زیادہ طویل اور نہ ہی انتہائی مختصر، غرض یہ کہ ان کی نثر میں اسلوب کے بنیادی صفات "سادگی، قطعیت اور اختصار" کی جامعیت ہوتی ہے، کم جملوں میں مضمون ادا کرنے کی کوشش ہر جگہ برقرار رہتی ہے۔ ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تحریر ابتدا تا انتہا تصوفانہ رنگ لیے رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ احساس مزید پختگی اختیار کرلیتا ہے کہ جیسے گفتگو میں دھیما پن کا عنصر شامل ہوگیا ہے اور باتیں اثر انگیز ہوتی جارہی ہیں۔ بیانیہ نثر کی مثالیں "صفحاتِ توحید" میں بکثرت موجود ہیں، ہر باب کے آخر میں جہاں آپ نے خلاصہ بحث کے طور پہ خود سے سوال قائم کرکے جواب دینے کی جو روش اختیار کی ہے، وہ دلوں کو خوب بھاتی ہیں۔ پیچیدہ سے پیچیدہ اور گنجلک و خشک مضامین کو سنجیدہ اسلوب میں میزانِ تفہیم پر اتارنے میں سو فیصد کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں اور یہ رنگ آخر کتاب تک برقرار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ المسلمین ایک صوفی بزرگ اور درویش صفت انسان تھے، انھوں نے جو کچھ بھی لکھا وہ عوام اور قوم کی صلاح وفلاح کے لیے لکھا۔ وہ تصوف کے اس مہتم بالشان روایت کے امین تھے جو برصغیر کی صدیوں پرانی تاریخ کا ایک اٹوٹ حصہ ہے۔ بلاشبہ روحانیت کی یہ روایت انتہائی قدیم ہے، اسی کی وجہ سے نورِ ہدایت کی دولت کمال پاکر لاتعداد بندگانِ خدا نے اپنے خوابیدہ مقدر جگائے اور ان کے لیے صراطِ مستقیم کی تلاش آسان تر ہوگئی، شیخ المسلمین زندگی بھر ہی اس قول وعمل کا رسیہ بنے رہے کہ کسی طرح عوام الناس تک وسیع پیمانے پر صلاح وفلاح کا یہ آفاقی پیغام پہنچے، یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر میں کہیں سے پیچیدگی و ژولیدگی کا ذرہ برابر بھی شائبہ تک نہیں ملتا، اگرچہ خیال کتنا ہی مجرد اور موضوع کتنا ہی فلسفیانہ کیوں نہ ہو، وہ دقیق اور توجہ طلب علمی موضوع کو بھی اپنی نثر میں اس طرح کھپا گئے ہیں کہ جیسے سامنے کی باتیں کر رہے ہوں۔ ان کا اصل میدان، ان کی دلچسپی ولگن کا اصل موضوع اور ان کی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال راہ راست سے بھٹکے ہوئے عوام کو تصوف کے اہم اسرار ورموز سے روشناس کرانے ہی میں صرف ہوا ہے۔ یقیناً شیخ المسلمین کو یہ ورثہ اس روایت سے ملا تھا جسے والد گرامی، خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ سید شاہ عبد الرحمن قادری البیتھوی علیہ الرحمۃ [1294ھ_1392ھ] نے چودھویں صدی کے عظیم مجدد، الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے حاصل کیا تھا۔

جی ہاں! نثر کو اثر انگیز بنانے کے لیے آپ نے کہیں بھی رنگین تشبیہ واستعارے کا سہارا نہیں لیا بلکہ زبان میں صفائی اور موزونیت کا ہر لمحہ خیال رکھا، اسی وجہ سے تحریر میں سادگی و پختگی کا ایک رچاؤ سا پیدا ہوتا گیا اور ان کے اسلوب نگارش کی سلاست وروانی نے بڑی آسانی کے ساتھ اہم علمی وتحقیقی مباحث کا احاطہ کرلیا۔ یقیناً، سالوں قبل سر سید احمد خان اور ان کے رفقا نے علی گڑھ تحریک کے تحت رسالہ "تہذیب الاخلاق" کے سہارے سادہ و مدلل اسلوب نگاری کی جو عظیم مہم چھیڑی تھی، آج شیخ المسلمین کی سادہ اور علمی نثر پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا یہ اسلوب نگارش بھی اس تحریک کے ارتقائی سفر کی ایک ایسی اہم کڑی ہے، جس سے چشم پوشی کی راہ نہیں اپنائی جاسکتی ہے۔ آپ کی تمام تر تصانیف میں یہی طرزِ تحریر نمایاں ہے، عوام کی فہم وادراک کا ہر لمحہ خیال رکھا گیا ہے، مرصع ومقفی نثر سے دامن بچاتے ہوئے عاری اور سادہ نثر کے سانچے میں سلاست و روانی کے شاداب گلشن آباد کیے گئے ہیں۔ بلاشبہ اس جہت سے اردو اسالیب نثر کے فروغ میں شیخ المسلمین کی تحریری لیاقت اور منہ بولتی علمی صلاحیت سے آج اردو دنیا قطعاً آنکھیں نہیں موڑ سکتی ہے۔**

تجزیہ

فضائل ذکر

اپنے موضوع پر ایک منفرد علمی کاوش

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

کلمۂ طیبہ "لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ" ہمارے ایمان کی بنیاد اور اساس ہے اور یہی کلمۂ طیبہ جنت کی چابی ہے۔ ایک سچا اور پکا مسلمان اس کلمۂ طیبہ کو ہمہ وقت حرز جاں بنائے رکھتا ہے اور یہ تمنا اور آرزو بھی رکھتا ہے کہ جب اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرے تو اس کی زباں پر یہی کلمۂ طیبہ جاری وساری رہے۔

کلمۂ طیبہ کے دو حصے ہیں پہلے میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور دوسرے میں پیغمبرِ آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بیان ہے۔ کلمۂ طیبہ کو پڑھنا ذکر کہلاتا ہے۔ عام طور پر ذکر کرنے کی چار اقسام ہیں۔ پہلی قسم ذکر باللسان، دوسری ذکر بالفعل، تیسری ذکر بالقب اور چوتھی ذکر بالجہر ہے۔ ذکر کی یہ تمام اقسام قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے ارشادات سے ظاہر وباہر ہیں۔ صدیوں سے کلمۂ طیبہ کا ذکر بالجہر امت مسلمہ میں جاری وساری ہے۔ آج دنیا کے ہر اس خطے میں کلمۂ طیبہ کا ذکر بالجہر سنا جاسکتا ہے جہاں راسخ العقیدہ مسلمان بستے ہیں۔

کلمۂ طیبہ کی اہمیت وافادیت، معنی ومفہوم اور ذکر بالجہر کے اثبات، برکات، ثمرات اور فضائل وکمالات کے حوالے سے اکابرین اسلام نے باضابطہ کتابیں لکھ کر ہمارے لئے تزکیۂ نفس کا سامان چھوڑا ہے اور منکرین ذکر بالجہر کے دل ودماغ کو بھی جھنجھوڑا ہے۔

اہل سنت کے مفتیانِ کرام کے فتاویٰ میں ذکر بالجہر کے بارے میں کئی سوالات کے مفصل اور مختصر جوابات موجود ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ بقول شیخ محمد اکرام: "انہوں نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔"

موضوع کی مناسبت سے ایسی چند کتابوں کا ذکر ملاحظہ فرمائیں جن میں ذکر بالجہر کے حوالے سے نہایت ہی کارآمد اور مفید بحث وتمحیص شامل ہے۔

(1) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "نتیجہ الفکر فی الجھر بالذکر" لکھی جس کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت علامہ فضلِ حنان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کے حصے میں آئی ہے۔

(2) علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر" لکھی جسے علامہ پروفیسر سید ذاکر حسین شاہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اردو کے قالب میں ڈھالا۔

(3) علامہ شیخ تاج الدین احمد بن عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ نے "مفتاح الفلاح" لکھی جس میں ذکر کے فضائل محفوظ فرمائے۔

(4) شیخ عبداللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے "شھادۃ لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ" رقم فرمائی جس میں کلمۂ طیبہ کے فضائل وشواہد اور مطالب ومعانی پر منفرد بحث فرمائی ہے۔

(5) خواجہ محبوب عالم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تنویر الابصار بجنود الابرار ہے جسے کرنل (ر) پیر الطاف محمود ہاشمی دامت برکاتہم العالیہ نے ترجمہ، تجدید، ترمیم وتخریج کرکے "الطاف و اذکار" کے نام سے نئی آب وتاب سے شائع کی ہے۔

(6) عزیزِ ملت مولانا محمد عبدالعزیز کلیمی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفۂ کلیمی" نامی کتاب لکھی جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ذکر بالجہر کی اہمیت وافادیت کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ نیز اس میں ذکر کے آداب اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں ذکر کرنے کے طریقے سے بھی آگاہ کیا گیا ہے۔

علامہ مفتی محمد ممتاز حسین جیبی دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا مفتی محمد عبدالخالق اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کی تقاریظ سے اس کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

(7) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خان جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "ذکراللہ" کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع کتاب لکھی ہے۔

(8) شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد غلام فرید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے "فضیلت الذاکرین فی جواب المنکرین" لکھی جس میں منکرین ذکر بالجہر کے اعتراضات کا نہایت مسکت جواب دیا گیا ہے۔

(9) شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت مختصر مگر مفید تر کتاب "خدا کو یاد کر پیارے" ہے۔ جو اپنے موضوع پر ایک لاجواب تحریر ہے جس میں "ذکراللہ" کی نہایت ہی احسن انداز میں تلقین کی گئی ہے۔

(10) اسی نام "خدا کو یاد کر پیارے" سے مولانا تطہیر احمد رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی بھی ایک مختصر تحریر سامنے آئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے کے چند طریقے دیئے گئے ہیں۔

(11) مولانا مظفر احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک منفرد اور مختصر تحریر "کلمۂ طیبہ کی تشریح" ہے۔ جس میں کلمۂ توحید، توحید دو صورتیں، شرک، ایمان، عبادت، تعظیم، افعال تعظیم، نماز، رسالت اور فضائل کلمۂ طیبہ جیسے عنوانات شامل ہیں۔

(12) مولانا محمد شہزاد قادری ترابی زید مجدہ کی کتاب "تشریح کلمۂ طیبہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب فیض ملت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد اکبر الحق شاہ قادری زید مجدہ اور خطیب العصر علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی زید مجدہ کی تقاریظ سے مزین ہے جن سے کتاب کی اہمیت محتاج تعارف نہیں رہتی۔

(13) شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "ذکر بالجہر" مشہور و معروف ہے۔ یہ بلند آواز سے ذکر کرنے کی ایک بے نظیر تحقیق ہے۔

(14) جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مختصر مگر پر اثر تحریر "کلمۂ طیبہ۔۔ انجام غفلت" ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

(15) ابوالوفا علامہ مفتی سیف الرحمن برکاتی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "کلمۂ طیبہ کے فضائل" کا عنوان لیے ہوئے چھپ کر سامنے آئی ہے جس میں آپ نے نہایت فقیہانہ انداز میں کلمۂ طیبہ کے فضائل رقم فرمائے ہیں۔

(16) علامہ مولانا محمد محبت علی قادری دامت برکاتہم العالیہ کی نہایت مفصل اور جامع کتاب "ترغیب الاذکار المعروف بہ فضائل ذکر" کے نام سے اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے اور پھر ہر باب کی کئی فصلیں ہیں۔ آپ اپنے آپ کو عبد مصطفیٰ اور غلام رضا لکھتے ہیں۔

(17) علامہ مولانا محمد محبت علی قادری دامت برکاتہم العالیہ کی دوسری کتاب "جماعت کے بعد ذکر بالجہر شرعاً مستحب ہے" بھی ہے جو اپنے موضوع پر ایک معلومات افزاء تحریر ہے۔

(18) مبلغ یورپ علامہ قاضی محمد عبداللطیف قادری دامت برکاتہم العالیہ کی ضخیم کتاب "اربعین فی الدنیا والدین" ہے جو "برکات ذکر" کے عنوان سے معروف ہے۔ یہ کتاب بھی قرآن و حدیث اور اکابرین اسلام کے ارشادات سے مزین ہے۔

ذکر بالجہر کے فضائل، کمالات اور اثبات کے حوالے سے جہاد بالقلم کے محاذ پر کتابی سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اسی سلسلۃ الذہب کے تحت ہمارے مہربان اور قدردان علامہ مولانا مفتی محمد اعظم قادری رضوی زید مجدہ آگے بڑھے ہیں اور آپ بھی "فضائل ذکر" کے عنوان سے ایک نہایت ہی عمدہ اور اعلیٰ علمی و قلمی سوغات لے کر سامنے آئے ہیں۔ آپ نے یہ کتاب 9 رمضان المبارک 1409ھ/ 16 اپریل 1989ء بروز اتوار کو مکمل کر لی تھی لیکن آپ دیگر دینی مصروفیات کی وجہ سے اسے بروقت شائع نہ کر سکے۔ اس دوران آپ کی کئی دیگر اہم کتابیں چھپ کر اہل علم و قلم سے داد و تحسین وصول کر چکی ہیں۔ آپ درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ اور ناموس رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کئی بار پابند سلاسل بھی رہ چکے ہیں لیکن آپ نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ آپ نہایت استقامت اور متانت سے اپنے علمی و قلمی اہداف کی جانب بھی آگے بڑھتے رہے۔ آپ نے پیش نظر کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور اس میں کئی مفید اضافات بھی فرمائے۔ گویا آپ نے

یہ کتاب از سرِ نو ترتیب دی ہے۔ یوں آپ کی ذکر کے فضائل پر یہ گراں قدر کتاب چار ابواب میں ترتیب پاکر سامنے آئی ہے۔

پہلا باب "فضائل ذکر آیات قرآنی کی روشنی میں" ہے جس میں پچیس قرآنی آیات سے ذکر کے فضائل، برکات، اثبات اور ثمرات دیئے گئے ہیں۔

دوسرا باب "ذکر بالجہر احادیث نبویہ کی روشنی میں" ہے جس میں پندرہ احادیث مقدسہ سے ذکر بالجہر کے دلائل دیئے گئے ہیں۔

تیسرا باب "فضائل ذکر احادیث نبویہ کی روشنی میں" ہے جس میں ذکر کے فضائل میں بیس احادیث مقدسہ قارئین کے سامنے رکھی گئی ہیں۔

چوتھا باب "فضائل کلمۂ طیبہ احادیث نبویہ کی روشنی میں" ہے۔ جس میں کلمۂ طیبہ کے فضائل وکمالات کے حوالے سے چالیس احادیث مقدسہ سلک مروارید کی طرح صفحۂ قرطاس پر منتقل کردی گئی ہیں۔

فاضل مصنف اور محقق کا انداز تحریر نہایت شستہ، محققانہ اور عالمانہ ہے۔ ہر باب کی سطر سطر سے آپ کی تحقیق انیق کے سوتے پھوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث پر نہ صرف آپ کی گہری نظر ہے بلکہ یہ کتاب مستطاب آپ کے وسعت مطالعہ پر شاہد وناطق ہے۔

ابواب کے آخر میں آپ نے "ماخذ ومراجع" کی فہرست بھی دے دی ہے جس سے کتاب کا تحقیقی اور علمی پہلو بھی ظاہر وباہر ہوجاتا ہے۔ اس کتاب پر مشاہیر علماء اہل سنت نے اپنی تقاریظ لکھ کر کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔

آج ہم ایک نہایت ہی پر فتن دور سے گزر رہے ہیں۔ معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہے۔ اخلاقی قدریں ختم ہوتی جارہی ہیں۔

آہ افسوس! آج مسلمان کلمۂ طیبہ کے ذکر پر بھی جنگ وجدل پر اتر آتا ہے۔ ہماری تحصیل حسن ابدال کے مغرب میں تھوڑے سے فاصلے پر جی ٹی روڈ کے قریب قریب ایک چھوٹا سا گاؤں "جلو" ہے، شروع میں اس گاؤں میں صرف ایک ہی مسجد تھی جہاں سب مسلمان امن وسکون سے نمازیں پڑھتے چلے آرہے تھے۔ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ایک بار رمضان المبارک کے آغاز میں نماز کے بعد جوں ہی نمازیوں نے کلمۂ طیبہ کا ذکر بلند کیا تو چند لوگوں نے اس پر احتجاج کیا کہ اب اس مسجد میں نمازوں کے بعد ہم کلمۂ طیبہ کا ذکر نہیں ہونے دیں گے۔ نوبت جنگ و جدل تک جا پہنچی اور مسجد ہی میں گھمسان کی جنگ ہوئی، ساری مسجد خون سے لت پت ہوگئی یہاں تک کہ زخمیوں کا خون مسجد سے باہر نالیوں میں بہنے لگا۔ بالآخر معاملہ تھانے میں پہنچ گیا۔ اور مسجد کو سیل کردیا گیا۔ رمضان المبارک کے پورے مہینے میں مسجد بند رہی، اذان تک نہ ہو سکی۔ مسجد کی بندش کا وبال ان شریر لوگوں کے سر رہا جنہوں نے کلمۂ طیبہ کا ذکر کرنے پر اپنے مسلمان بھائیوں کا ناحق خون بہایا۔ یہ تو صرف ایک مثال پیش کی گئی ہے ورنہ ہمارے معاشرے میں ایسی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، کہیں مساجد میں نمازوں کے بعد کلمۂ طیبہ کے ذکر کرنے پر جھگڑے دیکھنے میں آئے ہیں اور کہیں نمازِ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے کلمۂ طیبہ کے ذکر کرنے پر بعض لوگوں کے ماتھے پر بل آجاتے ہیں۔ حالانکہ کلمۂ طیبہ کے ذکر سے تو ہمارے ایمان کو تازگی اور حلاوت ملنی چاہئے۔

کلمۂ طیبہ تو ہماری رگ وپے میں گردش کررہا ہے اگر اسی کی بلندی پر کوئی کبیدہ خاطر ہوتا ہے تو وہ اپنے ایمان کی فکر کرے۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں میرے ممدوح علامہ مولانا مفتی محمد اعظم قادری صاحب زید مجدہ کی یہ گراں قدر کتاب ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا ہے۔ مسلمانو! خود بھی کلمۂ طیبہ کا ذکر کرتے رہو اور اپنی اولادوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے رہو تاکہ مرتے وقت بھی ہماری زبانوں پر یہی کلمۂ طیبہ جاری رہے۔

مبلغ یورپ علامہ قاضی محمد عبداللطیف قادری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی کتاب "اربعین فی منافع الدنیا والدین" المعروف بہ "برکات ذکر" مطبوعہ ادارہ فیضان رسالت (پیر مہر علی شاہ ٹاؤن غوث اعظم روڈ) راول پنڈی (2012ء) کے آغاز میں ذکر کے چالیس آداب رقم فرمائے ہیں جنہیں افادۂ عام کے لیے یہاں پیش کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں:

(1) باوضو ہو کر ذکر کرے۔
(2) اول آخر درود شریف پڑھ لینا چاہیے کم از کم تین مرتبہ۔
(3) قبلہ رو بیٹھ کر ذکر کرے تو زیادہ بہتر ہے۔
(4) دو زانو التحیات کی شکل میں بیٹھے۔
(5) دل میں عجز وانکساری ہو۔
(6) خشوع وخضوع کے ساتھ ذکر ہو تو اور اچھا ہے۔
(7) سکینت اور وقار کے ساتھ اور پورے اطمینان سے ذکر کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت نازل ہو۔
(8) ٹھہر ٹھہر کر صحیح تلفظ کے ساتھ ذکر کرے۔

(9) سر جھکا کر باادب ہو۔

(10) عطر یا دوسری کوئی پاک خوشبو مل جائے تو کپڑوں وغیرہ پر لگالے۔

(11) ذکر تنہائی میں ہو تو زیادہ اچھا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر الگ ہو کر کرے۔

(12) ذکر پاک جگہ میں بیٹھ کر کرے۔ گندی جگہ یا بدبودار والی جگہ بیٹھنے سے پرہیز کرے۔

(13) ذکر سے پہلے مسواک کرے اور منہ کو اچھی طرح صاف کرے تاکہ کھانے کے ٹکڑے وغیرہ جو دانتوں میں ہوں، ان کو نکال دے اور بو بھی منہ سے نکل جائے۔

(15) ذکر شریف دل کی حاضری کے ساتھ کرے۔

(16) جو جو الفاظ منہ سے نکال رہا ہو ان پر پورا پورا دھیان دے۔

(17) اجتماعی ذکر ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ حدیث شریف میں اس کو ریاض الجنۃ کہا گیا ہے یعنی جنت کا باغ اسے ذکر کا حلقہ کہتے ہیں۔

(18) اچھی آواز سے ذکر کیا جائے تاکہ دل پر اثر اچھا رہے۔

(19) جن الفاظ یا کلمات کے مطلب نہ جانتا ہو، کسی عالم سے پوچھ لے۔

(20) کسی کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو تو ذکر جہر کرے ورنہ آہستہ ہی کرے۔

(21) جس سلسلہ کا مرید ہو ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ذکر کرے۔

(22) کسی نیک آدمی سے ذکر کا طریقہ سیکھ کر ذکر کرے۔

(23) ذکر کے وقت نگاہ نیچے رکھے اگر خیالات منتشر ہوں تو آنکھیں بند کرے۔

(24) اسمائے ذاتی وصفاتی دونوں سے ذکر کرنا جائز ہے۔

(25) ذکر اس وقت کرے جب تک طبیعت میں بھی ذوق و شوق ہو، جب بوریت محسوس کرے تو اس وقت ذکر نہ کرے۔

(26) ذکر کرنے کی جو تعداد روزانہ مقرر کر رکھی ہے اس سے کم نہ ہو بلکہ زیادہ ہی ہو۔

(27) ذکر کا جو وقت مقرر کیا ہوا ہے یا جس وقت کی پیر/استاذ نے تعلیم دی اسی وقت پر کرے۔

(28) اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کے ساتھ ذکر کرے تو ساتھ یا کو ملالے جیسے یارحمن، یارحیم یا کریم، تاکہ ذکر بھی ہو جائے اور دعا بھی ہو جائے۔

(29) بعد نماز فجر و بعد نماز عصر ذکر کے خاص اوقات ہیں، ان اوقات میں ذکر کرنے سے مشکلات دور ہوتی ہیں۔

(30) ذکر وہی اچھا ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔

(31) ذکر اور دعا وہی قبول ہے جو عربی میں ہو اور کسی سند سے ثابت ہو۔

(32) محفلِ ذکر میں بچوں اور عورتوں کو شامل نہ کیا جائے۔

(33) کلمۂ طیبہ کو گانے کی طرز میں نہ پڑھا جائے۔

(34) ذکر کے وقت خیالات ادھر ادھر منتشر نہ ہونے دیں۔

(35) نیند کے غلبہ کے وقت ذکر نہ کیا جائے تاکہ کوئی کلمہ غلط زبان پر نہ جاری ہو جائے۔

(36) زبان ہر قسم کی بے ہودہ گفتگو سے پاک رکھی جائے تو پھر ذکر میں اثر زیادہ ہوتا ہے۔

(37) ذکر کے وقت دنیوی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔

(38) ڈھول باجے کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے جیسے جاہل صوفیوں نے نیا طریقہ نکالا ہے۔

(39) کوئی ایسی چیز تصویر وغیرہ سامنے نہ ہو جو توجہ ہٹائے۔

(40) ذکر کی تعداد زیادہ کرنے کی غرض سے ذکر میں تیزی بھی نہ کرے۔

ذاکرین جب بھی ذکر کریں تو ان مندرجہ بالا آداب کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔

فاضل مصنف علامہ مفتی محمد اعظم قادری رضوی زید مجدہ (خلیفۂ مجاز تاج الشریعہ بریلی شریف۔ انڈیا) کی اس علمی کاوش پر انہیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

یقیناً آپ کی یہ کتاب ذاکرین اور عابدین کے لئے ایک تحفۂ بے بہا ہے اور ذکر کے منکرین کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

□◎◎◎◎◎□

نقد و نظر

سہ ماہی مجلہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اپنے احساسات و تاثرات

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

اس وقت سہ ماہی مجلہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انٹرنیشنل ہمارے روبرو ہے۔ اس 249 صفحات کے ضخیم خصوصی شمارے پر اظہار خیال تو اب تک آجانا چاہیے تھا۔ مگر اس میں اپنی کاہلی کا ہی دخل زیادہ رہا اگرچہ مصروفیت بھی دامن گیر رہی، سچ فرمایا ہے بریلی شریف کے تاجدار نے۔

اے رضاؔ! ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف کا سہ ماہی مجلہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیشِ نظر ہے۔ یہ شمارہ جمادی الثانی تا ذیقعدہ 1443ھ /جنوری تا جون 2022 ہے۔ موضوع "ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت" ہے۔ منکرین ختم نبوت عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آج تک بہت سی مسلم آبادیوں میں پیدا ہوتے رہے اور انھیں میں کچھ مرتے کٹتے رہے۔ تاریخ اسلام پر نگاہ ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آج تک سیکڑوں کو تہِ تیغ کیا گیا، ہر دور میں ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محافظ پیدا ہرتے رہے اور تحفظ ختم نبوت کے لیے تن من دھن کی قربانیاں دیتے رہے۔ اس میدان کے اولین مجاہد شہید حضرت سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کو نبی آخر الزماں ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داعی نبوت مسیلمہ کذاب کے نام اپنا مکتوب گرامی دے کر بطور سفیر روانہ کیا تھا۔ آپ نے خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب جا کر پیش کیا مگر اس ظالم نے ہدایت قبول کرنے کے بجائے اپنے نام کا کلمہ پڑھنے پر زور دیا، مگر آپ فرماتے رہے، انا اصم لا اسمع۔ یعنی میں بہرا ہوں سننے سے قاصر ہوں۔ اس نے جلاد کو بلا کر صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک بازو کاٹ دیا اور دریافت کیا کہ اب آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ مگر آپ عاشق رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارفتگیِ شوق اور دیوانگی کے عالم انہیں الفاظ کو دہراتے رہے اور مسیلمہ کذاب کے رسول ہونے پر اقرار کے بجائے انا اصم لا اسمع کہتے رہے، یعنی میں بہرا ہوں تیری بکواس نہیں سنتا، یہاں تک کہ جب یکے بعد دیگرے بدن کے اعضا کٹ گئے، آپ نڈھال ہو گئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس طرح آپ محافظین ختم کے نبوت کے اولین شہید ہوئے، اس حادثہ فاجعہ کی خبر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو سخت آزردہ ہوئے۔ آپ رب العالمین کی جانب سے رحمۃ للعالمین بن کر مبعوث ہوئے، آپ کے سب سے محبوب صحابی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب لعنت اللہ علیہ کو جہنم رسید کر دیا گیا۔ مقام حیرت یہ ہے کہ سدنا حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ بھی میدان جنگ میں شریک تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل تمام محافظین ختم نبوت کو جنت الفردوسی بنائے۔ آمین

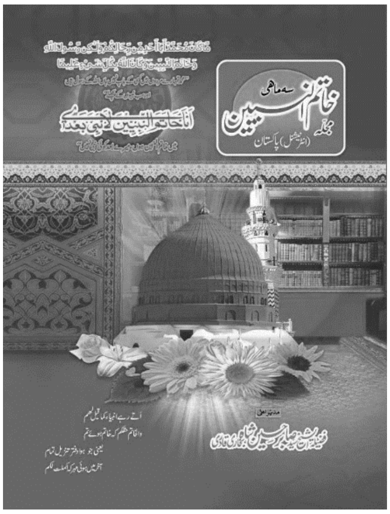

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

1966ء میں برہان شریف ضلع اٹک، پنجاب پاکستان کے ایک نوری خاندان میں سماحۃ الشیخ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں، حلم و تدبر، عجز و انکساری اور صبر و توکل آپ کے موروثی خصائل ہیں۔ علم و عمل اور زہد و تقویٰ کا شوق فراواں آپ کے رگ و ریشے میں ہے۔ عاشق رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ اور حق کہا ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

تمام اوصاف وکمالات اپنی جگہ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکر وقلم کی بے پناہ خوبیوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ یکے بعد دیگرے مسلسل تحریریں آتی رہتی ہیں۔ اب تک دینی، علمی اور صوفیانہ سوزِ جنوں سے لبریز ہزاروں تحریریں آپ کے نوک قلم سے منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ مختلف موضوعات پر درجنوں کتابیں طباعت کے مراحل سے گزر چکی ہیں۔ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کا عنوان آپ کے فکر وقلم پر چھایا رہتا ہے۔ آپ خود راقم کے نام اپنے مکتوب میں صدائے دل سناتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحقیقہ" کا "تحفظ ختم نبوت نمبر"

بملاحظہ گرامی حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"الحقیقہ" کا "تحفظ ختم نبوت نمبر" الحمدللہ علی احسانہ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز ہیچ مدان سے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے ماہ نامہ "الحقیقہ" کے "تحفظ ختم نبوت نمبر" جیسا اہم کام لیا ہے۔ مجھے اگر کسی علمی وتحقیقی کام پر ناز ہے اور میرے لیے کوئی اعزاز ہے تو بس وہ یہ "تحفظ ختم نبوت نمبر" ہے۔ ان شاء اللہ، کل قیامت میں بھی اپنے آقا و مولا خاتم الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے نظر التفات کی اگر کوئی امید ہے تو بس یہی "تحفظ ختم نبوت نمبر" ہے۔ امید واثق ہے کہ میرے سرکار ابد قرار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اس آسی کی ضرور لاج رکھیں گے، ان شاء اللہ۔ الحمدللہ، فقیر نے مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل حسن ابدال کے ایک دور افتادہ علاقے برھان شریف میں بیٹھ کر یہ عظیم وضخیم نمبر ترتیب دیا ہے جہاں کتابوں کا ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔"

ماشاءاللہ تعالیٰ آپ نے ختم نبوت کے تحفظ کے لیے خود بھی بہت لکھا ہے، اپنے اکابر واصاغر سے بھی مخلصانہ زور دے کر لکھواتے رہتے ہیں۔ آپ نے ماہنامہ الحقیقہ کے دو ضخیم اور گراں قدر "تحفظ ختم نبوت نمبر" شائع فرمائے، جنھیں علمی اور قلمی دنیا میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا اور آپ کی ادارت میں تیسری جلد زیر ترتیب ہے۔ آپ نے ماہنامہ مجلہ الخاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [انٹرنیشنل] کی سرپرستی قبول فرمائی، پاکستان کی سرزمین پر تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامور قائد امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی مقبولیت از ہر من الشمس ہے۔ آپ کی شخصیت وفکر پر ایک ہزار صفحات پر "امیر المجاہدین نمبر" شائع فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف سے "سہ ماہی خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [انٹرنیشنل] جاری فرمایا۔ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم 249 صفحات کا ضخیم نمبر ہمارے مطالعے میں ہے۔

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں

یہ وقیع نمبر چند ابواب پر مشتمل ہے، پیغامات - مقالات [قرآنیات]-احادیث-اولیات-تحقیقات-
تعاقبات - رضویات - تفکرات - تعارفات - منظومات - گزارشات۔

حضرت مدیر اعلیٰ کے فکر وقلم کا ایک کمال یہ ہے کہ آپ صرف اپنی تحریروں کے اجاگر کرنے میں بے تاب نہیں رہتے بلکہ آپ دیگر محافظین ناموس رسالت کی خدمات کا اعتراف اور اظہار بھی خوب فرماتے ہیں۔ آپ نے اس خصوصی نمبر میں بھی اس حوالے سے گراں قدر نگارشات سپرد قلم فرمائی ہیں تعارفات کا باب حضرت مدیر اعلیٰ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے، اس میں حسب ذیل نو عنوانات پر جو افادات فرمائے ہیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

عنوانات کی صرف فہرست پیش کرتے ہیں:

- قادیانیت کی گرتی ہوئی دیوار کو ایک دھکا اور (رد قادیانیت میں نہایت ہی عمدہ مقالہ)
- علامہ قاضی غلام گیلانی اور "تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی"
- محمد بدیع الزماں بھٹی اور "شعور تحفظ ختم نبوۃ"
- کتابی دنیا میں "تاریخ ختم نبوت اور ناموس رسالت" ایک معرکۃ الآراء کارنامہ
- "تاریخ مباحثہ لاہور" "تحفظ ختم نبوت کی ایک تاریخی دستاویز
- سہ ماہی "سنی پیغام" نیپال کے رد قادیانیت نمبر کا ایک تعارفی جائزہ
- سہ ماہی "المنتہی" کا "تحفظ ختم نبوت اور "بابو پیر بخش لاہوری نمبر" کی اشاعت ایک اہم کارنامہ
- شاہین ختم نبوت صادق علی زاہد اور "سیف مہریہ بر فتنۂ مرزائیہ"
- نگارشات ختم نبوت "ایک تعارفی جائزہ"

ان کے علاوہ آپ نے دو عنوانات پر مزید دیگر ابواب میں تحریر فرمایا ہے۔

(1) ختم نبوت کے اولین محافظ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(2)ختم نبوت کے تحفظ میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار۔

دیگر ابواب میں بھی خاص اہمیت کی تحریریں ہیں، ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر میانوالی، سید طارق مسعود کاظمی نے ایک تاریخی تحریر پیش کی ہے "حضرت علامہ عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور تعاقب قادیانیت"موضوع دیکھ کر مطالعہ کی دلچسپی ہوئی، موصوف قصبہ چکڑالہ ضلع میانوالی کے باشندے تھے آپ نے علم دین حاصل کیا، آپ نے فتنہ مرزائیت کے خلاف بھرپور جدوجہد فرمائی، آپ کی کاوش صرف زبان وقلم سے نہیں تھی بلکہ آٹھ برس کا عرصہ آپ نے قادیان میں رہ کر گزارا، آپ نے "مشاہداتِ قادیان" تحریر فرمائی، مقالہ نگار تحریر کرتے ہیں۔

"ضلع میانوالی کا ایک معروف قصبہ چکڑالہ ہے۔ یہاں زیادہ تر اعوان قبیلے کے لوگ بستے ہیں اور یہ علاقہ اسلام اور قرآن سے محبت کرنے والے لوگوں کا ہے۔ اس سرزمین سے بہت سی عظیم شخصیات نے جنم لیا۔ جن میں ایک حضرت علامہ عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تھے۔ آپ کی شخصیت کی پہچان ردِّ مرزائیت اور فتنۂ مرزائیت کے خلاف عظیم جہد وجہد سے بھرپور زندگی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کوششیں انتہائی جاندار اور قابل قدر ہیں۔ آپ کی صفحۂ ہستی کا ایک ایک ورق فتنۂ مرزائیت کے خلاف جرأت وبہادری کا عظیم شاہکار اور ایثار واستقامت سے مزین ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اس عظیم شخصیت جس نے ایک پر آشوب دور میں وقت کے فرعونوں کی گود میں پلنے والے سانپوں کا پھن کچلنے کے لئے اپنی زندگی کو داؤ پر لگانے سے بھی گریز نہیں کیا اس نابغہ روزگار شخصیت کو پس پردہ ڈال دیا گیا۔"

آپ مزید لکھتے ہیں:

"لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ خانقاہوں سے نکلنے والے صوفی منش علما کی کوششوں اور کارناموں کو نہ صرف بھلا دیا گیا بلکہ آج کی نئی نسل ان سے بالکل ناآشنا ہے۔ جی ہاں میں بات کر رہا ہوں علامہ عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی جنہوں نے 8 سال کا عرصہ 12 فروری 1934 تا دسمبر 1941 مرزا غلام احمد قادیانی (13-2-1835 تا 26-5-1908) کے پھیلائے گئے فتنے کے خلاف جدوجہد کرتے کرتے قادیان شہر میں گزار دیا اور بھولے بھالے مسلمانوں کو نہ صرف اس فتنۂ مرزائیت سے آگاہ کیا بلکہ اس فتنے کے پھیلاؤ کے خلاف بند باندھ دیا۔ آپ نے یہ تمام حالات اپنی کتاب "مشاہدات قادیان" میں درج کیے ہیں۔"(ص:105)

حضرت علامہ مفتی سجاد علی فیضی نے "عقیدۂ ختم نبوت، علم نحو اور کلام اعلیٰ حضرت" پر بڑی اہم تحریر سپردِ قلم فرمائی ہے۔ ہم اس تحریر کے بعض حصوں کو من وعن نقل کرتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی ایک جگہ عقیدۂ ختم نبوت کو بیان کرتے ہوئے علم نحو کی مشہور اصطلاحات "مبتدا" "خبر" اور "اضمار قبل الذکر" کا اجراء کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سب سے اول سب سے آخر
ابتدا ہو انتہا ہو
تھے وسیلے سب نبی تم
اصل مقصود ہدیٰ ہو
سب تمھاری ہی خبر تھے
تم مؤخر مبتداء ہو
قبل ذکر اضمار کیا جب
رتبہ سابق آپ کا ہو

(حدائق بخشش)

اب ان اصطلاحات کے متعلق مختصراً معروضات پیش کی جاتی ہیں، علم نحو کی درسی کتاب "ہدایۃ النحو" میں ہے:

قد يتقدم الخبر على المبتداء فی الدار زید۔ کبھی خبر مبتداء سے پہلے آتی ہے جیسے گھر میں زید ہے۔ (ص33)

ويجوز للمبتداء الواحد اخبار كثيرة زيد عالم فاضل عاقل.

اور جائز ہے کہ ایک مبتداء کی کئی خبریں ہوں جیسے زید عالم ہے، فاضل ہے، عاقل ہے۔ (ایضاً)

دوسری درسی کتاب "کافیہ" میں ہے:

وقد يتعدد الخبر مثل زيد عالم عاقل.

کبھی خبریں متعدّد ہوتی ہیں جیسے زید عالم ہے عاقل ہے۔

(ص21)

فاضل بریلوی دوسرے اور تیسرے شعر میں ان قوانین و اصطلاحات کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تخلیق و رتبہ کے اعتبار سے مبتداء (یعنی اول) میں اور بعثت کے لحاظ

سے مؤخر (یعنی آخری) ہیں، اور آپ ایسے مبتداء مؤخر ہیں کہ جن کی کم و بیش ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے (123999) خبریں ہیں، یعنی حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہم السلام تک سب نبی آپ کی اخبار متقدمہ ہیں۔ یعنی سب آپ ہی بارے بتانے تشریف لائے تھے۔

اضمار قبل الذکر:

عموماً مرجع پہلے اور اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر بعد میں آتی ہے جیسے "زید ھو القائم" میں ھو ضمیر زید کی طرف راجع ہے، اگر ضمیر پہلے آجائے اور اس کا مرجع بعد میں ہو تو اسے اضمار قبل الذکر کہتے ہیں جیسے: ضَرَبَ غُلَامُہٗ زَیْدًا، اپنے جیسے نحو کے مبتدی طلبہ کے استفادہ کے لیے ذیل میں اس کی تفصیل عرض کی جاتی ہے؛ اضمار قبل الذکر کی درج ذیل پانچ صورتیں ہیں:

قلم کار نے پانچ صورتیں بیان کی ہیں اس کے بعد فنِ نحو کی اہم کتابوں سے ماخذ ذکر کیے ہیں۔ اب مزید تحریر فرماتے ہیں:

فاضل بریلوی اضمار قبل الذکر کی تیسری صورت کے لحاظ سے کُنتُ کنزاً مخفیاً حدیث قدسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رتبہ جو آپ کو تخلیق فرما کر پوشیدہ رکھا گیا تھا، آپ کی ذات والاصفات اس کا مرجع و آئینہ دار ہے۔

فاضل بریلوی اس کی منظوم شرح یوں فرماتے ہیں:

کوئی کیا جانے کہ کیا ہو
عقل عالم سے وراء ہو
کنز مکتوم ازل میں
درِّ مکنونِ خدا ہو

(حدائق بخشش)

باالفاظ دیگر:

آدم تا عیسیٰ تمام انبیاء علیہم السلام میں جتنے بھی کمالات ومعجزات اور محاسن تھے وہ در حقیقت آپ ہی کے نور مقدس کے طفیل تھے، جن کی مظہر آپ کی ذات ستودہ صفات ہے، اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام:

سب تمہارے در کے رستے
ایک تم راہ خدا ہو

قصیدۂ نور میں کہتے ہیں:

انبیا اجزا ہیں تو بلکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

(حدائق بخشش)

قصیدہ سلامیہ میں کہتے ہیں:

اصل ہر بودِ بہبودِ تخمِ وجود
قاسم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام
مطلعِ ہر سعادت پہ اسعد درود
مقطعِ ہر سیادت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ دنیٰ ہو میں گم کن انا
شرحِ متن ہویت پہ لاکھوں سلام
انتہائے دوئی ابتدائے یکی
جمع تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام
مصدرِ مظہریت پہ اظہر درود
مظہرِ مصدریت پہ لاکھوں سلام
فتحِ باب نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دور رسالت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

حضرت علامہ مفتی سجاد علی فیضی کی تحریر نے متاثر کیا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے ردقانیت میں مختلف جہتوں سے تردید فرمائی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ آپ نے فتاویٰ بھی تحریر فرمائے اور شعر وسخن میں فن نحو کی موشگافیوں سے تحفظ ناموس رسالت کا حق ادا فرمادیا ہے۔

منظومات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

راقم سطور مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کا بھی ایک مضمون شامل ہے، عنوان ہے "قادیانیت عصر حاضر کا بدترین فتنہ" بہر کیف تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لیے یہ ایک اہم وقیع نمبر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل سے سند قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ حضرت مدیر اعلیٰ دامت برکاتہم القدسیہ القدسیہ اور نثر نگاروں اور شاعروں کو جزاؤں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

خیابان حرم

نعتیں

دونوں کے بیچ میں

ہے فرق ایسا کون سا دونوں کے بیچ میں
پردہ ہے صرف میم کا دونوں کے بیچ میں

آپس میں دونوں نور ملے اس کمال سے
باقی رہا نہ فاصلہ دونوں کے بیچ میں

حق نے کہا ہے اور قریب آیئے حبیب
اک ایسا ربط خاص تھا دونوں بیچ میں

اے عقل نا تمام مری بات مان لے
بھولے سے تو کبھی نہ جا دونوں بیچ میں

ذوق نظر ہو، زعمِ خرد ہو کہ ناز علم
جو بھی گیا وہ کھو گیا دونوں کے بیچ ہیں

جس کی سمجھ میں آیا زباں بند ہوگئی
ہے ایسا کچھ معاملہ دونوں کے بیچ میں

ذاکرؔ مری نظر کو بھی رستہ نہ مل سکا
دیکھا جو جھانک کر ذرا دونوں کے بیچ میں

خواجہ ذاکر گودڑ شاہی

یہاں شعور کا مفہوم بے شعوری ہے

بغیر عشق نبی ، زندگی ادھوری ہے
نماز میں بھی درود آپ پر ضروری ہے
حضور کی بشریت بھی کتنی نوری ہے
خرد حجاب ہے دیوانگی حضوری ہے
ظہور مثل بشر وہ حجاب نوری ہے
قریب ہو کے بھی دل کو گمانِ دوری ہے
لطافتِ بدن ایسی کہ کھنچ گیا پٹکہ
کمال ایسا کہ شان بشر بھی پوری ہے
مقام صاحب اسریٰ کا کیا تعین ہو
عروجِ عرش بھی ایک لمحۂ عبوری ہے
ہے اتصالِ مکمل کا نام گمشدگی
نبی کی یاد کا مطلب نبی سے دوری ہے
نہیں ہے حد کوئی راہ نبی شناسی کی
یہاں شعور کا مفہوم بے شعوری ہے
خدا ہر اک سے مخاطب براہ راست نہیں
توسط آپ کا دونوں طرف ضروری ہے
کسی کو علم نہیں شہر علم مطلق کا
رسول پاک کی جو نعت ہے ادھوری ہے
یہ راز شوق بتاتا ہے قرب او ادنیٰ
ز فرق تا بہ قدم جسم پاک نوری ہے

خواجہ شوق

نور کی صورت والے

دل کو آئینہ بنالیں جو کدورت والے
پھر تو صاف آئیں نظر نور کی صورت والے

ہو کے بے خوف جہنم سے بروز محشر
خلد میں جائیں گے حضرت کی محبت والے

بادۂ عشقِ محمد کا پیا جب ساغر
بن گئے جھومتے ہی جھومتے ہم متوالے

ہول محشر سے ڈرے امت عاصی کیوں کر
ہیں شفاعت کے لیے حشر میں امت والے

دیں گے جنت میں جو شہ مژدۂ دیدارِ خدا
اٹھ کے تعظیم بجالائیں گے جنت والے

فرد اعمال سے دھل جائیں خطائیں ساری
اے مرے ابر کرم چشمۂ رحمت والے

رات کاٹے نہیں کٹتی ہے شہا فرقت کی
کسی مصیبت میں ہیں ہر روز مصیبت والے

چاک رکھتے ہیں جدائی میں گریبانِ سحر
یا رسولِ عربی ہم شبِ فرقت والے

چل جلالیؔ طرفِ روضۂ محبوبِ خدا
کاہلی راہ میں کرتے نہیں ہمت والے

مولوی علاء الدین جلالیؔ

صدائے بازگشت

اڈانی بحران اور وضاحت طلب امور

مکرمی! ممکن ہے مرکزی حکومت یہ جانتے ہوئے کہ اس کوشش میں زیادہ کامیابی نہیں مل سکتی، اڈانی گروپ کے بحران کو ایک کمپنی یا کمپنیوں کے ایک گروہ کا بحران باور کرانا چاہتی ہو تاکہ اس گروپ کے سربراہ سے وزیر اعظم کی دیرینہ قربت کو مکمل طور پر ذاتی معاملہ قرار دیا جاسکے اور بین السطور یہ تاثر دیا جائے کہ اس سے قومی معیشت پر اثر نہیں پڑے گا۔ مگر کیا ایسا ممکن ہے؟

اس گروپ کے قبضے میں ملک کے ہوائی اڈے ہیں، بندر گاہیں ہیں، یہ ملک کا دوسرا سب سے بڑا سیمنٹ ساز ادارہ ہے، جن گوداموں میں اناج ذخیرہ کیا جاتا ہے اُن کی ایک تہائی تعداد بھی اسی گروپ کے قبضے میں ہے، کوئلہ کی تجارت بھی بڑی حد تک اسی کے ہاتھوں میں ہے، ملک کے طول و عرض میں فراہم کی جانے والی بجلی کا 20 فیصد اس گروپ کے ذریعہ سپلائی ہوتا ہے اور پھر یہ کیوں بھولیں کہ یہ گروپ ملک کے انفراسٹرکچر پر بھی چھایا ہوا ہے۔ تجارتی اعتبار سے ملک کا اتنا بااثر اور ید طولیٰ رکھنے والا گروپ شدید مالی بحران اور شدید تر مالی و اقتصادی الزامات کے نرغے میں ہے تو کون اس تاثر کو قبول کرے گا کہ اس گروپ کے دن یہ دن ڈوبنے کی وجہ سے قومی معیشت متاثر نہیں ہوگی؟

گروپ کی جن کمپنیوں کی وجہ سے ان کے سربراہ اعلیٰ گوتم اڈانی دُنیا کے دوسرے امیر ترین شخص کہلائے، وہ کمپنیاں اگر ڈوبنے لگیں تو قومی معیشت کی نیا کیسے پار لگ سکے گی یہ سمجھانے کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ یہ خود سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ جو کچھ سمجھ میں آرہا ہے اسے ملک اور بیرون ملک کے سرمایہ کار اور کسی نہ کسی سطح پر ان کمپنیوں سے وابستہ لوگ ذہن سے نکالنے کی کوشش کر سکتے تھے اگر حکومت زائد از ایک ماہ کے دوران منظر عام پر آنے والی خبروں پر اپنے موقف کا اظہار کرتی۔ یہ بہت اہم اور بڑی ذمہ داری تھی جسے نبھانے کی کوشش کی گئی ہوتی تو ممکن تھا کہ تذبذب کی کیفیت بدلتی اور لوگ حکومت کی بات پر بھروسا کرتے۔ یہ بھروسا ایک طرح کی ضمانت ثابت ہوتا مگر افسوس کہ حکومت ہنوز خاموش ہے۔ اس سے ہنڈن برگ کے انکشافات کو تقویت ملتی رہی اور اب بھی مل رہی ہے۔ اڈانی گروپ نے کہا تھا کہ وہ ہنڈن برگ کے خلاف مقدمہ دائر کرے گا، وہ بھی نہیں ہوا۔ اس سے بھی مذکورہ انکشافات ہی کا وزن بڑھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مارکیٹ نے ہنڈن برگ کی رپورٹ پر بھروسا کیا، اڈانی کی وضاحت پر نہیں کیا، ورنہ بازار جس طرح ٹوٹا، ہرگز نہ ٹوٹتا۔

حکومت تو چپ ہے مگر کیا نگراں ادارہ فعال ہے؟ اور اپنا فرض نبھا رہا ہے؟ چند ایک خبروں سے یہ علم ہوتا ہے کہ سیبی تفتیش کر رہا ہے مگر کیا تفتیش کر رہا ہے، اس نے کب تفتیش شروع کی اور اس کی تفتیش کن امور پر مرکوز ہے وغیرہ کی تفصیل سے کوئی آگاہ نہیں ہے۔ اگر یہ ایک گروپ کا معاملہ تھا تو سیبی کو حرکت جیسی حرکت میں آنا چاہیے تھا بالخصوص ایسے معاملے میں جس کا تعلق اندرون ملک تک محدود نہیں ہے۔ اس سے ملک کا شیئر مارکیٹ متاثر ہو چکا ہے جب کہ معاشی ساکھ کو بھی خطرہ لاحق ہے۔ نئے سرمایہ کار کیا سوچ کر سرمایہ لگائیں گے، یہ الگ سوال ہے۔ اسرائیل نے حیفہ ایئرپورٹ کے تعلق سے صاف کر دیا ہے کہ اڈانی گروپ سے تجارتی رشتہ بحال رہے گا مگر برطانیہ اور آسٹریلیا نے ہنڈن برگ کے انکشافات کی جانچ کا اشارہ دیا ہے۔ اگر حکومت خاموش نہ رہتی تو ان دو ملکوں کے لیے بھروسے کی گنجائش نکل سکتی تھی۔ بہر کیف، بعد از خرابی بسیار ہی سہی، حکومت پر خاموشی توڑنا لازم ہے۔ **از: روزنامہ انقلاب لکھنؤ**

دعائے خیر و عافیت فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین.

اس وقت عالمی سطح پر گستاخیاں اور بے باکیاں ہو رہی ہیں۔ ازلی بد بخت اور بد طینت سرکاری سطح پر ہمارے پیارے نبی آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان پر نازل ہونے والی آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کی بے حرمتی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس پر عالم اسلام سراپا احتجاج ہے لیکن اب محض مذمت نہیں ان حرام زادوں کی مرمت کی بھی ضرورت ہے۔ اے کاش ہمارے مسلم حکمران غیرت وحمیت کا ثبوت دیتے ہوئے ان گستاخ ملکوں کا عملی بائیکاٹ کرتے اور سرکاری سطح پر متفقہ لائحہ عمل اختیار کرتے لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا۔ ان کی گستاخیوں اور بے باکیوں پر دل خون کے انسو روتا ہے۔ سہ ماہی مجلہ "خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (انٹرنیشنل) کی پروف ریڈنگ جاری ہے الحمدللہ یہ بھی حسب روایت ختم نبوت کے حوالے سے ایک عظیم اور ضخیم نمبر بن گیا ہے اہل ثروت احباب تعاون فرمائیں تاکہ اس کی شایانِ شان طباعت عمل میں آسکے۔ ناچیز ہیچ مدان ان دنوں طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ اپنی طبیعت تو بحال ہو رہی ہے لیکن لڑکے عزیزی مولوی سید محمد نعمان شاہ بخاری قادری ایک روڈ حادثے میں زخمی ہو گیا ہے اور بستر علالت پر پڑا ہوا ہے۔ اس پریشانی کے عالم میں فقیر کے لکھنے پڑھنے کا کام بری طرح متاثر ہوا ہے۔ اس کی صحت یابی کے لئے قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اسے جلدی صحت کاملہ عاجلہ نافعہ مستمرہ عطا فرمائے اور ہم سب کو دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور ہماری کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ و اولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین . والسلام مع الاکرام۔ دعاگو و دعاجو

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

مدیر اشرفیہ کے معروضات

فضیلۃ الشیخ حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دامت برکاتہم القدسیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، علمی، دینی اور روحانی سعادتوں سے مسلسل سرفراز فرمائے، مصروفیات تو رہتی ہیں، ان کا ذکر کرنا لاحاصل ہے، یہ ایک سچائی ہے کہ دنیا میں اہم ترین کام مصروف ترین افراد نے انجام دیا ہے، مگر من آنم کہ من دانم اس میں اپنے ایک پیر کے فریکچر اور دیگر امراض نے بھی کچھ کرنے کی سکت نہیں رکھی، مگر واقعہ یہ ہے کہ کوئی بھی کام کرنے کے لیے توفیق الٰہی لازمی ہوتی، اس کی مرضی کے بغیر ہم تنکا بھی نہیں اٹھا سکتے، چند دنوں سے کچھ یہی حال اس گنہگار کا بھی رہا، اپنی کوتاہی پر ہم حد درجہ شرمسار ہیں۔ معذرت کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں مگر ہمیں آپ کی ذات ستودہ صفات سے یقین ہے کہ آپ معاف فرمادیں گے۔ الاعتذار عند کرام الناس مقبول .

اسی دوران آپ کا مسرت انگیز دعوت نامہ بھی موصول ہوا کہ دو فرزند عقد مسنون کی دولت سے سرفراز ہونے والے ہیں۔ آپ کے قلم زرنگار سے اپنے فرزندوں کی پیشانیوں پر سہرا سجنے اور رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کی فرحت بخش خبر نے دل و جان معطر کر دیے۔ ہماری قلبی دعا ہے اللہ عزوجل دونوں شہزادوں کو اپنی اپنی شریک حیات کے ساتھ تاعمر شاد و آباد رکھے، صالح نسل سے مالا مال فرمائے، سب کو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دولت سے تابندہ رکھے، سب دین وسنیت کی زریں خدمات انجام دیتے رہیں۔

ہمارے برادرِ گرامی محب مکرم حضرت مولانا سید محمد نعمان شاہ بخاری قادری اور دل و جگر کی ٹھنڈک برادر عزیز حضرت سید محمد ذیشان شاہ بخاری قادری یہ دونوں خانوادۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چشم و چراغ ہیں، ہمارے لیے قابل صد احترام ہیں۔ بریلی شریف کے سچے عاشق مصطفیٰ صلی اور تعالیٰ علیہ وسلم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اپنے اس شعر میں بڑے پتے کی بات کہہ گئے ہیں ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

بعد والی پوسٹ میں آپ نے اپنے فرزند ارجمند مولانا سید محمد نعمان شاہ بخاری قادری کے ایک ایکسیڈنٹ کی خبر سنائی، یہ افسوس ناک خبر تھی اولاد کا غم والدین کریمین کو تڑپا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے، اس کی ذات سے پر امید رہنا چاہیے، امید ہے کہ وہ صحت مند ہو چکے ہوں گے۔ آپ کی دعاؤں میں بھی بڑی تاثیر ہے۔ آپ کے چاہنے والے تو پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہم سب کو قلبی اطمینان سے سرفراز فرمائے، زبان و قلم سے دین و سنیت کی زریں خدمات انجام دینے کی توفیقات عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

آپ کا محب۔ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

خادم التدریس والصحافۃ — جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ یوپی انڈیا

خیر و خبر

برائیوں کی روک تھام کے لیے مشترکہ کوشش کی ضرورت

دار العلوم اشفاقیہ، جویا کے سالانہ اجلاس میں علما و مشائخ کا اظہار خیال

دار العلوم اشفاقیہ سنبھل روڈ جویا میں سالانہ جلسہ منعقد ہوا، جس میں علما و مشائخ بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور قاری محمد شریف پالی (راجستھان) کی نعت پاک سے ہوا۔ اس موقع پر مقررین نے معاشرے میں پھیلی برائیوں اور غلط رسم و رواج کو روکنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس سلسلے میں مہمان خصوصی مولانا سید امین القادری مالیگاؤں نے کہا کہ معاشرے میں پھیلی برائیاں بھی زلزلے آنے کے اسباب میں سے ایک ہیں، جس میں حق داروں کے حقوق کا دبانا، جہیز کی بڑھتی لعنت، بے حیائی و بدکرداری کا عام ہونا ہی ہماری مذہبی اور اخلاقی پستی کا ذریعہ بن رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں ان معاشرتی برائیوں کے خاتمے کے لیے متحد ہو کر مشترکہ کوشش کرنی ہوگی۔

امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر علی نوری نے کہا کہ اپنے جلسوں کو با مقصد بنائیں جو عوام جلسوں میں شریک ہوں وہ جلسوں سے کچھ لے کر جائے۔ جلسہ گاہ میں علما کی تقریروں کو غور سے سنیں، معاشرے میں اخوت و بھائی چارگی کو فروغ دیں، علم و ادب سیکھیں اور اس کو زیادہ سے زیادہ عام کریں، یہی باتیں معاشرے کی خوبی ہیں۔

مولانا شمس الدین مکرانہ نے مفتی اعظم راجستھان مفتی اشفاق حسین نعیمی کی سوانح بیان کرتے ہوئے ان کی علم و تبلیغ میں کی گئی جدوجہد کے بارے میں بتایا کہ جس زمین میں ریت اور پتھر کے سوا کچھ نہ ملتا تھا سانس لیتے تو ریت پھانکا کرتے تھے یا ہاتھ بڑھاتے تو سخت مٹی ہاتھ میں آتی تھی اسی سرزمین کو مفتی صاحب نے ایسا زرخیز بنایا کہ اسی سے اب لعل و گہر پیدا ہوتے ہیں ایسے ستارے جو دنیائے سنیت کا سرمایا بنتے ہیں۔ انہوں نے اپیل کی کہ حضرت کی زندگی سے سبق لیں اور دین کی خدمت میں قدم بڑھائیں۔

یہ اجلاس دار العلوم اشفاقیہ کے سربراہ حاجی محمد معین الدین اشرفی کی زیر قیادت منعقد ہوا۔ انہوں نے جلسہ میں آئے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کے خاص شرکا میں مفتی زاہد سلامی، مولانا منظر، مولانا زاہد، مفتی اسماعیل، قاری علاء الدین، مولانا نفیس، ڈاکٹر شفیق الرحمٰن برق، مولانا رجب علی، مولانا فیاض، مولانا عارف وغیرہ تھے، جب کہ قاری ریاست، حاجی لعل محمد، ڈاکٹر حفیظ الرحمن، ڈاکٹر غلام یحیی انجم، ڈاکٹر جیلانی، قاری محمد یامین چھتری والا باغ، مولانا جمیل احمد، مولانا احسان احمد، قاری معراج احمد سمیت کثیر تعداد میں ائمہ و علما اور مقامی لوگ شریک تھے۔ **از: ڈاکٹر مہتاب امروہوی**

ملیشیا 20 لاکھ قرآنی نسخے دنیا میں تقسیم کرے گا

کوالالمپور (ایجنسی) ملیشیا کے وزیر اعظم انور ابراہیم نے ایک بیان میں کہا کہ ہم نے اس سال کے قومی بجٹ میں سے 10 ملین ملیشین کرسی کو قرآن مجید کی نشر و اشاعت کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک اہم پروجیکٹ قرآن مجید کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کے چھپوانا ہے تاکہ دنیا بھر میں موجود مختلف رنگ و نسل کے لوگوں تک ان کی اپنی زبان میں قرآن مجید پہنچ سکے۔ انہوں نے مزید کہا کہ قرآن مجید سے ہم جس قدر محبت کرتے ہیں اس کے مقابلے میں یہ رقم کچھ بھی نہیں ہے۔ بس ہماری جانب سے یہ ایک چھوٹی سی کاوش ہے۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے گا۔ ابراہیم نے اسلاموفوبیا سے نپٹنے کے لیے ایک بین الاقوامی کانفرنس کے بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت کرتے ہیں وہ بائبل نہیں پڑھتے ہیں اور نہ ہی اس دنیا میں بسنے والی دوسری ثقافتوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام امن و امان محبت اور بھائی چارے کا پیغام دیتا ہے۔

اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں صوفیہ کا کلیدی کردار
مبارک پور میں مشاعرہ نعت و منقبت

مبارکپور اعظم گڑھ (نامہ نگار): اردو زبان کی ترویج و اشاعت

میں صوفیا نے کلیدی کردار ادا کیا، اردو زبان کی پرورش و نشونما میں صوفیاے کرام کا خون جگر شامل ہے اور ہمیں اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ اس میٹھی زبان کی جائے پیدائش وطن عزیز ہندوستان ہے۔

مذکورہ خیالات کا اظہار گزشتہ شب محلہ پورہ صوفی متّصل کپورہ شاہ دیوان کا باغ واقع محی الدین قوال اشرفی کے مکان پر منعقد نعتیہ و منقبتی مشاعرہ بسلسلۂ تقریب عرس مقدس اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، مصطفیٰ میاں محمد میاں سرکار کلاں، سید احمد میاں، میاں صاحب غلام حسین اشرفی خاکی، میاں صاحب عبد اللہ اشرفی، محی الدین قوال اشرفی، استاذ الحفاظ مشتاق احمد اشرفی میں کیا۔ انھوں نے کہا کہ اردو زبان کا خمیر امیر خسرو نے تیار کیا، مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، بندہ نواز گیسو دراز، بابا فرید گنج شکر و دیگر صوفیاے کرام نے اپنا خون جگر پلا کر اس زبان کی پرورش کی۔

حسب روایت اعراس اولیا کی تقریب عمل میں آئی، بعد نماز ظہر چادر پوشی اور محفل میلاد شریف بر مزار حضور میاں صاحب عبد اللہ اشرفی محی الدین قوال اشرفی و استاذ الحفاظ مشتاق احمد اشرفی واقع قبرستان شاہ کا پنجہ، بعد نماز مغرب حلقۂ ذکر بر اور بعد نماز عشا نعتیہ و منقبتی مشاعرہ منعقد ہوا۔ پروگرام کی صدارت الحاج ماسٹر مظہر چشتی مبارکپوری اور نظامت ماسٹر عبد العزیز مبارکپوری (استاد اشرفیہ انٹر کالج) نے کی۔ پروگرام کا آغاز حافظ محمد عبد اللہ نے تلاوت کلام مجید سے کیا، مختار احمد فائق مبارکپوری نے حمدیہ کلام پیش کیا، اور شعرا نے بارگاہ رسالت و بارگاہِ صوفیاے کرام میں اپنی محبتوں کا خراج پیش کیا۔ اسد مبارکپوری، امیر اشرف، ماسٹر تنویر مبارکپوری، بلال مبارکپوری، ارشاد مبارکپوری، تاج الدین دانش ادیبی کے علاوہ شاہد مبارکپوری، مہتاب پیامی، رفیق قریشی، نور مبارکپوری، ماسٹر زبیر مبارکپوری، ساقی ادیبی، قاری نور الہدیٰ راشد، جاوید مبارکپوری، گھائل مبارکپوری، عبد الخبیر دانش، فراز ادیبی اور عباس قوال نے کلام پیش کیے۔ پروگرام کا اختتام صلاۃ و سلام، نذر و نیاز اور قاری نور الہدیٰ راشد مبارکپوری کے دعائیہ کلمات پر ہوا، آخر میں کنوینر مشاعرہ غلام نبی قوال اشرفی نے جملہ شعرا و سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ **از: رحمت اللہ مصباحی**

دار العلوم اہل سنت خیریہ فیض عام مداپور، شمس پور، گھوسی کا سالانہ جشن دستار فضیلت اور ختم بخاری شریف

شہر گھوسی المعروف بہ "مدینۃ العلما" اکابر علما اور فقہا کی مشہور بستی ہے اس شہر کو مصنف بہار شریعت حضور صدر الشریعہ کا مسکن اور مولد ہونے کا شرف حاصل ہے یہاں مسلک اعلیٰ حضرت یعنی جماعت اہل سنت کے بڑے بڑے ادارے ہیں جیسے جامعہ شمس العلوم، جامعہ امجدیہ رضویہ وغیرہ ان ہی اداروں کی صفوں میں ملک و بیرون ملک میں بہت ہی مشہور ادارہ دار العلوم اہل سنت خیریہ فیض عام مداپور گھوسی بھی ہے، مذکورہ ادارہ نصف صدی سے بھی زائد عرصہ سے دین و ملت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی بے بہا خدمات انجام دے رہا ہے یہاں کے فارغین ملک کے طول و عرض میں رہ کر علم و فن کا چراغ روشن کئے ہوئے ہیں۔۔

یہاں درجات پرائمری، حفظ و قرأت اور درس نظامی کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے اسی جامعہ میں 23/ فروری 2023ء بروز جمعرات صبح دس بجے سالانہ ختم بخاری شریف کی تقریب میں بخاری شریف کا آخری درس دینے کے لیے خلیفہ شہزادۂ حضور صدر الشریعہ شیر اعلیٰ حضرت محبوب حضور حافظ ملت حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی مصباحی خصوصی دعوت پر تشریف لائے، آپ کا پر وقار شاندار ادارہ ہٰذا کی "مسجد خیر" میں استقبال کیا گیا، جس کے سامنے سلسلۂ نقشبندیہ کے چار عظیم المرتبت یعنی ولی کامل محبوب خدا حافظ احادیث صحاح ستہ حضرت علامہ حافظ محمد عمر اور عاشق رسول استاذ العلما حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی محمد اکرام الحق شہزادۂ حضور اکرام ملت حضرت مولانا قمر الدین مصباحی حافظ قرآن حضرت حافظ منظور احمد رحمہم اللہ کے مزارات مبارکہ ہیں۔

آپ نے اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں بخاری شریف کی آخری حدیث پاک کے درس کے دوران امام بخاری رحمۃ اللہ کی سیرت طیبہ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی، حدیث و سنت کے درمیان فرق تعارض حدیث میں تطبیق حدیث متواتر، فقہ اصول فقہ پر آپ نے ایسی تحقیقی گفتگو فرمائی کہ مجلس میں تشریف فرما علماے کرام نے داد و تحسین سے نوازا، حضور امین شریعت نے معمار ادارہ ہٰذا حضرت علامہ الحاج محمد اکرام الحق علیہ الرحمہ کی سیرت کے اہم گوشوں کو اجاگر کیا۔ اس مجلس کی ایک خصوصیت یہ رہی کہ اداراہ ہٰذا کے چار علماے کرام یعنی حضرت مولانا عبد اللہ بخاری فیضی، حضرت مولانا محمد جمال اللہ فیضی، حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل رضوی فیضی شیخ الادب، حضرت مولانا ثناء المصطفیٰ مصباحی شیخ الحدیث دار العلوم ہٰذا کو حضور امین شریعت نے اپنی اس اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا جو اجازت اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حضور حجۃ الاسلام اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت ضیاء الدین

مہاجر مدنی اور مصنف بہار شریعت بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے اپنے شہزادۂ اکبر حضرت علامہ مفتی عبد المصطفیٰ ازہری اعظمی کو دیا تھا وہ تمام اجازتیں شہزادۂ صدرالشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ سے حضرت کلیمی صاحب کو دستیاب ہوئی تھیں ، یہ تمام اجازت وخلافت آپ نے مذکورہ چاروں حضرات کو عنایت فرمائی یہ مجلس بابرکت بے شمار رحمتیں وبرکتیں تقسیم کرتی ہوئی ”مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ کے ساتھ اختتام پزیر ہوئی۔

25/ فروری 2023ء بروز سنیچر بعد نماز عشا سالانہ عظیم الشان جلسۂ دستار فضیلت کا انعقاد ہوا جس کی صدارت شہزادۂ حضور اکرام ملت حضرت حافظ صدرالدین نقشبندی صدر المدرسین نے فرمائی اور بریلی شریف سے تشریف لائے ہوئے حضرت مولانا ظفر بزمی نظامت کے فرائض انجام دے رہے تھے، اس جلسہ میں خصوصی خطیب کی حیثیت سے مخدوم زادۂ گرامی حضرت علامہ الحاج سید محمد اشرف کلیم اشرفی جائسی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا ذکراللہ مکی بریلی شریف کی آمد ہوئی حضرت مولانا ذکراللہ نے فرمایا کہ دارالعلوم اہل سنت خیر یہ فیض عام نہ صرف کسی ایک فرد کا نہ ایک جماعت کا ادارہ ہے بلکہ یہ ادارہ مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان ہے ہم کل بھی اپنے بزرگوں سے پیار کرتے تھے اور آج بھی کر رہے ہیں اوران شاء اللہ کل بھی کریں گے ،اور حضور مخدوم زادۂ گرامی اپنے کرسی خطابت پر جلوہ افروز ہوکر مجمع عام سے فرمایا کہ حضور اکرام ملت رحمۃ اللہ علیہ ایک متبحر عالم دین اور فقہ وحدیث اور تصوف کے بحر ذخار تھے اور ان کے پیرو مرشد حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم بزرگ تھے اور مزید فرمایا کہ یہاں ”خیر ہی خیر ہے اکرام ہی اکرام ہے“ اور پھر مخدوم زادۂ گرامی نے خوش ہوکر شہزادۂ حضور اکرام ملت حافظ صدرالدین کو سلسلۂ اشرفیہ وچشتیہ کی اپنی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا،اس عظیم الشان اجلاس میں شاعر اسلام ریاض دہلوی ،فیصل ربانی بہرائچ شریف، اسلام برکاتی بریلی شریف نے شرکت فرمائی اور یہ اجلاس صلاۃ وسلام کے بعد حضور سید صاحب کی رقت انگیز دعاؤں پر اختتام پذیر ہوا۔

گل احمد صاحب پالیہ میں جشن معراج النبی ﷺ

گل احمد صاحب پالیہ، ہبور، ٹمکور میں بروز ہفتہ بعد نماز عشا جشن معراج النبی ﷺ و چہلم حافظ و قاری محمد شفیع اللہ رضوی صاحب، مہتمم جامعہ باب العلم، بیج یم پالیہ، ہبور منایا گیا، جس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، رضا المصطفیٰ و فداء المصطفیٰ نے بہترین انداز میں حمد ونعت پیش کی۔ مہمان مقرر مولانا الیاس پاشاہ قادری، سکریٹری امام احمد رضا مومنٹ علما بورڈ، بنگلور نے معراج النبی اور ایصال ثواب کو دلائل کی روشنی میں خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ نبی کریم کا یہ حیرت انگیز معجزاتی سفررات میں ہوا تھا اس کو اسراء کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے کہ۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے (محبوب) بندے (محمد مصطفیٰ) کو لے گیا۔ معراج کا واقعہ بیداری کی حالت میں سیر کرانے کا ہے، اِس لئے عظمتِ رب ذوالجلال والاکرام اور مقام مصطفیٰ کے منکروں نے جھگڑا کھڑا کردیا۔ لیکن قدرت کا کمال دیکھیے کہ اگر ایک طرف منکرین انکار پر مصر ہیں تو دوسری طرف نبی کریم کے عاشق صادق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واقعہ کی تصدیق کررہے ہے اور فرما رہے کہ میں تو اس سے بھی بڑی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ جس کی بنا پر اللہ کی طرف سے لقب صدیق حاصل کررہے ہیں۔ ایصال ثواب کے تعلق سے بھی آپ کا بیان کافی مفید رہا۔ دعاو سلام کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔ علماو عمائدین میں مولانا مجاہد رضا، قاری اسرار احمد قادری ، محمد ذکر حسین رضوی، محمد رحیم اللہ، محمد عظمت اللہ وغیرہ رہے۔ اخیر میں امام احمد رضا مومنٹ کے صدر صاحب نے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا۔

از: شعبۂ نشرو اشاعت، امام احمد رضا مومنٹ، بنگلور

شبِ براءت میں بلوریا جامع مسجد میں پروگرام

مبارکپور اطراف میں انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ خوش گوار ماحول میں شب براءت منائی گئی۔ لوگوں نے بقدر استطاعت نفل نمازیں ادا کیں، قضاے عمری پڑھی، قرآن پاک کی تلاوت کی، کثرت سے ذکرواذکار کیے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی اللہ پاک سے مغفرت طلب کی۔ خواتین بھی سامان فاتحہ تیار کرنے کے بعد رات کو گھروں میں عبادات ونوافل اور تلاوت قرآن کریم میں مصروف ہوگئیں۔ شب برات کے موقع پر جامع مسجد بلوریا پورہ صوفی مبارک پور میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر مفکر اسلام مفتی مبارک حسین مصباحی نے شب برات کی اہمیت وفضیلت کے عنوان پر مدلل ومفصل خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ شب براءت ایک مقدس اور بابرکت رات ہے، جس میں عبادت وریاضت کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اس شب میں سو رکعت

نوافل ادا کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھنے کے بڑے فضائل بیان کیے گئے ہیں، ہمارے اکابر اس پر عمل پیرا رہے ہیں، جلالۃ العلم حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ پابندی سے پڑھتے تھے، آپ عام طور پر یہ شب جمشید پور میں گزارتے تھے، ایک بار چاند کی رویت میں کچھ شبہہ ہوا تو آپ قدس سرہ نے دونوں شب سو سو رکعت نوافل ادا فرمائے، اللہ والوں کی شان یہی ہوتی ہے۔ ارشادِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: اللہ تعالیٰ اس شب میں بنو کلب (اس دور میں سب سے زیادہ بکریاں رکھنے والا قبیلہ) کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ گنہگاروں کو جہنم سے آزاد فرما دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شبِ براءت آئے تو دن کو روزہ رکھو اور رات میں عبادت میں مشغول ہو جاؤ، الخ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، اور تمام برائیوں سے محفوظ رکھے، نیز مبارک و مقدس شب میں عبادت و ریاضت، قرآن کی تلاوت اور ذکر و اذکار کی توفیق عطا کرے۔ ان کے علاوہ علامہ مولانا محمد اعظم مبارک پوری نے بھی شب براءت کی فضیلت پر خطاب کیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا بعدہ قاری شمیم احمد نے نعت پاک کا نذرانہ پیش کیا۔ نظامت حافظ محمد شاہد نے کی۔ اس موقع پر احمد رضا، حاجی محمود اختر نعمانی، حاجی جمال اختر نعمانی، حاجی پرویز اختر نعمانی، ضمیر احمد الحاج نور الحق، اختر رضا نعمانی سمیت کثیر تعداد میں معزز سامعین موجود تھے۔

از: رحمت اللہ مصباحی

مدنی میاں عربک کالج ہبلی میں جلسہ دستار بندی

حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ ابو الحمزہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کا قائم کردہ دینی ادارہ کلیۃ الاشراف للعلوم الاسلامیۃ مدنی میاں عربک کالج ہبلی کرناٹک میں 4 مارچ 2023ء بروز سنیچر کو قائد اعلیٰ مدنی میاں عربک کالج حضرت علامہ مولانا سید قاسم اشرف اشرفی جیلانی کی قیادت میں سالانہ دستار بندی کا جلسہ منعقد ہوا۔ مہمان خصوصی حضرت مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی نے اسلام میں عورتوں کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے وحی الٰہی کو سننے والی ایک عورت تھی۔ اسلام میں عورتوں کے حقوق کو پامال نہیں کیا گیا بلکہ اس کے جذبات کا خیال کر کے انہیں صحیح مقام عطا کیا ہے۔ دینی مدارس کی اہمیت بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ معاشرے کی جہالت دور کر کے علم کی روشنی پھیلانے کا کام مدرسہ کے ذریعے ہو رہا ہے، معاشرہ میں آج جس طرح انسانیت سوز واقعات ہو رہے ہیں ان حالات میں مدارس کی ضرورت زیادہ بڑھ گئی ہے اس لیے کہ مدرسہ میں علم کے ساتھ اخلاق و آداب اور انسانیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر سید قاسم اشرف اشرفی جیلانی نے معرفت ربی کا تذکرہ کرتے ہوئے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ پر روشنی ڈالی اور عارفانہ خطاب فرمایا۔

ادارہ ہذا سے فارغ ہونے والے شعبہ عالمیت، حفظ و قرات میں 30 طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ علما و مشائخ کے دست مبارک سے اس ادارے سے شائع ہونے والا پہلا سالانہ مجلہ مجمع الاشراف کا اجرا ہوا۔ مہتمم ادارۂ ہذا مولانا نعیم الدین اشرفی نے انتظامیہ کمیٹی، مدرسین اور طلبہ و فارغین کی جانب سے آئے ہوئے مہمانوں اور علما و مشائخ کا شکریہ ادا کیا۔ کثیر تعداد میں علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت نے جلسہ میں شرکت کیا پھر صلاۃ و سلام کے بعد دعا پر جلسے کا اختتام ہوا۔

از: صدر و اراکین مدنی میاں عربک کالج ہبلی

دار العلوم محمدیہ ممبئی کا 46/ واں جلسۂ دستار فضیلت

بروز سنیچر بعد نماز عشا 4/ مارچ 2023ء زکریا مسجد، نزد حضور اشرف العلما چوک محمد علی روڈ ممبئی۔3 میں دار العلوم محمدیہ ممبئی کا 46/ واں سالانہ جلسہ دستار فضیلت نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا جس میں سیکڑوں علما و مشائخ نے شرکت کی سرپرستی اور صدارت جانشین حضور اشرف العلما حضرت علامہ سید محمد خالد اشرف اور شہزادۂ حضور اشرف العلما حضرت علامہ سید محمد نظام اشرف نے کیں۔ آغاز میں سنی دار العلوم محمدیہ کے طلبہ نے قرأت، نعت اور تقریر سے سامعین کو محظوظ کیا۔ ابتدا میں حضرت علامہ ظہیر الدین خان نے رسم ختم بخاری شریف کرتے ہوئے علم دین کی روشنی میں مدلل و مفصل خطاب کیا اور ساتھ ہی طلبہ کو استقامت فی الدین کی نصیحت کی۔

اس کے بعد شہزادۂ سید المشائخ حضرت مولانا سید پیر زاہد اشرف اور حضرت سید عظیم اشرف اور شہزادۂ سید مناظر اشرف حضرت سید ربیع اشرف نے نعت و تقریر سے سامعین کو محظوظ کیا۔

امسال دار العلوم محمدیہ کے شعبہ عالمیت سے 31 شعبہ حفظ سے 26 شعبہ قرأت سے 11 کو سند و دستار سے نوازا گیا۔ اس پروگرام میں حضرت علامہ سید معز اشرف نے خصوصی خطاب میں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا اہل سنت وجماعت ہی ایک صحیح جماعت ہے جس کے ذریعے اللہ ورسول کا قرب حاصل ہوسکتا ہے۔اس کے بعد حضرت علامہ سید معاذ اشرف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں علم اور علما کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا علم دین ہی ایک ایسا راستہ ہے جس سے آدمی دین و دنیا کی خوشیاں حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت علامہ سید محمد خالد اشرف اشرفی جیلانی نے حضرت مولانا ریاض احمد، مولانا محمد شرف الدین مصباحی، مولانا عبدالقدوس، مولانا اعجاز احمد کشمیری، مولانا عبیدالرحمن، مولانا بیت اللہ حسینی صاحبان کو سلسلہ عالیہ قادریہ اشرفیہ کی خلافت و اجازت سے نوازا۔ دریں اثنا مولانا غیاث الدین کی کتاب فقہ وکلام کا اجرا حضور سید المشائخ سید محمد خالد اشرف، شہزادہ حضور اشرف الاولیا وجانشین حضور اشرف العلما سید محمد نظام اشرف کے مقدس ہاتھوں سے ہوا۔

شیخ طریقت حضرت علامہ سید جلال الدین قادری میاں نے اپنے خطاب میں لوگوں کو بُرائیوں سے بچنے اور امر بالمعروف کی دعوت دی ساتھ ہی آپ نے لوگوں کو کثرت سے استغفار کرتے رہنے کو کہا۔ آپ نے سامعین کو خود احتسابی کی دعوت دی، ادارہ کے طلبہ کو دعاؤں سے نوازا اور ادارہ کی ترقی کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

اس عظیم الشان اجلاس میں سید مناظر اشرف، سید حمید الدین اشرف، سید اوحد الدین اشرف، مولانا شمیم اختر مالدہ، پرویز بھائی پونہ والے، مولانا علی اصغر اشرفی، مولانا اعجاز احمد کشمیری، مفتی سلیم اختر، غلام مصطفی نوری ملاڈ، مولانا حکیم الدین جوگیشوری، مولانا مشتاق تیغی، مولانا اسرار بقائی، قاری فہیم الدین، عبیدالرحمن ضیائی مولانا عبدالعزیز، حضرت مولانا سید مسعود اشرف، مولانا جان محمد برکاتی، مولانا غلام معصوم اشرفی، مولانا نور الہدیٰ اشرفی، مولانا شرف الدین، مولانا عبدالقدوس، مولانا شوکت علی حبیبی، قاری جمشید حبیبی، قاری صدیق، قاری اصغر علی اشرفی، مولانا نورالاسلام اشرفی، قاری رفیق احمد مولانا اسدعلی، مولانا تحسین اشرفی، سماجی رہنما سہیل کھڈوانی، عبدالواہاب مرچنٹ اور دیگر معززین شہر موجود تھے شہزادگان حضور اشرف العلما کی دعا پر جلسہ اختتام پزیر ہوا۔ **از: محمد شرف الدین مصباحی**

ترکی میں غوثیہ اکیڈمی کی ہنگامی امداد

ترکی وملک شام میں شروع فروری میں آنے والے بھیانک زلزلے سے جہاں پوری دنیا سکتے میں ہے، وہیں زلزلے کی زاد میں آئے ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد ضروریات زندگی سے محروم ہوگئے ہیں، کیونکہ زلزلے نے بنیادی ڈھانچہ اور املاک کو تباہ کردیا، خاندان بے حال ہوگئے اور کھانے کے پانی اور رہائش کے بغیر زندگی کرنے پر مجبور ہیں۔

اس زلزلے متاثرین کی ہر ممکن مدد کی جارہی ہے۔زلزلہ مہلوکین ومتاثرین کے دکھ درد میں غوثیہ اکیڈیمی اور ساتھی گروپس روز اول سے ہی مصیبت کی اس گھڑی میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہیں اور متحرک وفعال کردار ادا کر رہی ہیں۔

الحمدللہ 9فروری سے ہی غوثیہ اکیڈمی نے دیگر تنظیمیں کی مدد سے امدادی کام کا آغاز کیا۔خاص کر ترکی کے کہرامنمارا س اور ہاتے صوبوں کے علاوہ کئی زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں زلزلے کے متاثرین کو موبائل کچن کے ذریعے گرم کھانا، ڈبہ بند اشیا، خوردونوش، راشن، گرم کپڑے، کمبل، عام کپڑے، حفظان صحت کٹس، ادویات وغیرہ ہنگامی انداز میں کررہے ہیں۔

غوثیہ اکیڈمی ممبئی کے ذمہ دار جناب فہیم مہتے صاحب جو اپنی ٹیم کے ساتھ رات دن وہاں پر کام کررہے ہے، کہا کہ شیلٹر پراجکٹ کا کام بھی شروع کیا گیا ہے جس میں ہم زلزلے سے متاثرین کو رہنے کے لیے خیمے فراہم کررہے ہیں جس میں بیڈ، گدے، تکیے، چادر اور چولہا بھی دیا جارہا ہے۔

جن لوگوں نے بھی اس کار خیر میں اب تک حصہ لیا ہے ہم ان تمام لوگوں کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں خاص کر لائٹ انڈیا فاؤنڈیشن بنگلور، امام احمد رضا مومنٹ بنگلور، فیضان فی باقی سبیل، چنئی، جوگیشوری ہیلپنگ ہینڈ فاؤنڈیشن ممبئی اور چھتیس گڑھ مسلم سماج وغیرہ۔ آپ کے مزید تعاون کی ضرورت ہے۔ان شاء اللہ امید ہے یہ سلسلہ 20مارچ تک جاری رہے گا۔

از: امام احمد رضا مومنٹ، بنگلور

بزم فروغ نعت مبارک پور کی ماہانہ شعری نشست

اردو ادب میں نعت گوئی سب سے مشکل ترین اور پر خطر راہ سخن ہے، اس صنف خاص کے آداب ولوازم شعری کو اس کے معیار

کے مطابق نباہنا آسان نہیں ہے، نعت پاک وہ صنف ہے جس میں اس ذات پاک کی مدح سرائی کی جاتی ہے جس کے لئے رب کائنات نے پوری کائنات تخلیق فرمائی ہے یہ وہ پاکیزہ مگر پر خطر رہ گزر ہے جہاں حب رسالت مآب کی وارفتگی میں دامن احتیاط وادب ہاتھوں سے چھوٹنے اور شان رسول اکرم میں لغزشوں کا خطرہ ہر آن بنا رہتا ہے۔

جس ذات مقدس کو رب کائنات نے سلسبیل و کوثر و تسنیم کی روانیاں عطا کی ہیں، ایسی عظیم المرتبت شان کمالات کی پیکر ذات والا کے حضور نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کرنا تلوار کی تیز دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔

مذکورہ خیالات کا اظہار گزشتہ شب محلہ پورہ رانی واقع ڈاکٹر محمد خالد اشرفی مرحوم کے مکان پر منعقد بزم فروغ نعت مبارک پور کی ماہانہ طرحی نعتیہ نشست میں ناظم پروگرام بلال مبارکپوری نے کیا۔

پروگرام کا آغاز قاری محمد ابدال سلمہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، صدارت الحاج شاہد مبارکپوری اور نظامت بلال مبارکپوری نے کی، مہمان خصوصی کی حیثیت سے الحاج اظہار احمد و سید محمد فہیم سابق استاذ دار العلوم قادریہ لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ نے شرکت فرمائی، اس کے بعد مصرع طرح "آسماں زیر قدم ان کے بچھا جاتا ہے" کے تحت شعرا نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا، پسندیدہ اشعار نذر قارئین ہیں۔

ذات ایسی ہے جمال ایسا ہے منصب ایسا
بہر تعظیم سر کعبہ جھکا جا تا ہے

شاہد مبارکپوری

جو ہے شیدائے شہ دیں یہ بتائے گا وہی
ہجر کے درد کو کس طرح سہا جاتا ہے

اسد مبارکپوری

اشک سے داغ گناہوں کا دھلا جاتا ہے
پاک اللہ کی رحمت سے ہوا جا تا ہے

بشر مبارکپوری

میری مرضی میں انھیں بعد خدا جو بھی کہوں
آپ سے کیا ہے غرض آپ کا کیا جاتا ہے

مہتاب پیامی

غیب سے مشکلیں آسان ہوا کرتی ہیں
نام سرکار جو مشکل میں لیا جاتا ہے

رفیق قریشی مبارکپوری

آپ کی داد رسی کا ہوا سکہ رائج
شہر بے داد کا بازار گرا جاتا ہے

امیر اشرف

اس در پاک پیمبر کی عطا کیا کہیے
چھوٹا آتا ہے یہاں بن کے بڑا جاتا ہے

بلال مبارکپوری

ایک دو پل میں مکمل کیا صدیوں کا سفر
یہ کمال شہ معراج کہا جاتا ہے

نور مبارکپوری

دعوۂ عشق نبی اور عمل کچھ بھی نہیں
عشق سرکار میں سر پیش کیا جاتا ہے

ثاقب مبارکپوری

مصطفیٰ سنتے ہیں رکھو یہ عقیدہ مضبوط
جب درود اور سلام ان پہ پڑھا جاتا ہے

ساقی ادیبی

ان کے علاوہ مظہر چشتی، ارشاد مبارکپوری، سفر اعظمی، فراز ادیبی، خبیر مبارکپوری، ملت لوہیاوی، فخر عالم، ساگر ادیبی، فیضان مبارکپوری، احمر مبارکپوری، رئیس مبارکپوری، گھائل مبارکپوری، مقبول مبارکپوری، صغیر عزیزی، عارف اعظمی، حاذق مبارکپوری، جاوید مبارکپوری، اظہر ابراہیم پوری، حافظ محمد خلیل چشتی نے بھی اپنا کلام پیش کیا۔

آخر میں کنوینر مہتاب پیامی وارشاد مبارکپوری نے جملہ شعرا و سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آئندہ ماہ کے لیے مصرع طرح ”ہم کو نبیوں کا تاجدار ملا“ کا اعلان کیا، پروگرام کا اختتام صلوٰۃ و سلام و مولانا محمد فہیم کے دعائیہ کلمات پر ہوا۔

اس موقع پر حامد رضا، شفیق احمد، صوفی رئیس احمد، منور قریشی، غلام نبی قوال اشرفی، مختار احمد فائق، انوار احمد، صلاح الدین، حاجی جمال احمد نعمانی (نعمانی دواخانہ) و عبدالسلام کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔

از: شمس الدین ساقی

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

March 2023

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

**BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom**
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN